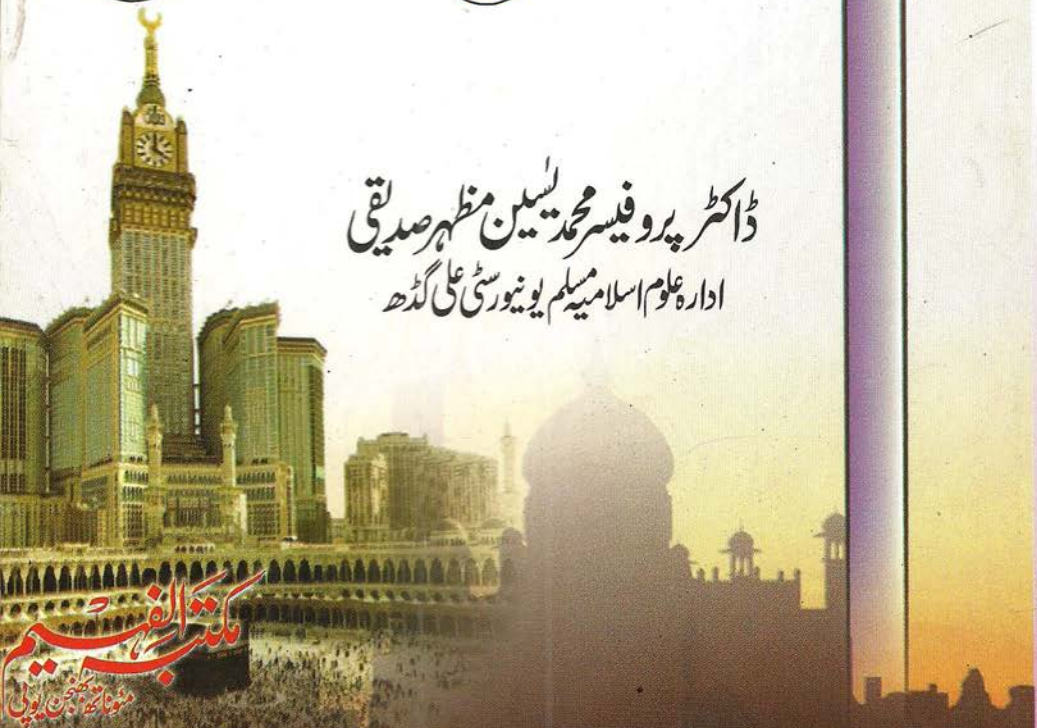




رسول اکرم ﷺ کی

رضاعی مائیں

ڈاکٹر پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی
ادارہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی علی گڑھ



مکتبہ الفیہیم
مفتی اعظم پاکستان



رسول اکرم ﷺ کی

رضاعی مائیں

ڈاکٹر پرویسر محمد یسین مظہر صدیقی

ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکتبہ الفہیم
ماہنامہ بھنجان بھنجان

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road

Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email : maktabaalfahemau@gmail.com

WWW.fahembooks.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں
تالیف	:	ڈاکٹر پرویسر محمد یسین مظہر صدیقی
طابع و ناشر	:	مکتبۃ الفہیم، منو ناتھ بھنجان پورہ
سال اشاعت	:	اپریل ۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار ایک سو
صفحات	:	168
قیمت	:	75/00



شفیق الرحمن، عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم
منو ناتھ بھنجان پورہ

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemnu@gmail.com
WWW.fuheembooks.com

انتساب

تمام رضاعی ماؤں کے نام

محمد یسین مظہر صدیقی

فہرست مضامین

7	تقدیم
23	حضرت ثویبہ۔ اولین رضاعی ماں
23	رضاعت والدہ ماجدہ
25	رضاعت ثویبہ
28	حضرت ثویبہ کی رضاعت نبوی کی مدت
29	رضاعت ثویبہ میں اشتراک
33	زمانی جہت
38	رضاعت ثویبہ کا تسلسل
38	مکانی جہت
40	اولاد حضرت ثویبہ کی جہت
42	رضاعی فرزند ان ثویبہ کا خاندانی نسب
44	رضاعت ثویبہ کی نوعیت
46	حضرت ثویبہ بطور مضرعہ مکہ
47	حضرت ثویبہ کی سماجی حیثیت
50	حضرت ثویبہ کی غلامی سے آزادی
50	رضاعت نبوی سے قبل آزادی
51	آزادی کا سبب
52	طویل مدت کے بعد آزادی
53	آزادی کی روایات میں ترجیح
54	ابولہب کو اجراء آزادی کا مسئلہ
57	خواب آزادی پر بحث
60	مولانا ابولہب کی دوسری اجیر
63	ثویبہ کا مقام آزاد
64	حضرت ثویبہ کا سماجی مقام و مرتبہ
66	خاندان نبوت سے سماجی ارتباط
70	مدنی دور میں سماجی ارتباط حضرت ثویبہ
71	وقایع حضرت ثویبہ
73	اسلام حضرت ثویبہ
77	مختصر تجزیہ



85	حضرت ثویبہ کا اسم گرامی۔ معنی و مفہوم
91	حضرت حلیمہ رسول اکرم ﷺ کی اصل رضاعی ماں
92	تلاشِ مرضعات
93	تلاشِ مرضعات کی وجہ
95	حلیمہ سعدیہ کا انتخاب
99	نام و نسب حلیمہ
101	حضرت حلیمہ کے شوہر اور اولاد
102	اولادِ حضرت حلیمہ
104	رضاعتِ نبوی کی برکات
105	برکاتِ نبوی کی جہات
106	ذاتِ حلیمہ سے وابستہ برکات
107	موسیٰ شیوں سے متعلق برکات
108	سواری کی گدھی پر اثر
110	حضرت حلیمہ کی دوسری رضاعتیں
113	خانہ حلیمہ میں قیامِ نبوی کے واقعات
114	واقعاتِ مبشرات
118	فطری واقعات
121	چرواہی
123	زبانِ دانی
124	رضاعی بہنوں سے تعلقِ خاطر
125	معجزہ شوقِ صدر
128	زمانہ رضاعت میں مکہ آمد
129	حضرت حلیمہ کے گھر سے واپسی
131	بنو سعد میں پرورشِ نبوی کی مدت
134	رضاعی ماں سے ارتباطِ نبوی
139	بنو سعد بن بکر سے روابطِ نبوی
141	حضرت شیماء کا واقعہ الفتن
142	اسلام حضرت حلیمہ سعدیہ
146	وفاتِ حضرت حلیمہ سعدیہ
148	مختصر تجزیہ
160	دیگر رضاعی مائیں

تقدیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين،
وعلى آله وأصحابه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

رضاعت ایک قدیم ترین فطری قانون ہے۔ نو مولود کی ولادت کے معا بعد ہی اس قانون الہی کی کارفرمائی شروع ہو جاتی ہے۔ عام حالات میں بچے/بچی کی ماں اس کی محبت آگئیں پیروی میں اسے دودھ پلاتی ہے، اور نو مولود کے پیٹ میں ماں کا دودھ اولین غذا بن کر اترتا ہے۔ اس رضاعتِ مادری کا فطری، سماجی، دینی، تہذیبی پہلو تو ہے ہی، اس کو بالعموم تمام انسانی سماجوں میں قابل نیک سمجھا جاتا ہے۔ ماں کی رضاعت ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس کے لئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں۔ وہ فطرتِ انسانی کا ایک پر تو ہے۔ البتہ اس کی رضاعت کے بعض دوسرے پہلو ایسے ہیں جن میں احکام و روایات اور تہذیبی عناصر کی کارگزاری بھی ہوتی ہے۔ ان کے لئے بعض شہادتوں کی ضرورت پڑتی ہے اور ان کے سامنے آ جانے سے مسلمہ حقیقت بھی مستند و مدلل اور محکم ہو جاتی ہے۔ کلامِ الہی اور حدیثِ نبوی سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں۔

تاریخی توفیق کے لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی رضاعت کا بیان قرآن مجید میں بصراحت ملتا ہے: ”اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا“ ﴿وَأَرْحَبْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ﴾ (سورہ قصص: ۷) ماں کو بچوں کی رضاعت کی مدت پوری کرنے کا حکم پورے دو سال تک دودھ پلانے کا ہے اور یہ غامِ اسلامی، ازلی، ابدی قانون ہے: ”اور لڑکے والیاں دودھ پلاویں اپنے لڑکوں کو، دو برس پورے، جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت“ ﴿وَالسُّوَالِدَاتُ

يُرْضِعَنَّ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴿۲۳۳﴾
 (البقرہ: ۲۳۳) اسی آیت کریمہ میں ایک اور حکم یہ بھی ہے کہ ”اور لڑکے والے پر ہے
 کھانا اور پہننا ان کا، موافق دستور کے“ ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ
 وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ اسی آیت کریمہ میں اور بعض دوسری آیات مقدسہ میں
 رضاعتِ والدہ کے دوسرے احکام بھی ہیں جیسے باہمی رضامندی سے دودھ چھڑانے
 کا عمل اور اس کے بعد دوسرے انتظاماتِ رضاعت کرنے کی اجازت وغیرہ۔

اسلامی رضاعت کے قانون و احکام ہوں یا سماجی روایات و اقدار، دونوں
 اولین بچے کی ولادت کے دن سے چلے آ رہے ہیں، اگرچہ قرآن مجید، احادیثِ
 شریفہ اور دوسرے آثارِ قدیمہ میں ان کا ذکر نہیں ملتا، تاہم وہ بلاسند و دلیل بھی نہیں
 ہیں۔ قرآنی اور حدیثی احکام سے یہ بہر حال واضح ہوتا ہے کہ رضاعتِ والدہ ایک
 حقیقتِ امری ہے اور ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے اور قیامِ قیامت تک جاری رہے گی
 جیسا کہ قرآن مجید کا اظہار ہے ”جس دن اس کو دیکھو گے، بھول جاوے گی ہر دودھ
 پلانے والی اپنے پلائے کو“ ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ﴾
 (الحج: ۲۰) اس کا پس منظر یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ اتنا شدید ہوگا کہ رضاعت کرنے والی
 ماں خوف و ہراس سے رضاعت کا محبت بھرا کام اور اپنے بچے کی محبت و الفت کو بھی
 بھول جائے گی، حالانکہ بچے سے ماں کی محبت بالخصوص دودھ پلانے والی کی محبت اپنی
 جان سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے سب کچھ تہ تیغ دیتی ہے۔

قرآن مجید کی ان شہادتوں کی مزید تشریح و تعبیر رسول اکرم ﷺ کی بہت
 سی احادیثِ شریفہ میں ملتی ہے۔ یہ حقیقت اہل علم و معرفت کی نگاہوں سے اوجھل
 نہیں کہ حدیثِ نبوی بھی وحی الہی کی ایک قسم اور حکمِ ربانی کی ایک صورت ہے۔ بس
 فرق و امتیاز یہ ہے کہ حدیثِ نبوی کے الفاظ و کلمات رسول اکرم ﷺ کی زبانِ عربی

کے ہیں جب کہ ان کے معانی کی تنزیل الہی ہے۔ قرآنی آیات و کلمات اپنے معانی اور الفاظ دونوں اعتبار سے کلام الہی ہیں اور منزل من اللہ ہیں۔ حدیث بھی اللہ کی طرف سے اترتی ہے اور وہ بھی منزل من اللہ ہے۔ حکم و اطلاق، کارگزاری اور کارفرمائی اور شریعت و دین کی تکمیل کے باب میں دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔

آیات قرآنی مذکورہ بالا اور دوسرے احکام رضاعت پر محدثین کرام نے کتاب النکاح یا کتاب الرضاۃ میں تمام احادیث جمع کر دی ہیں۔ ان میں رضاعت کے مسئلہ امر و حقیقت کے علاوہ رضاعت والدہ کی محبت آمیز روایت اور دوسری صنف رضاعت کے یہی احکام و اوامر، قواعد و ضوابط زیادہ وضاحت، صراحت، مفصل اور مدلل آئے ہیں اور واقعات سے مدلل بھی بنائے گئے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب النکاح کے کم از کم پانچ ابواب ایک ہی مقام پر رضاعت اور اس کے احکام و واقعات کے لئے مخصوص کئے ہیں۔ ان کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تشریح و تعبیر میں واقعات رضاعت اور ان کے اصول کے اطلاقات کی بہت سی بنیادیں فراہم کی ہیں۔ (۱)

رضاعی ماؤں کی رضاعت

قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں ماؤں کی صنف کے علاوہ خاص رضاعت کرنے والی خواتین کی صنف بھی بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ ۲۳۳ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کا اگلا حصہ انہیں رضاعی ماؤں کے حکم ذروایت اور قانون و ضابطہ کو بتاتا ہے۔ ”اور اگر تم مرد چاہو کہ دودھ پلواؤ اپنی اولاد کو تو تم پر نہیں گناہ، جب حوالہ کر دیا، جو تم نے دینا ٹھہرایا موافق دستور کے“ ﴿وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا

(۱) بخاری، احادیث: ۵۰۹۹-۵۱۰۵؛ فتح الباری ۱۷۵/۹-۱۷۶/۱۹۷ نیز ماجد؛ نیز دوسری کتب حدیث و سیرت، ماجد کے ابواب؛ مقالہ خاکسار: عہد نبوی میں رضاعت، معارف العظیم گڈھ جون ۱۹۹۶ء، ۳۰۵

جَنَاحَ عَلَيْنَكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴿سورہ بقرہ کی اس آیت کریمہ میں رضاعتِ غیر کے بارے میں چند احکام و روایات اور قوانین کا اختصار سے مگر انتہائی اعجاز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ وہ چند نکات کی شکل میں یہ ہیں:

- والدہ/بچے کی ماں کی رضاعتِ دو سالہ پوری کرنا ضروری نہیں، وہ بیچ میں توڑی جاسکتی ہے۔
- دوسری مرضعہ/رضاعت کرانے والی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماں کی مرضی اور باہمی رضامندی سے ایسا کرے۔
- کسی دوسری عورت سے رضاعت کرانے والے باپ پر مرضعہ کو ان کی خدمت کا معاوضہ دینا چاہئے۔
- یہ معاوضہ دستور وقت و معاشرہ کے مطابق ہونا چاہئے۔
- ان تمام اعمالِ رضاعت میں کسی قسم کا گناہ یا حرج نہیں ہے۔

رضاعتِ غیر یا دوسری دودھ پلانیوں (مرضعات/مراضع) کا ذکر قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ کے علاوہ دوسری آیاتِ کریمہ میں بھی آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان دودھ پلانیوں کا وجود اور ان کی رضاعت کی روایت موجود تھی: سورہ قصص کی آیاتِ کریمہ ۷ اور ۱۲ کے مجموعی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدہ ماجدہ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس لوٹا دینے کے الہی وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہؓ اور فرعون وقت کے انتظاماتِ رضاعت کو مسترد اور مرضعات کو ان پر حرام کر دیا تھا ”اور روک رکھی تھیں ہم نے اس سے دائیاں پہلے سے“ ﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾ یہ رضاعتِ غیر کی قدیم روایت کی بھی ایک دلیل و شاہد ہے اور کیا خوب اہم اور محکم دلیل و شاہد ہے۔

رضاعتِ غیر، مرضعات و مراضع اور دودھ پلانیوں کی رولیتِ فطرت،

دینِ حنفی اور ملتِ ابراہیمی کا ایک حصہ تھی۔ قانونِ فطرت اور ازلی تہذیبی روایت کے اسباب و عناصر کے علاوہ عرب جاہلی معاشرے میں یہ رضاعتِ غیر دینِ حنفی سے ہی آئی تھی۔ بدوی زندگی نے بالخصوص اس کو جاہلی عربوں میں زیادہ مستحکم اور وسیع تر چلن اور عام رواج بخش دیا تھا۔ اس سے شہری بھی متاثر تھے۔ قرآن مجید نے سورہ بقرہ ۲۳۳ یا دوسری آیات کریمہ میں جس رضاعتِ غیر کو ایک اسلامی روایت و قانون کی حیثیت سے بیان کیا ہے وہ جاہلی عرب کے معاشرے کی مسلمہ روایت کی تصدیق و تعبیر کرتی ہیں۔ وہ نئے دور کے اسلامی احکام نہیں بیان کرتی ہیں۔ وہ بچے کی ماں کی موجودگی میں کسی دوسری رضاعی ماں سے رضاعت کرانے کے رواجِ عام کی تصدیق کرتی ہیں اور دو سالہ رضاعت کے عرصہ کو بھی اس کے لئے بھی جاری کرتی ہیں کہ دو سال کا عرصہ رضاعت کا عرصہ تھا خواہ وہ کوئی بھی کرے: حقیقی ماں کرے یا مرضعہ انجام دے۔ جیسا کہ احادیثِ نبوی اور سیرتی روایات اور تاریخی واقعات سے ان کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔ مزید تصدیق قرآنی سورہ طلاق کی آیت کریمہ ۶ کرتی ہے: اور اگر آپس میں ضد کرو، تو دودھ دے رہے گی اس کی خاطر، اور کوئی عورت:

﴿وَإِنْ تَعَاَسَرْتُم فَسْتَرْضِعْ لَهُ أُخْرَى﴾

خون اور دودھ کے احکام اسلامی اور جہاتِ فطرت یکساں ہیں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ دودھ بھی خون ہی کا ایک حصہ ہے۔ جس طرح خون کے رشتہ سے حرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح دودھ کے رشتہ سے بھی اس کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ رشتہ حرمت و وسیع معافی رکھتا ہے۔ بالعموم اس سے صرف نکاح کو حرام مراد لینے کا رجحان ہے حالانکہ تمام احکامِ حرمت اس سے مطلوب ہیں۔ یہ عام اسلامی حکمِ شریعت رہا ہے اور تمام سابقہ شرائع میں بھی اس کا برابر اطلاق ہوتا رہا جیسا کہ روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ سورہ نساء ۲۳ میں جن محرمات کا ذکر ہے ان میں رضاعی ماؤں اور رضاعی

بہنوں کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے اور اسے بعض دوسرے رشتوں کی حرمت پر مقدم رکھا گیا ہے۔ ”ان کو خالص خون کے رشتہ داروں کے بعد اسی باعث لایا گیا ہے کہ خون کے بعد دودھ کی حرمت آتی ہے۔“ اور جن ماؤں نے تم کو دودھ دیا، اور دودھ کی بہنیں، ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ ان رضاعی ماؤں و بہنوں کی حرمت کو حقیقی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھویوں، خالالوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں کے بعد ہی لایا گیا ہے جو خون کے رشتہ دار ہیں اور ازدواج کے رشتوں سے مقدم رکھا گیا ہے۔ لہذا ساسوں، بیویوں کی دوسرے شوہروں سے لڑکیوں، صلیبی بیٹیوں کی بہوؤں اور بیوی کی موجودگی میں اس کی بہنوں اور دوسرے کی منکوحہ کا ذکر رضاعی ماؤں اور بہنوں کے بعد کیا گیا ہے۔ تفسیر وحدیث کی روایات بھی اس حرمت کے تقدس کو بیان کرتی ہیں۔ محرمات سے نکاح کے حرام ہونے کے ضمن میں اس رشتہ حرمت کا ذکر آیا ہے جس سے غلط فہمی یا کم فہمی پیدا ہوئی۔ نکاح کے علاوہ دوسرے بہت سے رشتے بھی ہوتے ہیں وہ سب خون کے رشتوں کی طرح دودھ کے رشتوں میں بھی مشترک ہیں جیسے ماں کی اطاعت، باپ کی تابعداری، بھائی بہنوں سے محبت اور تمام سے صلہ رحمی۔ پردے وغیرہ/حجاب کے رشتے بھی اس سے متعین ہوتے ہیں اور دوسرے سماجی رشتے بھی۔ ان کا ایک اچھوتا نمونہ رسول اکرم ﷺ اور دوسرے اکابر عہد کے رشتوں میں نظر آتا ہے۔

ماؤں کی رضاعت کے معاوضہ یا حسن سلوک میں قرآنی حکم اور سماجی روایت یہ ہمیشہ رہی ہے کہ بچوں کے باپ دادا ان کی پرورش و کفالت کرتے ہیں اور اپنے معاشی مقام و مرتبہ اور سماجی قدر و منزلت کے مطابق کرتے ہیں۔ دستور کے موافق ان ماؤں کا کھانا اور پہننا اور وہ بھی معروف دستور کے مطابق ہونا چاہئے جس میں کسی کو اپنی وسعت سے باہر نہ جانا پڑے، اور نہ تو والدہ کو اپنے لڑکے/بچے کی وجہ

سے ضرر پہنچے اور نہ بچے کے باپ کو اپنی اولاد کی وجہ سے تکلیف ہو۔ جیسا کہ سورہ بقرہ ۲۳۳ کے بقیہ حصہ آیت میں بیان الہی ہے۔ اسی میں مزید یہ بھی بیان ہے کہ اگر بچے کے والد موجود نہ ہوں تو اس کے وارثوں کے لئے بھی یہی حکم ہے: ﴿لَا تَكْلَفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تَضَارُّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾

رضاعتِ غیر یا رضاعی والدوں کے بارے میں قرآن مجید نے ایک دوسرے حکم اور سماجی ضابطے کو بیان کیا ہے۔ جو اصل ماؤں کے حکم و معاوضہ کے مطابق ہے۔ اصلاً وہ ماؤں کی رضاعت کے لئے ہی آیا ہے: ”پھر اگر دودھ پلاویں تمہاری خاطر تو دو ان کو ان کے نیگ: ﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ﴾ (سورہ طلاق: ۶، ۷) ان آیات کریمہ میں سورہ بقرہ گزشتہ کے تمام احکام و روایات کو دوسری تعبیرات کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے ان کی تشریح میں اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ اسی سے یہ حکم نکالا گیا ہے کہ دوسری دودھ پلائیں تو بھی ان کے دودھ کا معاوضہ ادا کیا جائے جس کے لئے قرآن مجید نے بہت خوبصورت لفظ ”أجر“ / أجز استعمال کیا ہے اور جس کی تعبیر نیگ، حق، بدلہ، صلہ وغیرہ سے کی گئی ہے اور جس میں معاوضہ سے زیادہ ان کی محبت آمیز خدمت کے بدلہ کا مفہوم شامل ہے، جو معاوضہ سے زیادہ وسیع اور عمیق ہے۔ دین حنیفی کی روایات اور عرب جاہلی اقدار میں یہ اسلامی احکام و اطلاقات اپنی اپنی شکل میں کارفرما و کارگزار تھے۔ ان کا ذکر رضاعتِ جاہلی کی روایات سیرت و تاریخ اور سوانحی واقعات میں بڑی صراحت اور قطعیت کے ساتھ ملتا ہے۔ عہد نبوی میں رضاعت کے مضمون میں ان تمام مثالوں اور شکلوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کا ذکر رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کے حوالے سے بھی کسی نہ کسی شکل میں ملتا ہے۔

رضاعت کی سماجی منزلت

بعض سیرت نگاروں اور مورخوں وغیرہ نے بعض شعری دعووں کو حقائق مسلمہ سمجھ لیا اور ان کی بنا پر یہ قطعی فیصلہ صادر فرمادیا کہ عرب جاہلی معاشرے میں عورت دودھ کا معاوضہ لینے سے مرجانا بہتر سمجھتی تھی۔ اس سے مزید نتیجہ نکالا کہ رضاعت کا کام باعثِ ننگ و عار تھا۔ تیسرا استنباط یہ ہوا کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے مجبوری میں اس باعثِ ننگ و عار طریقہ آمدنی کو برداشت کیا تھا کیونکہ سالِ رضاعت نبوی ان کے علاقے میں قحط اور خشک سالی نے تمام دوسرے ذرائعِ زیست مسدود کر دیئے تھے۔ اس کی طرح طرح کی تاویلیں کی گئی ہیں اور وہ بھی محض ایک شعری بیان کی تصدیق کی خاطر۔ مولانا شبلیؒ نے اس پر ایک خوبصورت، واقعی اور دلآویز حاشیہ لکھا ہے جو اس دعوے اور اس کے نتائج کی حقیقت بتاتا ہے۔

”سبیلی نے لکھا ہے کہ عرب میں دودھ پلانا اور اس کی اجرت لینا شریفانہ کام نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ اسی بنا پر عرب میں مثل ہے: ”الحرۃ لاتاکل بندیبھا“ اس بنا پر سبیلی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے اس سال قحط پڑا تھا اس لئے مجبوراً حضرت حلیمہؓ اور ان کے قبیلہ نے یہ خدمت گوارا کی تھی۔ لیکن تمام تاریخوں میں ہے کہ مکہ میں ہر سال باہر سے عورتیں اس کام کے لئے آیا کرتی تھیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس کام کو معیوب سمجھنا عرب کا عام خیال نہ تھا۔ یہ خیال اہل شہر اور امراء کے ساتھ مخصوص ہوگا۔“ (سیرۃ النبی ۱۷۳/۱ حاشیہ-۲)

اس پر مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ رضاعت کی تاریخ میں بہت سی شریف عورتوں کے اس حسنِ خدمت کا حوالہ آتا ہے۔ عرب جاہلی کی تاریخ سے بھی اور اسلامی تاریخ سے بھی اس کی ہزار ہا شہادتیں فراہم کی جاسکتی ہیں اور درحقیقت کی بھی گئی ہیں۔ پھر معیوب سمجھنے والوں نے رضاعت کے متعلق آیات قرآنی اور ان کے

احکام بھلا دئے جن سے ان کے "اجور" کو ان کا حق وصلہ سمجھا گیا ہے۔ حضرت حلیمہؓ کی دوسری رضاعت کی روایات بھی نظر انداز کر دی گئی ہیں جن کے مطابق انھوں نے دوسری برسوں میں متعدد دوسرے لوگوں کی رضاعت کی تھی یا دوسری مرضعات شریفہ نے یہ حسن خدمت کا کام کیا تھا اور وہ قحط اور خشک سالی کی مجبوری کے زمانے بھی نہ تھے۔ یہ بھی فراموش کر دیا گیا کہ عرب جاہلی اور اسلامی محمدی سماج میں اور ان سے پہلے اور بعد کے دوسرے اسلامی معاشروں میں رضاعت ایک پیشہ خواتین تھا۔ اور بہت ہی محترم و معزز، محبت آگیز اور الفت آمیز اور عزیز و محبوب پیشہ تھا جس کے اثرات تازندگی رہتے تھے۔

عرب جاہلی روایات رضاعت

عرب رضاعت کی بیشتر روایات رسول اکرم ﷺ کی رضاعت حلیمہ سعدیہ اور حضرت ثویبہؓ کے حوالے سے آتی ہیں۔ راویوں کی اس میں کوئی کوتاہی ہے اور مؤلفین کرام کی، کیونکہ ان کا اصل مقصود رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کے واقعات کو بیان کرنا تھا۔ ان کو دوسری بیشتر رضاعتوں سے جو بھی دلچسپی اور تعلق تھا وہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت اور رضاعت اخوت کے حوالے سے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت حمزہؓ کی رضاعت، حضرت ثویبہؓ یا رضاعت سعدیہ اور ان جیسے دوسرے بیشتر واقعات اسی ضمن اور تناظر میں بیان کرتے ہیں یا ان سے مستنبط اسلامی احکام اور آثار اور قوانین کے بیان و تشریح کے لئے اپنے بیانیہ میں لاتے ہیں۔ وہ خالص جاہلی روایات رضاعت کے بیان سے کچھ بھی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ یہ اصل میں جاہلی تاریخ عرب لکھنے والوں کا کام تھا کہ وہ اپنے زیر مطالعہ زمانوں سے ان کے ثبوت اور واقعات لاتے، مگر وہ نہ لائے، اس کا سبب واقعات اور مثالوں کی کمی ہے۔

بہر حال جاہلی روایات رضاعت کی کمی خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو، ان کا فقدان

بالکل نہیں، چند روایات ہی سہی مگر وہ ثابت کرتی ہیں کہ عرب جاہلی ساج اور قریش مکہ میں خاص کر بخت بلکہ ولادتِ نبوی سے قبل رضاعت کی سماجی قدر خاص مستحکم تھی۔ ان روایات کو چند اشخاص کے حوالے سے ایک تاریخی ترتیب کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ تاریخی طور سے سند ہاتھ آئے۔

● جناب عبدالمطلب ہاشمی کے فرزندِ اکبر حارث (م پانچ سال قبل عام الفیل / ۵۶۶ء) کے ایک فرزند حضرت ربیعہ بن حارث ہاشمی تھے۔ وہ سن و عمر میں رسول اکرم ﷺ سے سات برس زیادہ تھے۔ ان کے فرزند ایاس بن ربیعہ ہاشمی کی رضاعت بنو سعد بن لیث میں ہوئی تھی اور رسول اکرم ﷺ سے قبل ہوئی تھی۔ ان کو دورانِ رضاعت ہی قبیلہٴ ہذیل نے دشمنی میں قتل کر دیا تھا۔ (۱)

● حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب ہاشمی اپنے سوتیلے حضرت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی سے تین چار سال چھوٹے تھے۔ رسول اکرم ﷺ سے پہلے ان کی رضاعت حضرت ثویبہؓ نے کی تھی۔ روایات کا اختلاف ہے کہ وہ دو سال قبل ہوئی تھی یا چار سال قبل۔ بہر حال اس پر بحث آگے آتی ہے لیکن یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی رضاعتِ ثویبہ رسول اکرم ﷺ سے پہلے ہوئی تھی۔

● حضرت حمزہؓ کے بارے میں ایک اور روایت یہ بتاتی ہے کہ ان کی ایک سعدی ماں بھی تھیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ سے قبل ان کی رضاعت کی تھی۔ اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی رضاعت بھی ایک بار کر کے دونوں کو رضاعی برادر بنا دیا تھا۔

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عہدِ نبوی میں رضاعت، ۲۱۶-۲۱۷، نیز حاشیہ-۲۰؛ نیز شکی سیرۃ النبی دوم ۱۵۶، حاشیہ-۱۔ بحوالہ مسلم والبوداؤد، باب حجة النبی ﷺ؛ زرقانی ۲۰۱۸: ۲۰۹، ابن ہشام ۲۰۹/۲: ۳۰۹، اسد الغابہ ۱۶۶/۲: ۱۶۶، ابن حجر اصابہ ۳۹۳/۲: ۳۹۳، وغیرہ۔ اور لیس کا نہ حلوی، سیرۃ المصطفیٰ ۱۳۹/۳ نے دو غلطیاں کی ہیں: ایک ربیعہ کے قتل و رضاعت کی بات کہی ہے اور دوسرے بنو سعد سے مراد بنو سعد بن کبر قبیلہ حضرت حلیمہ مراد لیا ہے؛ بلاذری، انساب الاشراف ۷۹۱: ۷۹۱۔ تہذیب و تہذیب ابن من رسول اللہ ﷺ بسبع سنین۔

• حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے ایک اور ہاشمی حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی کی بھی رضاعت کی تھی۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے ہم عمر تھے اور رضاعت کے شریک اور بھائی۔ ان دونوں کے حوالے اور بحثیں آگے آتی ہیں۔

عرب جاہلی معاشرے میں رضاعت کی تاریخ مرتب کرنی مقصود نہیں ہے، صرف یہ دکھانا مطلوب ہے کہ عہد قدیم سے رضاعت کی سماجی، تہذیبی اور دینی اقدار چلی آرہی تھیں اور ان کے بارے میں عام بیانات اور شواہد کے علاوہ خاص مثالیں بھی ملتی ہیں خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم ہو۔ ولادت نبوی کے وقت بہر حال رضاعت غیر، مرضعات اور ان کی خدمات کے تمام زاویے موجود تھے۔

انھیں اقدار، روایات اور اعمال کی پاسداری میں رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کا اسوہ مرتب ہوا۔ یہ بحث احادیث نبوی اور اسلامی احکام کے حوالے سے آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت سے قبل کی زندگی بھی قابل تقلید ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعثت خاصہ سے پہلے بھی رسول اکرم ﷺ کو ایک قسم کی حفاظت الہی اور محفوظیت حاصل تھی، اگرچہ وہ خاص عصمت انبیاء کی جیسی ہی تھی کیونکہ عصمت نبوت کا لازمہ ہے اور وہ اسی کے ساتھ ہی شخصیت نبوت کو ملتی ہے۔ اسی محفوظیت و حفاظت و صیانت الہی کی بنا پر امام بخاریؒ نے بالخصوص اور دوسرے محدثین کرام اور فقہاء عظام نے قابل نبوت کے واقعات، احوال اور اعمال سے بھی استدلال، استشہاد اور استنباط کیا ہے۔ وہ شریعت اسلامی کا ایک خاص باب ہے۔ (۱)

رضاعت نبوی کے بارے میں تمام واقعات و امور معروف و مشہور ہیں اور ان کو تمام سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔ البتہ آپ ﷺ کی رضاعی ماؤں کے

(۱) مفصل بحث کے لئے ملاحظہ: خاکسار کا مقالہ ”بعثت نبوی سے قبل حفاظت و صیانت الہی کی نوعیت“ غیر مطبوعہ/ذریعہ۔

بارے میں تفصیلات اور جزئیات ان میں پوری طرح سے سموتی نہیں جاسکتیں کیونکہ ان کا تعلق رضاعی ماؤں اور ان سے متعلق شخصیات و احوال کی سوانح و تاریخ سے ہے جو ایک الگ منفرد موضوع ہے۔ قدیم و جدید سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کی اصل مرضعات کے بارے میں ضرورت بھر معلومات ضرور فراہم کر دی ہیں اور بعض جامع روایات قسم کے قاموسی صاحبان قلم نے دیگر مرضعات کے بارے میں بھی بہت سی نئی معلومات جمع کر دی ہیں۔

اس مطالعہ کی خاص ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعی ماؤں پر کوئی جامع کتاب نہیں۔ دوسرے روایات کے جمع و تدوین کے عمل میں بہت سی نئی معلومات اور ان کی متعدد جہات نے بھی اس کا تقاضا برابر کیا۔ اس سماجی مطالعہ کی تیسری اہم وجہ یہ ہے کہ ان تمام روایات و اخبار کا بالعموم تجزیہ تاریخی تناظر میں نہیں کیا گیا بہت سے خلا اور خام گوشے سامنے آنے سے رہ گئے۔ روایتی سیرت نگار بالعموم تنقید و تجزیہ کرنے سے گریز ہی کرتے ہیں مآخذ و مصداق سیرت کے مسلسل مطالعہ نے رسول اکرم ﷺ کی رضاعت اور رضاعی ماؤں کے بارے میں بعض اچھوتی جہات کی طرف رہنمائی کی لہذا معلومات و اخبار کی جمع و تدوین اور تجزیہ و تحلیل کے بعد نگارش کا مرحلہ آیا اور اس نے ایک جامع کتاب مرتب کرادی۔ اس کے بنیادی مباحث حسب ذیل ہیں:

● رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب زہری کی رضاعت پر اولین بحث ہے کہ وہ ہی اولین مرضعہ نبوی بھی تھیں۔ یہ ان کی مختصر رضاعت کی طرح خاصی مختصر بحث ہے۔ والدہ ماجدہ کی حیثیت سے ان کا مطالعہ ابھی باقی ہے۔

● صحیح معنوں میں آپ ﷺ کی اولین رضاعی ماں حضرت ثویبہ (ر) وئے

ب (۶) تھیں۔ ان کے بارے میں بہت مختصر معلومات ہماری کتب سیرت۔ قدیم و جدید۔ میں ملتی ہیں۔ لیکن مصادر اصلی ان کے بارے میں معلومات کا ایک خزیہ اور اقدار کا ایک گنجینہ رکھتا ہے۔

● رسول اکرم ﷺ کی اصل اور مستقل رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ ہیں۔ ان کی خدمت رضاعت کی ایک پوری تاریخ ہے جو متداول سیرتوں میں نہیں ملتی اور جو کچھ ملتی ہے وہ اجزاء اور ٹکڑوں میں ملتی ہے۔ مصادر اصلی میں ان کے بارے میں بھی ایک بڑا خزانہ ہے۔

● بعض جامع اور قاموسی سیرت نگاروں نے دوسری رضاعی ماؤں کے بارے میں بھی معلومات جمع کی ہیں لہذا آخر میں ان کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

سیرت نبوی کے مختلف موضوعات جاذبِ قلب و نظر پر کام کرتے ہوئے حضرت ثویبہؓ کے بارے میں بہت سی معلومات ملیں تو ان کو یکجا کرنے کا خیال آنے لگا۔ روایات کی جمع و تدوین کے بعد ان پر ایک کافی مفصل مقالہ لکھنے کی خواہش ہوئی۔ توفیقِ الہی نے ایک ساعت سعید میں یہ کام شروع کر دیا اور فیصل الہی نے اسے اپنے مسلسل فیضان سے مکمل کرا کے چھوڑا۔ وہ پچاس صفحات پر مشتمل مقالہ یا کتابچہ بن گیا۔ بحث و مباحث اور تنقیح و تجزیہ کی بنا پر اس کی ضخامت اس قدر ہو گئی۔ جب وہ مقالہ پورا ہو گیا تو اس کے بعض مباحث کو اپنے بعض کرم فرماؤں کے سامنے مشورہ اور نقد کے لئے پیش کیا۔ ان کی ذرہ نوازی اور علم پروری نے اور کئی جہات سے آشا کیا اور بعض منفرد تحقیقات کی تائید و توثیق کر کے اس ہچمداں کو تسلی دی ان میں مولانا عزیز مٹس صاحب کی مدخلہ قابل ذکر ہیں کہ ان کی بعض تائیدات کے خاکسار کو کافی طمانیت بخشی۔

ہماری رفیقِ حیات نے مقالہ کے بارے میں اپنی رائے تو کم دی البتہ یہ

مشورہ ضرور دیا کہ اس میں ایک اور مقالہ کا اضافہ کر کے اسے ایک کتاب بنا دیا جائے چنانچہ ان کے مشورے پر حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے بارے میں طویل تر مقالہ تیار ہو گیا۔ ایک اور ”رفیق حیات“ نے بھی یہی مشورہ دیا اور تاجید مزید مل گئی۔ تیسرا مختصر مقالہ ان دونوں مطالعات کا شاخسانہ ہے۔ باقی تقدیم اور دوسرے اجزاء کتاب تو از خود شامل ہوتے ہیں۔ لہذا رسول اکرم ﷺ کی رضاعی ماؤں پر یہ کتاب مکمل ہو گئی اس میں اطباء کا شکوہ ہو سکتا ہے اور بعض اہل نظر کو ضرور ہوگا مگر مباحث کے نقد و تجزیہ میں وہ ناگزیر سا بن گیا تھا۔

نبوی رضاعی ماؤں کا یہ حق مجھ خادم سیرت پر تو تھا ہی اور اس کو کچھ ادا کرنے کی حقیر سی کوشش کی گئی ہے۔ میری اپنی بعض رضاعی ماؤں اور بہنوں کی شخصیت طراز اور محبت خیز تربیت و شفقت نے بھی اس کتاب مستطاب کا تقاضا کیا۔ ان کا حق تو یہ حقیر قاصر خدمت کیا ادا کر سکتا ہے، اس مطالعہ کے ذریعہ البتہ ان کی خدمات کو ایک خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔ ان میں میری شفیق و عظیم ماں کے ساتھ ساتھ میری بڑی اماں بھی شامل ہیں اور ان کے حوالے سے ان کی دختریں اور میری بہنیں۔ ماؤں کی اتھاہ شفقت اور بیکراں خدمت سے مدت ہوئی محروم ہو چکا ہوں تاہم اپنی عزیز و کریم بہنوں میں سے بعض کی محبت سے ابھی تک بہرہ مند ہوں، لہذا یہ کتاب ان کے حوالے سے تمام رضاعی ماؤں کے نام معنون ہے کہ ان کی خدمات میں خلوص و وفا اور خدمت کا خالص جذبہ شامل ہوتا ہے۔

حسب دستور آخر میں اپنے تمام محسنوں اور مددگاروں کا شکریہ ادا کرنا لازمی سمجھتا ہوں کہ اب یہ رسم وفا بھی اٹھتی جا رہی ہے۔ یہ رسمی شکریہ نہیں ہے بلکہ اپنے ہر کام بالخصوص علمی کام میں ان کا احسان اپنے سر پر ہمیشہ محسوس کرتا ہوں اور ان کے احسانات و انعامات کا تشکر اس لئے نہیں ادا کرتا کہ ان کو اس کی کوئی ضرورت ہے بلکہ

مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔ اپنے اطمینانِ قلب کے لئے بھی اور اپنی احسان شناسی کے اظہار کے لئے بھی۔ کم از کم ناشکرا تو نہ کہا جاؤں۔ پھر خلقِ خدا کا شکر ادا کرنا تو شکرِ الہی ادا کرنے کی ایک صورت بھی ہے۔ جامع شکر یہ کے ساتھ ساتھ انفرادی شکر یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

● اللہ رب العزت کا رواں رواں شکر ادا کرتا ہوں کہ زندگی کے تمام انعامات میں سے میری حقیر علمی خدمت اسی کا فضل خاص ہیں۔

● رسول اکرم ﷺ کے احسانات سے کوئی مومن نہیں بچ سکتا۔ خاکسار خادم تو اپنی زیر باری پر فخر یہ تشکر ادا کرنا چاہتا ہے۔

● تمام بزرگ قدیم و جدید سیرت نگاروں اور دوسرے اہل قلم و علم کا مرہون منت ہوں کہ ان کی فراہم کردہ معلومات ہی نے توراہ دکھائی۔

● والدین ماجدین کے نیکراں احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ والدہ ماجدہ نے جنم دیا اور رضاعت کی اور ان ہی کا دودھ خون بن کر رگوں میں رواں دواں ہے۔ وہی جسمانی تشکیل اور روحانی تطہیر کا باعث ہے۔ والد ماجد نے تعلیم و تربیت کی سرفروشانہ خدمت انجام دی اور ان کے خلوص ہی کی بدولت یہ طفلِ مکتب کسی قابل بن سکا۔

● میری زندگی کے سارے اچھے کاموں میں میری رفیقِ حیات کا سب سے بڑا علمی اور احسانی عطیہ رہا ہے۔ زفافت، خدمت، محبت اور اتھاہ خلوص کی دولت ان کی ذات سے عبارت ہے۔ میں ان کا سرتاپا احسان مند ہوں۔

● اپنی تمام اولاد۔ فرزندوں، بہوؤں اور پوتے پوتیوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان سے ہزار ہا خوشیاں ہر لمحہ نصیب ہوتی ہیں۔

● اپنے تمام علمی محسنین اور معاونین کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ وہ ہمت افزائی

کرتے ہیں اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ ان میں بطور خاص مولانا عبداللطیف اثری صاحب حفظہ اللہ کے لئے شکر گزار ہوں کہ محبت بھرے اصرار سے اس کتاب کی طباعت کا انتظام کیا۔

● فرزند ارجمند معین سلمہ اور شاگرد رشید جمشید احمد ندوی سلمہ کا شکر یہ دل میں ہے کہ وہ اپنی خدمات سے مجھے اجاگر کرتے رہے ہیں۔

● اپنے ناشرین اور قارئین اور مبصرین و ناقدین کے لئے بھی سراپا سپاس ہوں کہ انھیں سے رونق بزم کتاب ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، والله الحمد في الاولى والاخرة،
ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

محمد یسین منظر صدیق

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

۳۰ مئی ۲۰۰۶ء

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

اولین رضاعی ماں

جاہلی عرب کی تہذیبی اقدار اور دینِ جنئی کی اسلامی روایات کے عین مطابق رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ تمام حدیثی، سیرتی اور تاریخی روایات و اخبار بتاتی ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے دودھ پلانیوں تلاش کی گئیں۔ ”والتمس لرسول اللہ ﷺ الرضعاء، قال ابن ہشام: المرابع..... الخ“ قدیم ترین دستیاب سیرت ابن اسحاق (محمد بن اسحاق ۶۹۹/۸۰ - ۷۶۷/۱۵۰) کی روایت میں لفظ مذکور ”الرضعاء“ کی تفسیر ابن ہشام (عبد الملک م ۸۳۳/۲۱۸) وغیرہ شارحین سیرت نے ”المرابع“ سے کی ہے اور قرآن مجید کی سورہ قصص ۱۲ میں واقع لفظ ”المرابع“ سے اسے مدلل کیا ہے۔ (۱)

رضاعت والدۃ ماجدہ

ایک فطری اور تہذیبی روایت یہ بھی تھی کہ بچے پچی کی ولادت کے بعد اس کی ماں ہی اسے اپنا دودھ پلاتی تھی، لہذا وہ اولین مرضعہ دودھ پلائی اور وہ بن جاتی تھی۔ حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول عام الفیل ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کے دن ہی آپ ﷺ کی والدۃ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب زہری (م ۵۷۷ء) نے آپ کی اولین رضاعت فرمائی۔ سیرت نگاروں نے اس نکتہ پر بڑا زور دیا ہے کہ آپ ﷺ

(۱) ابن اسحاق، اردو ترجمہ ۳۲، ابن ہشام ۱۶۰، کتبلی، ۱۳۳/۲، ۱۶۳/۱، جامعہ بلاذری ۱۶۲: التمس لہ الرضاع۔ بظہری ۲/۱۵۷ بروایت ابن اسحاق، مزید بحث حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کے باب میں (حطی) (علی بن برہان الدین م ۴۳۱/۱۶۳) انسان النیون فی سیرۃ الامین المأمون سیرت حلیمہ، حیدرآباد دکن ۸۳/۱، ۱۸۹۳۔

کے معدہ میں سب سے پہلے جانے والی غذا والدہ ماجدہ کا مبارک دودھ ہی تھا۔ اگرچہ اولین سیرت نگاروں میں سے بعض کے ہاں اس کی صراحت نہیں ملتی۔ (۱)

حلی ۸۲/۱ و ما بعد نے متعدد سیرت نگاروں کے اقوال پر مبنی اپنی بحث میں رضاعت والدہ ماجدہ کو اولیت دی ہے۔ اس کی مدت میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں: ایک روایت کے مطابق والدہ ماجدہ نے نو دنوں تک رضاعت کی تھی، قضاعی کی ”عیون المعارف“ کے مطابق صرف سات دنوں تک اور ”امتاع“ کے مطابق والدہ ماجدہ نے سات ماہ تک دودھ پلایا تھا۔ (۸۸-۸۷/۱ بالخصوص)

امام حلیؒ (علی بن برہان الدین حلی شافعی، ۱۵۶۷/۹۷۵-۱۶۳۳/۱۰۳۳) اور دوسرے سیرت نگاروں کی بحث کا خمیر دراصل اولین رضاعی ماں کی رضاعت کی اولیت و سبقت کے ضمن میں اٹھا ہے۔ امام شامی (محمد بن یوسف صالحی شامی، ۹۳۲م، ۱۵۳۵ء، مؤلف سبیل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد معروف بہ سیرت شامی) وغیرہ نے اولین رضاعی ماں کے دودھ کے رسول اکرم ﷺ کے بطن مبارک میں جانے کی بات کہی ہے جس سے ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی۔ اسی کی تشریح میں امام حلیؒ وغیرہ نے یہ صراحت کی ہے کہ والدہ ماجدہ کا دودھ اولین غذا تھی جو آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ اور رضاعی ماں کے اولین دودھ کا مطلب یہ ہے کہ وہ والدہ ماجدہ کے دودھ کے بعد کسی رضاعی ماں کا اولین دودھ تھا۔ (۲)

جدید سیرت نگاروں میں سے اردو کے عظیم سیرت نگاروں نے رضاعت والدہ ماجدہ کو بطور ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۳ء) کا بیان ہے کہ

(۱) ابن اسحاق ابن ہشام نے والدہ ماجدہ کی رضاعت کا ذکر نہیں کیا۔ سبکی نے اپنے متون کی پوری پوری بیرونی کی ہے اور رضاعت آمنہ پر بحث نہیں کی۔ ۱۳۹۲-۱۳۹۳ او ما بعد، ان کی متابعت کرنے والے بیشتر رواۃ نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ یہ روایتی تقلید رویہ دوسری جگہ بھی ملتا ہے۔ جیسے بلاذری ۹۲/۱، ۹۳ و ما بعد، شامی ۳۵۱/۱-۳۸۰، دیگر متداول اور مشہور کتب سیرت کے مؤلفین میں بھی یہی رویہ ہے۔

(۲) حلی ۸۸/۱-”أی أول لبن نزل جو فہ ﷺ بعد لبن أمہ“ یہی بات متعدد قدیم و جدید سیرت نگاروں نے لکھی ہے۔ نیز شامی، حوالہ مذکورہ بالا۔

”سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ نے دودھ پلایا“ (سیرۃ النبیؐ ۱۷۲/۱) اگرچہ اس کا حوالہ کوئی نہیں دیا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۸۹۹/۱۳۱۷-۱۹۷۴/۱۳۹۷ء) نے مولانا شبلیؒ کے بیان کو اپنے الفاظ میں پیش کر دیا ہے ”ولادت باسعادت کے بعد تین چار روز تک آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دودھ پلایا“ (سیرۃ المصطفیٰؐ ۶۸/۱) مولانا محمد جعفر شاہ پھولپوری کا بیان ہے کہ ”والدہ (آمنہ) نے کچھ دنوں دودھ پلایا“ (پنچغیر انسانیت، ۱) مولانا صفی الرحمن مبارکپوریؒ نے اسے تسلیم کیا ہے (الرحیق المختوم: ۵۵) نواب سید صدیق حسن قنوجی بھوپائی (۱۸۳۲-۱۸۹۰ء) نے لکھا ہے کہ ”حضرت کو آٹھ بیبیوں نے دودھ پلایا، آپ کی ماں نے تین دن یا سات دن“ (اشہارہ، ۱۳)

متعدد جدید اہل قلم ایسے بھی ہیں جنہوں نے ابن اسحاق و ابن ہشام کی روایت کی پیروی میں رضاعت والدہ کا حوالہ نہیں دیا۔ غالباً ان کو کبھی اس واقعہ سے انکار نہیں ہے لیکن وہ ایک خاص نقطہ نظر کی متابعت میں دوسری روایات کی طرف دھیان نہیں دے سکے۔ ان میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا ابوالحسن علی حسینی ندویؒ اور متعدد دوسرے بزرگ شامل ہیں (۱)

رضاعتِ ثویبہؓ

حدیث و سیرت اور تاریخ اسلامی کے بیشتر ماخذ کا اتفاق ہے کہ حضرت ثویبہ (ث و ب ہ) رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی اولین مرضعہ، رضاعی ماں، دودھ پلائی اور دایہ تھیں۔ امام محمد بن اسحاق اور ان کے بیشتر پیروکاروں نے حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ اس کے اسباب و وجوہ سے بحث کرنا ایک تحقیق طلب کام ہے۔ سرسری طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مرضعہ روائی کی تلاش و تگ و دو کی روایات میں ایسے گم ہوئے کہ اس واقعہ کو نظر انداز کر گئے۔ ابن اسحاقؒ کی روایات کے علاوہ تمام دوسرے ماخذ اور مؤلفین کرام نے حضرت ثویبہؓ کا ذکر آپ ﷺ کی بطور اولین رضاعی ماں کیا ہے۔

(۱) رحمۃ اللعالمین، ۴۱/۱، سیرت سرور عالم، ۲/۹۳، ۹۵، السیرۃ النبویہ، ۹۹-۱۰۰، نیز دیگر کتب سیرت عربی وارد۔

ان میں سے اکثر و بیشتر کا بیان ہے کہ والدہ ماجدہ کے بعد حضرت ثویبہؓ نے ہی آپ ﷺ کو کچھ دنوں تک دودھ پلایا تھا۔ ان محققین کی پیروی میں بہت سے متاخرین نے بھی حضرت ثویبہؓ کی اولین رضاعت نبوی کے واقعہ کو اپنے اپنے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ (۱)

شیلی و سلیمان ۱۷۲۱ء، اور لیس کا ندھلوی ۶۸-۶۹ء، موذوی ۹۵۲-۹۶ء، ابوالحسن علی ندوی ۹۹-۱۰۰ء، جعفر شاہ پھلواروی، ۱۔ صفی الرحمن مبارکپوری، ۵۵ء، قاضی سلیمان منصور پوری ”رحمۃ للعالمین“ نے باب رضاعت میں اس کا ذکر نہیں کیا مگر حضرت حمزہؓ وغیرہ کے حوالے سے کیا ہے۔ البتہ نواب صدیق حسن قنوجی بھوپالی کا بیان بہت دلچسپ ہے ”پھر ثویبہؓ اسلامیہ جاریہ ابولہب نے جس کو ابولہب نے وقت بشارت و ولادت آنحضرت ﷺ کے آزاد کر دیا تھا۔ یہ شیر خوار کی چند روز قبل قدم حلیمہ سعدیہ کے تھی“۔ (الشمامۃ العنبریۃ، ۱۳)

حدیثی مآخذ کے مطابق ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان امویؓ اولین سند ہیں جنہوں نے حضرت ثویبہؓ کی رضاعت بابرکات کا ذکر کیا ہے۔ ام المومنینؓ تو صرف راویہ صادقہ ہیں۔ اصلاً یہ بیان زبان رسالت ﷺ کا ہے: ”أرضعتنی ثویبہ“۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث مرفوع و مبارک کو کئی مقامات پر اپنے دستور روایت کے مطابق نقل کیا ہے۔ اصل حدیث: ۵۱۰۱ ہے۔ اور اس کی اطراف ہیں: ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳، ۵۱۲۴، ۵۳۷۲۔ جو دو مختلف ابواب میں آئی ہیں۔ امام مسلمؒ نے بھی اسی سند ام المومنینؓ سے اپنی احادیث بیان کی ہیں۔ ان دونوں کا حضرت ثویبہؓ پر پورا پورا اتفاق ہے۔ (۲)

(۱) واقدی بحوالہ ابن سعد ۱۰۸-۱۱۰، بلاذری ۹۲۲، طبری ۱۵۷-۱۵۸، شامی ۳۷۵-۳۸۰، ابن سید الناس ۴۷۱-۴۷۸، حلبی ۸۳۲-۸۸۸ وغیرہ، محققین سیرت میں اور بھی کئی اہم اہل سیر و تاریخ شامل ہیں۔

(۲) بخاری کتاب النکاح، ۲۰..... باب ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، فتح الباری ۱۷۵/۹۔ نیز ما بعد بحث شارح، کتاب النفقات، ۱۶۔ باب المراضع من الموالیات وغیرہن فتح الباری ۶۳۹/۹، مسلم، کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الرحم، حدیث (۱۵) (۱۲۳۹)، نووی، المنہاج، ۲۳۱-۲۳۲ وغیرہ کتب حدیث، جیسے دوسری کتب حدیث: ابوداؤد، کتاب النکاح، باب ما یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب، حدیث: (۲۰۵۶)

امام بخاریؒ نے اپنے بعض متابعات میں حضرت عروہ بن زبیر اسدی قریشی (۶۲۲/۲۲ - ۷۱۱/۹۳) کو حضرت ثویبہؓ کی رضاعت میں بطور ایک راوی ذکر کیا ہے۔ ان کی ایک مرسل روایت میں حضرت ثویبہؓ کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ اس قسم کی تصریح امام مسلمؒ نے نہیں کی ہے اور بعض دوسرے محدثین کرام نے بھی نہیں کی۔ ان میں ان کے قدیم و جدید شارحین بھی شامل ہیں۔ اس طرح حضرت عروہ بن زبیر اولین تابعی اور سیرت و سوانح کے اولین راوی بن جاتے ہیں جو حضرت ثویبہؓ کے بارے میں بعض سوانحی تفصیلات فراہم کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بہت اہم ہے کہ بیشتر متاخرین و محققین اور مولفین نے روایت حضرت عروہ کی پیروی کی ہے۔ اسی طرح یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ متعدد محدثین و محققین اور مورخین نے روایت حضرت عروہ کو قبول نہیں کیا ہے۔

تاریخی اور سیرتی مآخذ میں حضرت ثویبہؓ کی رضاعت نبوی کے باب میں امام طبریؒ (محمد بن جریر، ۲۲۲/۸۳۸ - ۳۱۰/۹۲۲) کی روایت ایک اور اولین سند کو لاتی ہے جو اسے مرفوع و متصل بناتی ہے۔ اس کی اولین راوی ایک اور صحابیہ حضرت برہ رحیبہ بنت ابی تجرؤہ ہیں۔ وہ قریش کے خاندان بنو عبدالدار کی ایک حلیف خاتون تھیں۔ اصلاً وہ قبیلہ کنده کے خاندان بنو تجرؤہ کی ایک فرد تھیں۔ یہ خاندان جاہلی دور میں کسی وقت مکہ مکرمہ میں بس گیا تھا اور جاہلی قبائلی روایات کے مطابق اس نے ایک قریشی خاندان۔ بنو عبدالدار۔ کے ساتھ حلف و لاء کا معاہدہ کر لیا تھا۔ جیسے کہ دوسرے بدوی قبائل نے معاہدات کئے تھے۔

(طبری ۱۵۷/۱۵۸)

دوسرے قدیم و جدید اور حقدم و متاخر سیرت نگاروں نے بالعموم ان ہی حدیثی اور سیرتی اولین رواۃ کرام کی روایات اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ واقدی، ابن سعد، ابن کثیر جیسے مولفین سیرت نے سند کا التزام کیا ہے۔ ان کی روایات کی حیثیت اور مقام و مرتبہ کا ان کی بنا پر پتہ چلایا جاسکتا ہے اور دوسری روایات سے ان کا موازنہ کیا جاسکتا

ہے۔ بلاذری جیسے بعض قدیم مؤلفین سیرت نے بعض مقامات پر اپنی اسناد کو خلط ملط کر کے اس تجزیاتی مطالعہ کو مشکل بنا دیا ہے (۱)

حضرت ثویبہؓ کی رضاعت نبوی کی مدت

حضرت ثویبہؓ کی رضاعت نبوی کے باب میں تاریخی اور توثیقی اعتبار سے پہلا سوال یہ ہے کہ والدہ ماجدہ کے بعد کتنے دنوں تک حضرت ثویبہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلایا؟ قدیم و جدید مؤلفین نے بالعموم اس پر بحث نہیں کی ہے۔ قدیم سیرت نگاروں کے ہاں البتہ ایک عمومی تبصرہ یا بیان یہ ملتا ہے کہ تھوڑے دنوں تک حضرت ثویبہؓ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، تم أرضعته ثویبہ آیاما قلائل (طبی ۸۸۸، بحوالہ قدام، یعقوبی ۹۱۲)۔ اس روایت میں واقع فقرہ ”آیاما قلائل“ کا مفہوم و مطلب سیرت نگاروں نے اپنی اپنی فہم کے مطابق پیش کیا ہے جو واقعہ و حقیقت کے مطابق بھی ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے۔

اردو کے جدید محققین سیرت نے اسی عام بیان اور تبصرہ کو قبول کر کے رضاعت ثویبہؓ کی مدت قلیلہ مقرر کی ہے۔ مولانا شبلیؒ نے والدہ ماجدہ اور حضرت ثویبہؓ دونوں کی رضاعت نبوی کے بارے میں بلا سند بیان دیا ہے: ”اور دو تین روز کے بعد ثویبہؓ نے دودھ پلایا“۔ مولانا کاندھلویؒ نے اسے ”تین چار روز“ بنا دیا ہے۔ یہ متعین مدت رضاعت والدہ ماجدہ کی ہے، حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کی مدت دونوں نے متعین نہیں کی ہے۔ دوسرے جدید اردو مؤلفین سیرت نے یہی عام بیانات دئے ہیں۔ البتہ قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے لکھا ہے کہ ”شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جب کہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے“ (رحمۃ للعالمین ۴۱/۱) ان کے اس بیان سے حضرت آمنہ اور حضرت ثویبہؓ دونوں کی

(۱) بلاذری، یعقوبی وغیرہ متعدد قدیم مؤلفین سیرت و تاریخ مختلف و متعدد روایوں کی روایات کو ملا کر کبھی کبھی بیان کر دیتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ”قالوا“۔

رضاعت کی کل مدت آٹھ دن از خود متعین ہوجاتی ہے۔ (۱)

رضاعت حضرت ثویبہؓ میں اشتراک

متعدد حدیثی روایات میں اور بہت سی سیرتی مرویات میں رضاعتِ ثویبہؓ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بعض دوسرے معاصر نو نہالان قریش کا اشتراک نظر آتا ہے۔ اور بالعموم رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے یا آپ ﷺ کی رضاعتِ ثویبہؓ کے ضمن میں آتا ہے۔ حدیثی روایات میں مشترکہ رضاعتِ ثویبہؓ کی دو طرح کی صورتیں ملتی ہیں جب کہ اخبارِ سیرت میں بالعموم ایک ہی سانس میں تین تین رضاعتوں کا اور کسی غیر معروف روایت میں چار چار رضاعتوں کا ذکر بیک وقت کیا جاتا ہے۔ حدیث و سیرت کی بعض انفرادی روایات بھی ہیں جو حضرت ثویبہؓ کے رضاعی فرزندوں میں بعض نئے نو نہالوں کو شامل کرتی ہیں۔

صحیحین بالخصوص بخاری کی مذکورہ بالا پانچ احادیث میں صراحت کے ساتھ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ کی رضاعت کا ذکر رضاعتِ نبوی کے ساتھ آتا ہے کہ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہؓ نے دودھ پلایا: "أرضعتنی و أباسلمة ثویبة" یا "ابنة ام سلمة" کے حوالے سے آتا ہے کہ مجھے اور اس کے باپ کو ثویبہؓ نے دودھ پلایا: "أرضعتنی و أباه ثویبة" مسلم اور ابوداؤد وغیرہ کی احادیث میں بھی اسی طرح حضرت ابوسلمہ مخزومیؓ کے رضاعتِ ثویبہؓ میں اشتراک اور اس کی بنا پر رسول اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی ہونے کے شرف کا ذکر خیر زبان رسالت مآب ﷺ سے براہ راست آتا ہے۔ (۲)

بعض مرویات حدیث انفرادی طور سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی عم نبوی کو

(۱) مودودی ۹۵۲۔ "رسول اللہ ﷺ نے ابتداءً چند روز تک ابولہب کی لوطی ثویبہؓ کا دودھ پیا"۔ ابوالحسن علی ندوی، ۱۰۰: "أرضعتہ ثویبة جارية عمه أبي لهب بضعة أيام"۔ جعفر شاد پھولاروی، ۱: "اور کچھ دنوں ابولہب کی لوطی ثویبہؓ نے رضاعت کا فرض انجام دیا"۔ نیز صدیق حسن خان قزوینی، ۱۳: "یہ شیر خواری چند روز....."

(۲) حدیث: ۵۱۰۱، ۵۱۰۴، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳۔ أرضعتنی و أباسلمة ثویبة۔ حدیث: ۵۱۲۳، ۵۱۰۶، ۵۱۲۳۔ أرضعتنی و أباه ثویبة۔

رسول اکرم ﷺ کا رضاعی بھائی بتاتی ہیں اور اس رشتہ کا ذکر بھی حضرت حمزہؓ کی ایک دختر سے نکاح نبوی کی تجویز کے ضمن میں آتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ نے اور بعض کے مطابق بھینہ مجہول رسول اکرم ﷺ کے سامنے تجویز رکھی تھی کہ آپ ﷺ دختر حمزہؓ سے شادی کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے: "إنہا ابنة أخی من الرضاعة" بخاری و مسلم وغیرہ کی ان روایات میں دونوں چچا بھتیجے کی رضاعی ماں کا نام مذکور نہیں ہے۔ شارحین نے حضرت ثویبہؓ کا نام لیا ہے (۱)

دوسری طرف روایات سیرت و انساب و تاریخ ہیں جو تین تین نو نھالان قریش کا نام بیک وقت لیتی ہیں۔ یہ تین فرزندان قریش ہیں: رسول اکرم ﷺ، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مثلاً ماہر نسب قریش مصعب زبیری (بن عبداللہ، م ۲۳۶/۸۵۱) کی سند پر اس روایت کو حدیث بخاری: ۵۱۰۰ کی شرح میں نقل کیا ہے۔ مسلم وغیرہ کے شارحین کرام امام نوویؒ وغیرہ نے اسی طرح مرویات سیرت کا سہارا لیا ہے اور ان کی بنیاد ہی پر حدیث کے ابہام کو واضح کیا ہے۔ شارحین و محدثین کے اس طریقہ کی ایک اہمیت بھی ہے۔ (۲)

بیشتر روایات سیرت و تاریخ زمانی توقیت اور تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ حضرت ثویبہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلایا۔ اور آپ ﷺ سے پہلے حضرت حمزہؓ کو اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوسلمہ کو دودھ پلایا تھا و کانت ثویبہ،

(۱) بخاری، حدیث: ۵۱۰۰؛ فتح الباری ۹/۵۷۹، ۸/۱۷۸؛ کانت ثویبہ۔ یعنی الآتی ذکرہا فی الحدیث الذی بعده۔ ارضعت النبی ﷺ بعد ما أرضعت حمزہ؛ حضرت حمزہؓ کی دختر نیک اختر کے نام نامی کے بارے میں سات اقوال ملتے ہیں: امامہ، عمارہ، سلمیٰ، عاتکہ، قاطرہ، لمتہ اللہ، سلمیٰ۔ ان میں سے اول الذکر امام زیادہ مشہور ہے۔ امام افضل ان کی کثرت حتی بقول ابن بشکوال۔

(۲) بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "محمد شہین کرام کی توقیت غزوات کا ایک تجزیہ" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری، مارچ ۱۹۹۷ء۔

مولانا ابی اہلب بن عبدالمطلب، ارضعت النبی ﷺ آیاماء قبل ان تاخذہ حلیمہ، من لبن ابن لہاء، یقال لہ مسروح، وارضعت قبلہ حمزہ بن عبدالمطلب، وارضعت بعدہ اباسلمة بن عبدالاسد المخزومی

زمانی و تاریخی ترتیب کے اعتبار سے حضرت حمزہ کا ذکر پہلے آنا چاہئے مگر راویان سیرت کو مقام و مرتبہ نبوی کا صحیح احساس تھا کہ ذکر رضاعت کا آغاز ذات رسالت ﷺ سے کرتے ہیں اور پھر ”قبل“ کہہ کر حضرت حمزہ کی رضاعت ٹوہیہ کی اولیت کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ بعض محققین نے صحیح تاریخی توقیت کو ملحوظ بھی رکھا ہے اور ترتیب سے تینوں رضاعی برادروں کا ذکر کیا ہے۔ بیشتر قدیم و جدید سیرت نگاروں نے ان ہی تینوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

حضرت حمزہ کی ایک اور رضاعت عارضی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ امام ابن قیم وغیرہ کی پیروی میں بعض جدید سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے عم مکرم کے رضاعی رشتہ کو دور رضاعی ماؤں۔ حضرت ٹوہیہ اور حضرت حلیمہ سعدیہ نے قائم کیا تھا ”اس طرح حمزہ دو جہتوں سے آپ کے دودھ میں شریک ہوئے: ایک ٹوہیہ اور دوسری بنو سعد کی خاتون کی جہت سے“۔ (۲)

مورخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب م بعد ۳۱۵/۹۲۷) ان نادروں میں سے سیرت میں ہیں جنہوں نے ایک ساتھ چار ٹوہیہ لانا قریش کا نام لیا ہے۔ مذکورہ تینوں فرزند ان رضاعی کے علاوہ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی کو بھی حضرت ٹوہیہ کا رضاعی

(۱) ابن سعد ۱/۱۰۸-۱۱۰؛ بلاذری ۱/۹۳؛ طبری ۲/۱۵۷-۱۵۸؛ ابن قیم، زاد المعاد، ۱/۱۹؛ اردو ترجمہ ۱/۵۹؛ ابن سید الناس ۱/۳۷-۳۸؛ طبری ۱/۸۵-۸۸؛ ابن کثیر ۲/۳۳۳؛ صحیحین کی روایت اور قول عروہ کا اضافہ بخاری؛ سلیمان منصور پوری ۲/۸۳، نے صرف حضرت ٹوہیہ کی رضاعت حمزہ میں اشتراک کا ذکر کیا ہے۔ نیز ۱۲۳ تینوں کی رضاعی برادری۔ (۲) ابن قیم، زاد المعاد، اردو ترجمہ بعنوان توشیح آخرت؛ ۱/۵۹؛ بعضی الرحمن مبارکپوری (۵۵) تھے امام اور ان کے سلفی محقق نے حضرت حمزہ کی بنو سعد میں رضاعت کو مستقل بتایا ہے: ”..... چچا حمزہ خاندان بنو سعد بن بکر میں رسول اللہ ﷺ جب حلیمہ سعدیہ کے یہاں تھے تو ایک دن حمزہ کی ماں نے آپ کو دودھ پلایا اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ سعدی رضاعی ماؤں نے الگ الگ حضرت حمزہ اور رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کی تھی۔ حضرت حلیمہ حضرت حمزہ کی رضاعی ماں نہیں تھیں۔

فرزند قرار دیا ہے۔ اور اپنے خاص نظریہ سے پہلے تینوں ہاشمی فرزندوں کا نام لیا ہے اور سب کے آخر میں حضرت ابوسلمہ مخزومیؓ کا:

”فكان أول لبن شربه بعد أمه لبن ثویبة مولاة أبي لهب، وقد أرضعت ثویبة هذه حمزة بن عبدالمطلب، وجعفر بن أبي طالب وأبا سلمة بن عبدالاسد المخزومي“ (۱)

حضرت ثویبہؓ کے مزید دور رضاعی فرزندوں کا ذکر بعض دوسرے مؤلفین سیرت یا شارحین کی تشریحات میں ملتا ہے۔ ابن ہشام کے شارح اور بذات خود ایک عظیم سیرت نگار امام سیہلیؒ (عبدالرحمن بن عبداللہ، ۵۰۸/۱۱۱۴ - ۵۸۱/۱۱۸۵) نے اپنی ایک روایت میں رضاعتِ خلاش کا ذکر کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ اور حضرت حمزہؓ کے ساتھ عبداللہ بن جحش اسدی خزیمیؓ کا نام لیا ہے:

”وأرضعته - عليه السلام - ثویبة قبل حلیمة، وأرضعته وعمه حمزة، وعبداللہ بن جحش“ (۱۶۳/۲ - ۱۶۴)

متاخرین میں مولانا مودودیؒ نے بعض نئے مآخذ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی رضاعتِ ثویبہؓ کا ذکر کیا ہے: ”ابن سعد اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ (ام المؤمنین حضرت زینب کے بھائی) نے بھی اسی (ثویبہؓ) کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے یہ حضرات حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے“ مولانا محترم نے دونوں مآخذ کے متعین حوالے نہیں دئے اور نہ ان کی سیرت کے مرتبین کرام نے۔ سیرت ابن ہشام کے مرتبین کرام نے بھی طبری، الروض الانف، الاستیعاب اور شرح المواہب کے عمومی حوالے دئے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابن ہشام کا بیان نہیں ہے بلکہ شارح ابن ہشام امام سیہلی کا ہے۔ (۲)

(۱) تاریخ یعقوبی ۹/۲؛ تاریخ وفات اور سوانح یعقوبی پر خاکسار کا مقالہ ملاحظہ ہو ”تاریخ یعقوبی“ سیرت نبوی کا

ایک اہم قدم مآخذ ”نقوش لاہور، رسول نمبر ادا ستمبر ۱۹۸۲ء، ۵۶۲-۵۹۳۔

(۲) سیرت سرور عالم ۲/۹۵-۹۶؛ ابن ہشام ۱/۱۶۱، مرتبین کا حاشیہ۔ ۶؛ قاضی سلیمان منصور پوری ۳/۲۷۳

زمانی جہت

حضرت ثویبہؓ کی رضاعت فرزند ان قریش کی ایک اہم جہت کا تعلق ان کی خدمت کے طویل عرصے سے ہے۔ انھوں نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کی رضاعت سے اپنی خدمت کا آغاز کیا تھا جیسا کہ روایات میں بتایا گیا ہے۔ ان سے قبل کسی ہاشمی یا قریشی کی رضاعتِ ثویبہ کا ذکر نہیں ملتا ہے، اگرچہ اس کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس اولین رضاعتِ ثویبہ کا زمانہ بہ اختلاف روایات رضاعتِ نبوی سے چار سال قبل یا دو سال قبل بتایا گیا ہے۔ وہ شمسی تقویم راجح الوقت کے مطابق ۵۶۷ء یا ۵۶۹ء کا زمانہ ٹھہرتا ہے۔

حضرت حمزہؓ کی رضاعتِ نبوی سے اتصال و اشتراک نے ایک الجھن بھی پیدا کر دی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبی (یوسف بن عبداللہ، ۴۶۳/۱۲۶۰) جیسے قداماء نے اور امام حلیؒ جیسے متاخرین نے اسے اور الجھایا ہے اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ ایک روایت حمزہؓ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے حضرت ثویبہؓ کے دودھ میں شریک ہونے کو بتاتی ہے۔ ان امان سیرت نے زمانی تقویم پر بحث طویل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چچا اور بھتیجے نے اگر دو زمانوں میں دودھ پیا تھا تو کوئی مسئلہ نہیں لیکن اگر حضرت حمزہؓ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ثویبہؓ کے فرزند حضرت مسروحؓ کے ساتھ دودھ میں شرکت کی تھی تو کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ فرزند حضرت ثویبہؓ کے ساتھ رضاعت میں دونوں چچا بھتیجے کا زمانی اشتراک چار سال قبل کی رضاعت قبول کرنے کی صورت میں ممکن نہیں کیونکہ حضرت مسروحؓ کے لئے جو دودھ اترتا تھا وہ چار سال تک جاری نہیں رہ سکتا لہذا دو سال والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ شروع زمانے میں حضرت حمزہؓ نے حضرت مسروحؓ کے ساتھ شرکت کی اور اخیر زمانے میں رسول اکرم ﷺ نے۔ لہذا دونوں کا زمانی اشتراک رضاعت بھی ہو گیا۔

ان امانان سیرت نے ترجیح روایات اور تطبیق زمانہ کے چکر میں مختلف زمانوں کی روایات نظر انداز کر دیں۔ ان سے زیادہ یہ حقیقت بھلا دی کہ حضرت ثویبہؓ نے بعض دوسرے نو نبہالان قریش کو ان دونوں کے بعد بھی دودھ پلایا تھا۔

سب سے اہم معاملہ ایک ماں کی رضاعت میں۔ خواہ وہ مختلف زمانوں کی ہوں یا ایک ہی زمانے کی۔ کئی بچوں کا اشتراک ہی ان کو ایک دوسرے کا رضاعی رشتہ دار بنا دیتا ہے اور رضاعت سے نسب کی طرح حرمت پیدا کر دیتا ہے، نظر انداز ہو گیا۔ مختلف روایات اور متعدد واقعات کا صحیح تجزیہ نہیں کیا گیا جس کی بنا پر یہ لا طائل بحث پیدا ہو گئی۔

امانان سیرت کی اس ترجیحی و تطبیقی بحث سے بہر حال یہ اصول ہاتھ آتا ہے کہ روایات متعلقہ کی تصحیح و تنقید ضروری ہے۔ (۱)

۲۔ دوسری زمانی جہت یا تاریخی تقویم یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کے بعد ہی، خواہ وہ چار قبل رہی ہو یا دو سال قبل رسول اکرم ﷺ کی رضاعت ثویبہؓ کا زمانہ آتا ہے جیسا کہ متعدد روایات حدیث و سیرت نے ”قبلہ“ کہہ کر صراحت کر دی ہے۔ حضرت ثویبہؓ کی رضاعت نبوی کا زمانہ اپریل ۱۷۱ء کا اواخر ٹھہرتا ہے یا اس کے اگلے ماہ کے آغاز کا۔ (۲)

۳۔ تاریخی ترتیب و توقیت کے لحاظ سے ایک انفرادی روایت کے مطابق حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمیؓ کی رضاعت ثویبہؓ کی باری آتی ہے۔ اس خاص روایت کے مطابق حضرت ابوسفیان ہاشمیؓ رسول اکرم ﷺ سے کچھ پہلے رضاعت ثویبہؓ میں آچکے تھے۔ دونوں عم زاد ہم عمر تھے لہذا یہ قوی امکان ہے کہ دونوں نے ایک

(۱) ابن سید الناس ۱/۳۷، ۳۸؛ حلبی ۸۳/۱ و بعد وغیرہ میں دو سال اور چار سال سن کے زیادہ ہونے سے بحث کی گئی ہے۔

(۲) اسد الغابہ ۲/۳۶، ۳۷؛ اصحابہ نمبر ۸۲۶ وغیرہ کے مطابق حضرت حمزہؓ کی عمر صرف دو سال زیادہ تھی، غزوہ احد میں وفات ہوئی تو عمر ۷۵ سال تھی۔ یعنی ۶۲۵ء میں۔ لہذا حضرت حمزہؓ کی رضاعت کا زمانہ اس روایت کے مطابق ۵۶۸ء تھا۔

ہی زمانے میں حضرت ثویبہؓ سے دودھ پیا تھا یعنی اپریل۔ مئی ۵۷۱ء میں۔ (۱)
 ۴۔ ایک اور تاریخی انفرادی روایت کے مطابق چوتھی رضاعت ثویبہؓ حضرت
 عبداللہ بن جحش اسدی خزیمیؓ کی تھی۔ وہ ایک بدوی قبیلہ بنو اسد/خزیمہ کے فرد تھے۔
 ان کے والد ماجد جحش بن رباع اسدی خزیمی نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی تو بنو
 امیہ کے حلیف بن گئے اور بنو ہاشم سے مصاہرت و زواج کا رشتہ قائم کیا۔ حضرت
 ثویبہؓ سے ان کی رضاعت کا زمانہ کافی بعد کا ہے۔ (۲)

۵۔ پانچویں رضاعت حضرت ثویبہؓ بلاشبہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ کی
 ثابت ہوتی ہے جن روایات میں تین رضاعتوں کا ذکر ملتا ہے ان میں پوری صراحت
 ملتی ہے کہ حضرت ثویبہؓ نے رسول اکرم ﷺ کے بعد ہی ان کو دودھ پلایا تھا۔ تاریخ
 وسیرت میں بالعموم اس زمانے کی تعیین نہیں ملتی اور نہ ہی حضرت ابوسلمہ مخزومیؓ کی عمر کا
 حوالہ آتا ہے ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہؓ کی عمر کے بارے میں البتہ روایات بتاتی ہیں کہ
 اسلام لانے کے وقت وہ بیس کے بیٹے (حدود العشرین) میں تھیں اور ۶۱ھ
 وفات کے وقت ۸۴ سال کی تھیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ سے عمر میں
 کافی چھوٹے تھے۔ صغیری نے اسلام لانے کے وقت ان کی عمر کو تیس کی حدود میں بتایا
 ہے۔ ”أسلم أبو سلمة في حدود الثلاثين من عمره وكان أختا

(۱) اسد الغابہ ۳/۶۶: برابر ابوسفیان، ۵/۲۱۳-۲۱۵؛ اسابہ نمبر ۸۱۷۸ (مغیرہ اور ابوسفیان دونوں میں ذکر، مؤخر
 الذکر میں مفصل: ۵۳۸ باب اکثی، ۴/۹۰-۹۱۔

(۲) اسد الغابہ ۳/۱۳۱؛ اسابہ نمبر ۳۵۸۳: شہید غزوہ احد ۳/۶۲۵؛ مامون اور رضاعی بھائی حضرت حمزہ ہاشمیؓ کے
 ساتھ ایک قبر میں مدفون ہوئے۔ کتبلی ۶/۳۵-۳۶ کے مطابق وہ غزوہ احد میں اپنی شہادت کے وقت پینتالیس
 سال کے تھے: ”كان عبد الله بن جحش حين قتل ابن بضع وأربعين سنة.....“ ان تصریحات
 سے ان کی رضاعت ثویبہ کا سنہ ۵۸ء مقرر ہوتا ہے یعنی رضاعت نبویؐ کے دس سال بعد۔ نیز ملاحظہ ہو: عبدالمتعال
 الصغیری، شباب قریش فی العهد السری للاسلام، قاہرہ ۱۹۴۷: ۱۲۷ جس کے مطابق وہ اسلام لانے تو
 ان کی عمر پچیس سال کی تھی ”أسلم عبد الله بن جحش وهو ابن خمس وعشرين سنة تقريبا“ اور
 وفات کے وقت: ”وهو ابن نيف وأربعين سنة“ (۱۳۰).....

النبي ﷺ من الرضاع، وأخامه حمزة بن عبدالمطلب من الرضاع

أيضاً أرضعت الثلاثة ثويبة وأبو سلمة آخرهم رضاعاً“ (۱)

۶۔ چھٹی اور اب تک کی معلوم رضاعت حضرت ثویبہؓ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کی ثابت ہوتی ہے۔ ان کا زمانہ رضاعت قطعی طور سے متعین کیا جاسکتا ہے کیونکہ سیرتی اور تاریخی مآخذ میں حضرت جعفر ہاشمیؓ کی عمر کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے مطابق وہ رسول اکرم ﷺ سے تقریباً بیس سال چھوٹے تھے اور غزوہ موتہ کے دوران ۶۳۰/۸ میں ان کی شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال سے اوپر تھی۔ لہذا ان کی رضاعت حضرت ثویبہؓ کا زمانہ ۵۹۱ء کے قریب متعین کرنا صحیح ہوگا۔ (۲)

ان تمام معلوم و مذکور رضاعات حضرت ثویبہؓ سے زمانی جہت اور تاریخی مدت مقرر کی جاسکتی ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کی اولین رضاعت ۵۶۷ء کے سال سے حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کی آخری رضاعت کے سن ۵۹۱ء تک قریب قریب پچیس سال کا زمانہ رضاعت بنتا ہے جو ایک چوتھائی صدی کے طویل عرصے کو محیط ہے۔ یہ خاصا لمبا عرصہ ہے اور اس دوران حضرت ثویبہؓ کے پورے ایام رضاعت کا بھی احاطہ ہو جاتا ہے۔ وہ بلاشبہ فطری زمانہ بھی ہے۔ بالعموم خواتین کی عام عمر رضاعت و ولادت بیس پچیس سال ضرور رہتی ہے۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ثویبہؓ نے اپنے ہر زمانہ ولادت و رضاعت میں کسی نہ کسی قریشی بچے کی بھی رضاعت کی

(۱) اسد الغابہ / ۳ / نیز ۳۱۸ / ۵ / بالترتیب عبداللہ اور ابوسلمہ میں؛ اصابت نمبر ۸۳ / ۴۷ : رضائی برادر نبوی و حضرت حمزہ بسبب رضاعت حضرت ثویبہؓ کنیت غالب تھی؛ وفات بعد غزوہ احد: شوال ۳ھ کی تاریخ زیادہ مستقر؛ عبدالمتعال الصعیدی، ۱۱۶۳؛ ابن سعد ۹۶ / ۸ / ۵۹۹ھ، لہذا ان کی رضاعت ثویبہؓ کا زمانہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کے دس گیارہ سال کا مقرر ہوتا ہے، یعنی ۵۸۱-۵۸۰ء یا اس کے قریب کا۔

(۲) اسد الغابہ / ۲۸۶ / اصابت نمبر ۱۱۶۶؛ شہید موتہ ۶۳۰ / ۸ / ۳۳ یا چالیس سال بروایت اصابت: ”فاسستوفی أربعین سنة وزاد علیها علی الصحیح“۔ عبدالمتعال الصعیدی، ۹۳۔ اسلام لانے کے وقت اٹھارہ سال تھے: ”أسلم جعفر وهو ابن ثمانی عشرة سنة“ اور وفات کے وقت تینتیس سال کے تھے ”وکان سنه عند موته ثلاثا وثلاثین سنة“ (۹۷)۔

تھی اور تا عمر یہ خدمت رضاعت انجام دی تھی۔

امام حلبیؒ نے سیرت شامی (محمد بن یوسف صالحی دمشقی، م ۹۴۲/۱۵۳۵) کا ایک بیان نقل کیا ہے جس کے مطابق حضرت ثویبہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے پہلے آپ ﷺ کے ایک چچا زاد بھائی حارث بن عبدالمطلب ہاشمی کے ایک فرزند ابوسفیان کو بھی دودھ پلایا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے ہم عمر بھی تھے اور آپ ﷺ کے مشابہ بھی تھے: ”وفی السیرة الشامیة وقد كانت أَرْضَعَتْ قَبْلَهُ أَبَاسْفِيَانَ ابْنَ عَمِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَارِثُ، وَفِي كَلَامِ بَعْضِهِمْ كَانَ تَرِبَالَهُ، وَكَانَ يَشْبَهُهُ“ ان کا اصل نام مغیرہ تھا لیکن وہ اپنی کنیت ابوسفیان سے زیادہ مشہور تھے اور وہ جاں نثار نبوی بھی تھے۔ (۱)

البتہ بلاذری اور بعض دوسرے سیرت نگاروں نے حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کو رسول اکرم ﷺ کا ایک رضاعی بھائی تو مانا ہے مگر حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی اتفاقی رضاعت کے رشتہ و عارضی تعلق سے، یہ اہم بات ہے کہ بلاذری میں یہ روایت مجروح انداز سے بیان کی گئی ہے۔ البتہ بعض دوسروں نے اسے صحیح روایت بھی مانا ہے۔ جیسے ابن اثیرؒ نے اپنے سوانحی خاکے میں لکھا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ایک رضاعی بھائی تھے اور ان دونوں کو حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ نے دودھ پلایا تھا: ”وَكَانَ أَخَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرِّضَاعَةِ، أَرْضَعَتْهَا حَلِيمَةُ بِنْتُ أَبِي ذَوَيْبِ السَّعْدِيَّةِ“ یہی امام سیبلیؒ نے لکھا ہے: ”وَكَانَ أَبُو سَفْيَانَ رَضِيَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَعَتْهَا حَلِيمَةُ“ ۹۲/۷۔ گویا یہ مستقل رضاعت تھی۔ مگر بلاذری کی روایت کے الفاظ ہیں ”وَيُقَالُ أَنَّ أَبَاسْفِيَانَ كَانَ أَخَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرِّضَاعِ، أَرْضَعَتْهُ حَلِيمَةُ أَيَّامًا“ اور یہی ابن سعد کی روایت

(۱) حلبی ۸۵/۱، نیز ۵۳۹/۱، بلاذری ۷۸۔۷۹۔۸۰، سوانح حارث بن عبدالمطلب ہاشمی، نیز رضاعت حضرت ثویبہؓ کے لئے فتح الباری ۹/۱۷۵، ۱۷۸؛ بحث بر رضاعت حضرت حمزہؓ نیز خاندان حارث ہاشمی پر بحث کے لئے: سلیمان منصور پوری ۷۲/۲۔۷۳۔۷۴، عبدالمطلب ہاشمی ۳۳۔۳۴، دما بعد۔

ہے کہ حضرت حلیمہ نے چند روزہ رضاعت کی تھی: ”کان أخا رسول اللہ من الرضاعة، أرضعته حلیمة أیاماً“۔ (۱)

رضاعتِ ثویبہ کا تسلسل

حضرت ثویبہؓ غالباً تاریخِ اسلامی کی واحد شخصیت اور اکلوتی ماں ہیں جنہوں نے ایسی نادر رضاعت کی تھی۔ ان جیسا کم از کم جاہلی عرب کی روایات میں تو کوئی اور نظر نہیں آتا۔ اسلامی تاریخ اور سیرتِ نبوی کے اوراق میں بھی وہ بے مثال ہیں۔ شہرت، مقبولیت اور محبوبیت میں بھی وہ فرد فرید ہیں، اگرچہ بعد میں اس کا تاج حضرت حلیمہ سعدیہ کے سر مبارک پر رکھ دیا گیا، لیکن اپنی رضاعی خدمات کے اعتبار سے حضرت ثویبہؓ کو تمام معاصر رضاعی ماؤں اور عرب مرضعات پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔ ان کی رضاعی خدمات کی کئی جہات ہیں اور ان کے بہت سے ثمرات بھی ہیں جو تہذیبی و معاشرتی کے علاوہ دینی اور اسلامی بھی ہیں۔

مکانی جہت

شرفاء مکہ اور اشرافِ قریش کا ایک سماجی دستور یہ بتایا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر ایک حوالہ گزرا، کہ وہ اپنے نو مولود بچوں کو رضاعت و پرورش کے دو گانہ کام کے لئے دیہاتوں، بدوی علاقوں اور صحت گاہوں میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اچھی اور صاف

(۱) ۴.....۳۹، ۵۰۔ بلاذری ۱/۳۶۱؛ اسد الغابہ ۵/۲۱۳؛ زاد المعاد ۱/۱۹؛ اردو ترجمہ ۱/۵۹؛ ”حلیمہ سعدیہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا“۔ امام ابن قیم کا بیان حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اس میں واضح ذکر ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمیؓ کو بھی حضرت ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ لیکن قاضی سلیمان منصور پوری نے ان کی رضاعت حلیمہ سعدیہ میں شرکت تسلیم کی ہے: ”یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیونکہ انہوں نے بھی حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا ۸۲/۴۔ ان تمام اختلافات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں مرضعات۔ ثویبہ اور حلیمہ۔ نے ان کی رضاعت کی تھی مگر حضرت ثویبہ کی رضاعت مستقل تھی اور حضرت حلیمہ کی عارضی۔ کیونکہ ابن سعد، بلاذری جیسے محققین اور شامی و طبری جیسے متاخرین نے اسی کی صراحت کی ہے۔

آب و ہوا کے سبب ان کی صحت بہتر ہوتی تھی، اور بدوی زبان عربی فصاحت و بلاغت میں شہری سے بہتر ہوتی تھی۔ بلاشبہ یہ ایک مکانی جہت ہے جس کی تائید و توثیق روایات سیرت کے علاوہ صحیح اخبار اور ان سے زیادہ احادیث سے ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی جسمانی صحت و طاقت سے زیادہ زبان نبوی کی فصاحت و بلاغت کا شرف اسی بدوی پرورش کو دیا جاتا ہے۔ (۱)

قدیم و جدید بیانات اور روایات بلاشبہ بدوی علاقوں اور دیہاتی قبیلوں میں نومولودوں کی رضاعت کو ثابت کرتے ہیں مگر وہ ایک جہت ہی ہے۔ اسی قدر بیانات اور روایات اور ان سے زیادہ شواہد اور دلائل شہری رضاعت کو بتاتے ہیں۔ جاہلی عرب

(۱) ابن ہشام ۱۶۷: "قال ابن اسحاق: وكان رسول الله ﷺ يقول لأصحابه: أنا أعرابكم، أنا قرشي، واسترضعت في بني سعد بن بكر". سبکی ۱۶۷۲، ۱۶۸: "لم كانت قريش تدفع أولادها إلى المراضع؟" کی سبب برہنہ کی تحت اس کے اسباب گنائے ہیں:

(۱) بیویاں شوہروں کے لئے فارغ ہو جائیں۔ سند میں حضرت ام المومنین ام سلمہ کی رسول اکرم ﷺ سے شادی کی رات میں ان کی کمن بچی حضرت زینت بنت ابی سلمہ مخزومی کے حضرت عمار بن یاسر کے ہٹا لینے کا واقعہ نقل کیا ہے جو حدیث میں ملتا ہے۔ یہ دلچسپ اور اہم حقیقت یہاں قابل ذکر ہے کہ حضرت عمار بن یاسر حضرت ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے۔ ان دونوں کی رضاعت، مرضعہ اور ان کے زمانے کے بارے میں تفصیلات ابھی تک تحقیق طلب ہیں۔ ابن سعد ۹۰۸ میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسر حضرت ام سلمہ مخزومی کے ماں جائے بھائی تھے "وكان أخواها لأمها" حضرت ام سلمہ کی والدہ کا نام تھا: عاتکہ بنت عامر کنانی اور والد کا ابو امیہ سبکی مخزومی۔

(۲) جسمانی صحت و قوت اور لسانی فصاحت و بلاغت بچے کو حاصل ہو: "لينشأ الطفل في الأعراب، فيكون أفصح للسانه، وأجلد لجسمه، وأجدر أن لا يفارق الهيئة المعدية" نیز قول حضرت عمر بروایت ابن ابی حدرد:۔

(۳) بنو سعد بن بکر میں رضاعت و پرورش نبوی کا واقعہ اور فصاحت و بلاغت کا ذکر نبوی اور ولید بن عبد الملک اموی کی محرومی کا واقعہ۔ شبلی ۱۷۲، ۱۷۳-۱۷۴ نیز حاشیہ ۲ نے امام سبکی کی تمام تحقیقات قبول کر لی ہیں اور بلا نقد و تبصرہ قبول کی ہیں۔ کانرہلوی ۱۶۹، ۷۰-۷۱ مع حواشی نے سبکی اور شبلی سے پورا مواد نقل کر دیا ہے صرف بعض مآخذ کا اضافہ کر دیا ہے۔ مؤذودوی ۹۶۲، ۹۸ بروایت ابن ہشام وابن اسحاق و ابن سعد۔ خاکسار کا مقالہ "عمید نبوی میں رضاعت" ان تمام قدیم و جدید روایات و بیانات پر نقد و تبصرہ کی ضرورت ہے۔

میں بھی اور اسلامی دور میں بھی بہت سے اشراف مکہ و مدینہ نے اپنے بچوں اور بچیوں کی رضاعت شہروں میں کرائی تھی۔ ایسی شہری رضاعی ماؤں اور مرضعات میں بدوی قبائل کی خواتین بھی ملتی ہیں اور شہری خاندانوں کی شریف زادیاں بھی۔ ”عہد نبوی میں رضاعت“ کے ضمن میں بہت سے واقعات اس قسم کے ملتے ہیں اور خود حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کا واقعہ یہی جہت رکھتا ہے (ملاحظہ ہو مقالہ خاکسار مذکورہ سابق)

حضرت ثویبہ مکہ مکرمہ کی باسی تھیں۔ غالباً ان کا تعلق کسی بدوی قبیلے سے تھا جس پر بحث آگے آتی ہے۔ لیکن وہ متعدد رضاعتوں کے طویل عرصے میں صرف مکہ مکرمہ میں ہی سکونت پذیر رہی تھیں۔ کوئی روایت ان کی بادیہ گردی کو نہیں بتاتی۔ اپنے تمام فرزند ان رضاعی کی رضاعت انھوں نے شہر مکہ میں ہی کی تھی اور انھیں اشراف مکہ نے ان سے رضاعت کرائی تھی جن کے بارے میں دستور بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بادیہ میں ضرور بھیج دیا کرتے تھے۔ شہروں میں رضاعت کا بھی دستور عرب تھا اور خوب تھا۔ اصل مقصد رضاعت کے فوائد، صحت، فصاحت اور عربیت حاصل کرنا تھا۔ وہ شہری رضاعت میں بھی حاصل ہو سکتے تھے اور ہوتے تھے۔ (۱)

اولادِ حضرت ثویبہؓ کی جہت

روایات سیرت و حدیث کا تصور ہے کہ وہ حضرت ثویبہؓ کے خاندان، نسب اور اولاد کا ذکر خام کرتی ہیں۔ ان کی صرف ایک اولاد۔ فرزند حضرت مسروقؓ کا پختہ حوالہ تو ضرور آتا ہے مگر دوسری اولاد اور ان سے زیادہ ان کے والد کا ذکر بالکل نہیں آتا۔ حضرت مسروقؓ کے والد کون تھے اور حضرت ثویبہؓ کے شوہر کی پہچان، شناخت اور شخصیت کیا اور

(۱) کئی اور ان کے زیر اثر تھے وغیرہ کی شہری تربیت و رضاعت پر تنقید اور خلیفہ ولید امویؓ کے شہری پروردہ ہونے کے سبب جن زدہ ہونے کا واقعہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت ولید فصیح البیان تھے، صرف ایک واقعہ اور روایت سے نتیجہ نکالنا قیاس سے زیادہ روایت پرستی ہے؛ اور یس کا مذکورہ ۶۹/۱۰ نے معہ حواشی بحوالہ ابن اثیر اور روض الانف ۱۰۹/۱؛

کیسی تھی؟ ان تمام سوالات کے جوابات تاریخ و سیرت کے دھند لکوں میں پوشیدہ ہیں۔
 بظاہر ان کے اجالے میں آنے کا کوئی امکان نہیں نظر آتا یہ بدیہی بات ہے کہ حضرت
 ثویبہؓ کی دوسری اولادیں بھی تھیں، اور ان کی تعداد ایک سے کہیں زیادہ تھی۔

اس کی سب سے بڑی شہادت حضرت ثویبہؓ کے رضاعی فرزندوں کی مختلف
 رضاعتوں کی حقیقتِ فطری ہے۔ بدیہی حقیقت ہے کہ ان چھ رضاعی فرزندوں کی
 رضاعت مختلف زمانوں میں اور کافی بڑے چھوٹے وقفوں کے بعد مسلسل ہوتی رہی
 تھی۔ ان میں سے ہر ایک رضاعی فرزند کے ساتھ ایک اصلی فرزند اور اولاد حضرت ثویبہؓ
 کا ہونا لازمی ہے، جس کے لئے اترے دودھ میں شرکت ہوتی۔ حضرت مسروحؓ جس
 طرح رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رضاعت رہے تھے اسی طرح حضرت حمزہ
 ہاشمی، ابوسفیان ہاشمی، عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی اور جعفر
 بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہم کے ساتھ لازمی طور سے دوسری اولاد حضرت ثویبہؓ
 شریک رہی تھیں۔ ان کا ذکر صریح یا اشارہ مضمرواایات میں نہیں ملتا تو راویوں کا تصور
 ہے جو ان کے قصور اطلاع اور عدم آگہی یا غفلت و کوتاہی پر مبنی تھا، مگر قانونِ فطرت
 اتنی ہی اولاد حضرت ثویبہؓ کی حقیقت ثابت کرتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل صحیح
 ہے کہ ۵۶۷ء سے ۵۹۱ء کے زمانے تک حضرت ثویبہؓ کے ہاں مختلف اولادیں ہوتی
 رہی تھیں۔ اس ضمن میں یہ اشارہ کرنا یہاں ضروری ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول
 اکرم ﷺ کا خاندان حضرت ثویبہؓ کے بقیہ نقیہ کے بارے میں سوال کرنا احوال کی
 تفتیش کے لئے تھا اور خبر دینے والوں کے جوابات ان کی بے خبری کی دلیل تھے، وہ
 حقیقت واقعہ ہرگز نہیں بتاتے۔ صرف ان کی بے خبری یا عدم واقفیت کی نشاندہی
 کرتے ہیں۔ لیکن قدیم یا متاخر سیرت نگاروں اور سوانح نویسوں نے ان کے خاندان
 یا لواحقین کے ختم و فنا ہونے سے تعبیر کر دیا۔ اس نکتہ کی طرف بعض علماء سیرت نے

اشارہ بھی کیا ہے۔

رضاعی فرزند ان ثویبہؓ کا خاندانی نسب و نسبت

حضرت ثویبہؓ کے رضاعی فرزندوں کے خاندانی نسب و تعلق کی جہت ان کی رضاعت کی ایک عظیم تر جہت ہے۔ بار بار ذکر آچکا ہے کہ ان چھ معلوم فرزندوں میں سے چار کا تعلق قریش کے عظیم ترین خاندان بنو ہاشم سے براہ راست رہا تھا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ سربراہ خاندان جناب عبدالمطلب ہاشمی کے فرزندوں۔ بارہ فرزندوں۔ میں سے ایک تھے۔ دوسرے عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند اکبر حارث بن عبدالمطلب کے یتیم فرزند تھے کہ ان کے باپ عام الفیل سے پانچ سال قبل وفات پا چکے تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمیؓ کی مانند رسول اکرم ﷺ بھی عبدالمطلب ہاشمی کے دوسرے مرحوم فرزند عبداللہ ہاشمی کے یتیم تھے۔ آخری ہاشمی فرزند حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جناب عبدالمطلب ہاشمی کے تیسرے پوتے تھے۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ عبدالمطلب ہاشمی کے اپنے فرزند عزیز کے علاوہ ان کے دیگر تین فرزندوں کے بیٹوں کی رضاعت حضرت ثویبہؓ نے یکے بعد دیگرے کی تھی۔ اور ان میں سے تین ہاشمی فرزندوں کی رضاعت کا انتظام خود جناب عبدالمطلب ہاشمی نے کیا تھا۔ صرف حضرت جعفرؓ کی رضاعت کا کام اور انتظام ان کے والد ماجد ابوطالب ہاشمی نے کیا تھا۔ یہ بھی اہم بات ہے کہ جناب عبدالمطلب ہاشمی کی روایت رضاعت کو ان کے بعد بھی جاری رکھا گیا۔ (عبدالمطلب ہاشمی..... ۴۳۰ وابعاد)

باقی دو غیر ہاشمی رضاعی فرزند ان حضرت ثویبہؓ میں سے ایک حضرت عبداللہ بن جحش کا تعلق خاندانی ایک بدوی قبیلہ بنو خزیمہ کے خاندان بنو اسد سے تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہونے کے بعد بنو امیہ کے حلیف اور دوست بن گئے تھے۔ جن کو بنو ہاشم کا روایتی حریف اور قبائلی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ مزید اہم

بات یہ ہے کہ یہ خلفاء بنی امیہ رشتہ مصاہرت سے بنو ہاشم کے رشتہ دار بن گئے تھے، جس طرح خود بنو امیہ کے کئی افراد کی ہاشمی خاندان میں شادیاں ہوئی تھیں۔ خاندانی طور سے بہر حال وہ غیر تھے۔ دوسرے غیر ہاشمی فرزند رضاعی حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ تھے جو خاندان بنو مخزوم سے تھے اور جن کا خاندان بنو ہاشم کے بزرگ تر خاندان بنو عبدمناف کا روایتی حریف، مد مقابل اور کسی حد تک رقیب سمجھا جاتا ہے۔ ان کی رضاعت بھی حضرت ثویبہؓ نے کی تھی۔ (۱)

دوسری طرف ایک دلچسپ قدر مشترک بھی ان تمام فرزندان رضاعتی ثویبہؓ میں ملتی ہے جو بہت اہم ہے۔ دونوں اسدی خزیمی اور مخزومی رضاعی فرزندوں کی مائیں ہاشمی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش کی ماں حضرت امیمہ تھیں اور حضرت ابوسلمہ کی ماں حضرت برہ تھیں اور ان دونوں کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب ہاشمی تھے۔ اس طرح دونوں فرزندان کے نواسے تھے۔ اسی مادری نسبت اور رشتہ سے وہ ابولہب ہاشمی کے بھانجے بھی لگتے تھے اور عرب روایت میں ”ابن اخت“ خاندان کا فرد سمجھا جاتا تھا جیسا کہ احادیث نبوی، روایات سیرت اور واقعات تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ خود ابولہب ہاشمی بھی اس رشتہ کا احترام کرتا تھا۔ (۲)

ایک دوسری جہت یہ بھی ہے کہ ان فرزندوں کی مائیں ہاشمی تھیں اور ان کی نسبت سے وہ بنو ہاشم کے بالعموم اور ابولہب ہاشمی کے رشتہ دار لگتے تھے تو بالکل اسی طرح دوسرے فرزندان حضرت ثویبہؓ کی مائیں بھی دوسرے خاندانوں سے تھیں جو الگ الگ

(۱) بحث کے لئے ملاحظہ ہو: ”عبدالمطلب ہاشمی.....“ ۳۳ وابعاد: بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات، بنو عبدمناف۔ عظیم ترجمہ خاندان رسالت“ معارف اعظم گڑھ، فروری مارچ ۱۹۹۶ء، ۱۶، ۱۷ وابعاد (۲) عبدالمطلب ہاشمی وغیرہ کے مذکورہ حوالے؛ نیز عمد نبوی میں سماجی تحفظ کا نظام، تحقیقات اسلامی علیگڑھ اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۲ء، ۲۱، ۲۷، بحوالہ ابن ہشام ۳۹۱/۱، ۳۹۴؛ کتبلی ۳۳۳/۳-۳۳۵: قصصہ ابی سلمۃ فی جوارہ۔ جب ابولہب ہاشمی نے حضرت ابوسلمہ مخزومی کی جوارانی طالب ہاشمی کی حمایت کی تھی؛ بخاری، مکتب اب العقیق، باب اذا اسر ان؛ حدیث: ۲۵۳۷؛ فتح الباری ۵/۲۰۷ وابعاد: ابن اخت پر بحث۔

تھے۔ حضرت حمزہؓ اور رسول اکرم ﷺ کی مائیں بنو ہرہ قریش سے تھیں اور حضرت ابوسفیانؓ و جعفر ہاشمیؓ کی مائیں بالترتیب قریش کے خاندان بنو فہر اور بنو ہاشم سے تھیں۔ ابوسفیانؓ کی ماں کا نام غزنہ بنت قیس فہری تھا اور حضرت جعفر کی ماں مشہورہ خاتون حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں، جو جناب عبدالمطلب ہاشمی کے اخیانی برادر تھے۔ لہذا وہ کئی قریشی خاندانوں سے مادری نسبتیں رکھتے تھے۔ ان مادری نسبتوں کی بنا پر اکابر قریش کو اپنے مادری رشتہ داروں کی حمایت و محبت اور جو ار حاصل ہوئی تھی۔ (۱)

رسول اکرم ﷺ کی رضاعتِ ثویبہؓ کے ضمن میں بالعموم ابولہب ہاشمی کی نسبت و سلسلہٴ جنابانی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان نسبی اور تارخگی حقائق کی بنا پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام رضاعتی فرزند ان حضرت ثویبہؓ کے سلسلے میں بھی اسی دشمن اسلام کا ہاتھ تھا۔ اس کی تردید میں اصل بحث تو حضرت ثویبہؓ سے ابولہب ہاشمی کے رشتہ و ربط کے بحث میں آئے گی یہاں یہ کہنا کافی ہوگا کہ نومولود بچوں کی رضاعت و پرورش کا کام عرب سماج میں اور اسلامی معاشرے میں بھی نومولود کے پدري سلسلے کے بزرگ کرتے ہیں جیسا کہ رضاعتِ نبوی اور دوسری رضاعتوں کے ضمن میں ثابت ہوتا ہے۔ (۲)

رضاعتِ ثویبہؓ کی نوعیت

رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کے باب میں بڑی صراحت کے ساتھ ذکر آتا ہے کہ حضرت ثویبہؓ نے صرف چند روز ہی آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ان ایام رضاعت کی مدت خواہ کتنی رہی ہو۔ بہر حال وہ حالات و اخبار کے لحاظ سے عارضی رضاعت رہی تھی۔ لیکن دوسری رضاعتِ حضرت ثویبہؓ کے بارے میں ایسی تصریح کہیں بھی نہیں ملتی، نہ اس قسم کے کسی طرح قرینے اور اشارے ہی ملتے ہیں۔ لہذا یہ

(۱) بلاذری ۱/۵۳۹ و ۵۴۰؛ ابن سعد ۱/۹۳-۹۴؛ اصحابہ نمبر ۲۵۹۲؛ اسد الغابہ ۱/۲۵۹؛ تذکرہ بلا صحابہ کرام و اکابر قریش مفصل بحث کے لئے: ”عبدالمطلب ہاشمی“..... ۲۸-۳۹ بالخصوص؛ نیز فتح الباری ۵/۲۰۸؛ بحث ابن اخت پر۔

(۲) رسول اکرم ﷺ کے دادا نے آپ کی رضاعت کا انتظام کیا تھا: ”عبدالمطلب ہاشمی“.....

ثابت ہوتا ہے کہ وہ باقی پانچ فرزندوں۔ حضرت حمزہؓ، ابوسفیان ہاشمیؓ، عبداللہ بن جحش اسدیؓ، ابوسلمہ مخزومیؓ اور جعفر ہاشمیؓ کی مستقل مرضعہ رہی تھیں۔ اور صرف ان کی رضاعت ہی باقاعدہ اور مستقل رضاعت رہی تھی جو روایت کے مطابق دو سال تک جاری رہی تھی۔

بہر کیف حسب دستور سیرت و سوانح بعض روایات ایسی ملتی ہیں جو ان اکابر قریش کی دوسری رضاعتوں اور ان کی دوسری ماؤں کا بھی ذکر کرتی ہیں۔ ان روایات کا تجزیہ کرنا ضروری ہے تاکہ رضاعتِ ثویبہ کے استقلال کا دعویٰ ثابت ہو سکے۔

حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمیؓ کی رضاعت کے معاملہ میں بعض روایات میں آتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر بھی آچکا ہے کہ ان کی رضاعت حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے کی تھی۔ بلاذری وغیرہ کی صراحت ملتی ہے کہ وہ رضاعت اگر رہی بھی تھی تو عارضی تھی کہ حضرت حلیمہ سعدیہ نے ان کو صرف چند دنوں تک دودھ پلایا تھا۔ ”أرضعت حلیمة أیاما“ جس طرح رسول اکرم ﷺ کی رضاعتِ ثویبہ عارضی رہی تھی۔ غالباً اس کا سبب حضرت ابوسفیان ہاشمیؓ کی رضاعتِ ثویبہ کا مستقل انتظام تھا جو رسول اکرم ﷺ کی رضاعت سے کچھ قبل ہو چکا تھا۔ حضرت ثویبہ بیک وقت اپنے فرزند اصلی کے ساتھ صرف ایک ہی رضاعتِ فرزند کی رضاعت کا بوجھ اٹھا سکتی تھیں۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ کے لئے دوسری مرضعات کی تلاش کی گئی۔ یہ تلاش بھی غالباً اسی رضاعتِ حضرت ثویبہؓ کی عدم دستیابی کے سبب ہوئی تھی۔ البتہ بعض روایات میں ان کی رضاعتِ نبی سعد کو مستقل بتایا گیا ہے جو غالباً ان کے براویوں کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حضرت حمزہؓ کی ایک ایسی ہی عارضی رضاعت کا حوالہ آتا ہے۔ بعض روایات ان کی رضاعتِ نبی سعد کو مستقل بتاتے ہیں لیکن وہ روایات دوسری روایات بالخصوص حضرت ثویبہؓ کی رضاعت سے مقید و مخصوص ہو جاتی ہیں۔

ان تمام روایات و اخبار کی تحلیل و تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ رضاعتِ نبوی کے علاوہ باقی تمام رضاعتیں مستقل نوعیت کی تھیں لیکن اگر وہ بعض سیرت نگاروں کے مطابق عارضی طور سے بھی رضاعت کے لئے منتخب کی گئی تھیں تو ان کے انتخاب کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ آخر ان ہی کا انتخاب کیوں کیا جاتا تھا؟

حضرت ثویبہؓ بطور مرضعہ مکہ

رضاعتِ ثویبہؓ کی غالباً اہم ترین جہت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے تمام ایامِ رضاعت میں چھ چھ نوہالانِ قریش کی رضاعت کی تھی۔ ایسے نوہالانِ مکہ اور فرزندانِ قریش جن کی شخصیات عہد ساز بلکہ تاریخ ساز تھیں اور جنھوں نے اپنے زمانے کے دھاروں کو بدل دیا۔ رسول اکرم ﷺ کی عظیم ترین شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں حضرت ثویبہؓ کی چند روزہ رضاعت کا کچھ نہ کچھ حصہ تھا اور دوسری شخصیات کی تہذیب و پرورش میں تو ان کے دودھ کی ایک بڑی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خون اور دودھ کے اثرات تا زندگی شعوری اور غیر شعوری طور سے کار سازی، کارگزاری اور کار فرمائی کرتے ہیں۔

یہاں ایک سوال اور بڑے کانٹے کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی عظیم شخصیات کی رضاعت کے لئے حضرت ثویبہؓ ہی کو کیوں منتخب کیا گیا؟ رسول اکرم ﷺ کی چند روزہ رضاعت کا مزید فریضہ والدہ ماجدہ ہی انجام دے سکتی تھیں تا آنکہ مستقل مرضعہ کا انتظام ہو جاتا۔ دوسرے ہاشمی اور مخزومی اور اسدی خزیمی نومولودوں کے لئے بھی ان ہی کا انتخاب بطور مستقل مرضعہ کیوں کیا گیا؟ ابولہب ہاشمی سے حضرت ثویبہؓ کے رشتہ و تعلق کی کار سازی تھی کہ اس نے اپنے بھائی، بھتیجوں اور بھانجوں کی رضاعت کے لئے ان کو منتخب کیا۔ اس رشتہ و تعلق میں ایسی کوئی مجبوری کا عنصر یا جبر کا معاملہ نہیں تھا کہ صرف حضرت ثویبہؓ ہی کو متعین کیا جاتا۔ ابولہب ہاشمی یا دوسرے سرپرست فرزندان کی خاندانی مرضعہ کا انتخاب کر سکتے تھے یا کسی اور خدمت گزار کو مامور کر سکتے

تھے ان کے ہاں، ان کے اپنے خاندانوں اور گھروں میں اور پورے شہر حرام میں خاندانی مستورات کی کمی تھی، نہ دوسری رضاعی خدمت گزاروں کی۔

ان تمام اور ان جیسے دوسرے تمام سوالات کا ایک ہی جواب سمجھ میں آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی شخصیت اور بطور مرضعہ ان کی حیثیت نے ان کو یہ مقام عالی شان دلایا تھا۔ قریش اور غالباً پورے مکہ مکرمہ میں ان کو ایک مثالی رضاعی ماں سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کی رضاعت و حضانت، پرورش و پرداخت اور مادرانہ شفقت و محبت کے عظیم نقوش دلوں میں ثبت تھے۔ ان ہی وجوہ محبت کی بنا پر حضرت ثویبہؓ کو مختلف زمانوں میں اور ایک خاصے طویل عرصے تک فرزندان ہاشمی و قریشی کی رضاعت کا کام سونپا گیا۔ ان کی مادرانہ رضاعت کے ہر ہر زمانے اور ہر مرحلے میں ان سے اور صرف ان ہی سے یہ خدمت لی گئی۔ دوسری مرضعات کو اسی وقت پسند یا منتخب کیا گیا جب وہ فطری وجوہ سے خدمت گزاری سے معذور یا مجبور تھیں۔

حضرت ثویبہؓ کی سماجی حیثیت

قدیم حدیثی اور سیرتی مصادر میں بالعموم حضرت ثویبہؓ کو ابولہب ہاشمی کی ایک باندی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس سماجی حیثیت اور معاشرتی مرتبت کے لئے مختلف الفاظ و اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، جن کے مخصوص معانی و مقابہم ہیں۔ (۱)

اور نہ صرف ان روایات میں ان کی مولاء کی حیثیت دکھائی گئی ہے بلکہ ان کے آزاد (عتاق) کرنے کی بات بھی کہی گئی ہے۔ اردو سیرت نگاروں نے انھیں روایات و اخبار اور تبصروں سے متاثر ہو کر ان الفاظ کا اردو ترجمہ الگ الگ ضرور کیا ہے مگر ان سب میں غلامی اور کنیزی کا معنی و مفہوم ضرور موجود ہے۔ حالانکہ ان میں سے

(۱) جیسے ”مولاء“ (بخاری، بلاذری، فتح الباری، طبعی (ص ۳۵)، اصابعہ ابن حجر عسقلانی، نیز متعدد دیگر بنیادی کتب حدیث و سیر؛) ”جارية“ (شامی، طبعی، سہیلی، قوجی (سید صدیق حسن)؛ طبعی ۹؛ نیز بعض دوسری کتب تاریخ و سیرت؛) اور مملوكة (بلاذری)

کئی دوسرے مواقع پر ان اصطلاحات کا دوسرا ترجمہ کرتے ہیں۔ جیسے متعدد احادیث میں جاریہ کا ترجمہ بچی بچیاں اور کسن لڑکی لڑکیاں کیا ہے جیسے جواری بنی النجار کے گیت میں آتا ہے۔

لفظ لونڈی سب سے زیادہ مقبول ہے کہ بہت سے اردو سیرت نگاروں اور علماء محققین نے اس کو حضرت ثویبہؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔ (سید سلیمان ندوی، سید ابوالاعلیٰ مودودی، سید ابوالحسن علی ندوی، رسول اکرم، جعفر شاہ پھلواری، صفی الرحمن مبارکپوری وغیرہ) مولانا ادریس کاندھلوی نے ”آزاد کردہ کنیز“ کی اصطلاح استعمال کی ہے اور غالباً دوسروں کے ہاں بھی وہ ملتی ہے۔ بہر حال ان سب میں حضرت ثویبہؓ کی غلامی، کنیزی اور اس سے آزادی کے معنی مفہوم ملتے ہیں اور ان کو بہر حال لونڈی ہی سمجھا اور سمجھایا گیا ہے اگرچہ ان کی غلامی اور اس سے متعلق دوسری تفصیلات کا توڑا ہے۔

غالباً ان کے ”مولاء“ ہونے کا تصور اور اس بندھن سے آزاد ہونے کا واقعہ سب سے پہلے امام سیرت وحدیث حضرت عروہ بن زبیر اسدی قریشی رحمہ اللہ (۶۳۲/۲۲-۱۱۷/۹۳) نے بیان کیا تھا۔ ان کی قدامت وثقاہت نے ان کے خیال کو واقعہ بنا دیا اور حدیث بخاری۔ ۵۱۰۱ کے تعلقہ میں اس کے نقل کئے جانے نے اس پر ممبر تصدیق ثبت کر دی۔ امام بخاریؒ نے حدیث حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ کے بعد اپنے تعلقہ میں قول عروہ نقل کیا ہے: ”قال عروہ: وثویبہ مولاء لابی لہب“

(بخاری ۵۷۹ وغیرہ)

غالباً دوسرے تمام قدیم راویوں، سیرت نگاروں اور شارحین حدیث نے قول عروہ کو بھی حدیث مرفوع کی طرح قطعی اور صحیح سمجھا، اور اس کی روایت نسل در نسل اور کتاب بہ کتاب ہوتی رہی۔ کسی نے اس قول و خیال: اور روایت کی تنقید کا خیال بھی نہ کیا۔ ظاہر ہے کہ جب یہ خیال ذہن و قلب میں راسخ ہو گیا تو دوسری روایات

و احادیث کی چھان بین اور تنقید و تجزیے کی طرف دھیان بھی نہیں گیا۔
 ”مولانا ابی لہب“ کہنے کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے ان کی آزادی کی روایت بھی اپنے مرسل انداز میں کر دی۔ اسے بھی بعد کے تمام راویوں نے قبول کر کے نقل کیا اور اسے سکہ رائج الوقت بنا دیا۔ متاخرین کو پھر تحقیق حال کی جستجو کیوں ہوتی؟ ”مولانا“ کے ساتھ ان کی آزادی کی روایت نے دوسرے الفاظ غلامی کو بھی روایات و اخبار میں چلا دیا اور وہ صحیح یا نندی بن کر رہ گئیں۔ حضرت ثوبیہؓ مولانا ابی لہبؓ تھیں اور ان کو کسی وقت ان کے آقا و مہربان نے آزاد کر دیا تھا۔ اس روایت کو تقریباً تمام مولفین کرام نے بیان کیا ہے۔ البتہ ان کی غلامی اور کنیزی کی مدت اور آزادی و خود مختاری کی توقیت پر ان مولفین سیرت میں اختلاف ہوا ہے۔

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ حضرت ثوبیہؓ کی آزادی کے وقت و لمحہ کے بارے میں دو متضاد روایات نقل کی گئی ہیں۔ یہ روایات بھی راویوں کی پسند خاطر پر مبنی ہیں اور ان کو قبول و مسترد کرنے والوں کا رویہ بھی ان کے ذہنی و فکری رجحان کا آئینہ دار ہے۔ بہر حال ان روایات سے آزادی کے سبب دو طبقات مولفین بن گئے ہیں اور ان کی وجہ سے ایک اصول تالیف و قبولی روایت بھی ملتا ہے اور وہ ہے اصول تزییح۔ دو قسم کی یا متضاد و متضاد روایات میں پہلے تو تطبیق کر کے ان سب کو صحیح قرار دینے کی کوشش کا اصول و عمل بھی ملتا ہے، مگر تطبیق کے محال و ناممکن ہونے کی صورت میں ان میں سے کسی ایک کو تزییح دینے کا عمل عام ہے۔ یہ مشہور قاعدہ ہے۔ (۱)

(۱) محمد بن یوسف الرضی، معجم اصطلاحات حدیث، ہر جہ سبیل حسن، دار الکتب العلمیہ، اردو مارکٹ، دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۲۔
 التزییح: اگر کسی مسئلے میں دو قابل قبول احادیث میں تعارض نظر آئے تو ان میں سے کسی کو سبک کر دیا جائے۔
 اگر صحیح کرنا ممکن نہ ہو تو ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ترجیح دینے کے مراحل یہ ہیں: ۱۔
 ناسخ کا علم ہو جائے تو منسوخ پر ترجیح دی جائے گی۔ ۲۔ ناسخ کی روایت میں کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دیں گے۔ ۳۔ جیسا یا ان سے

۲۔ ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہونے کی صورت میں کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دیں گے۔ جیسا یا ان سے
 زائد و جو ترجیح پائی ہیں.....

حضرت ثویبہؓ کی غلامی سے آزادی

حضرت ثویبہؓ کی آزادی کے بارے میں دو طرح کی روایات میں ایک خاص نکتہ ہے:

(الف) ولادت نبوی کے معا بعد وہ آزاد کر دی گئی تھیں۔
 (ب) ان کی ہجرت نبوی تک آزادی عمل میں نہیں آئی تھی۔ حدیث بخاری اور دوسری روایات میں ان کی آزادی کے وقت سے جو بحث کی گئی ہے وہ دو طبقات کے مطابق الگ الگ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔ اس بحث میں تحلیل و تنقیح اور تنقید و تجزیے سے بھی پورا پورا کام لیا جائے گا، تاکہ اصل صورت حال واضح ہو سکے۔

رضاعت نبوی سے قبل آزادی

مولفین سیرت دونوں قدیم و جدید۔ کو اس نکتہ سے بڑا شغف ہے کہ حضرت ثویبہؓ نے بطور ایک آزاد مرضعہ رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ان کے خیال و نظریہ میں ایک باندی، ایک لونڈی اور ایک کینز کی رضاعت مقام نبوی سے فروتر تھی۔ حسن اتفاق سے حدیث بخاری۔ ۵۱۰۱ میں وارد قول حضرت عروہؓ میں اسی رجحان و خیال کی عکاسی کی گئی ہے کہ ابوہب نے ان کو پہلے آزاد کر دیا تھا اور اس کے بعد انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کی تھی: ”وکان أبوہب أعتقها فأرضعت النبي ﷺ“ شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اس خیال کے ترجمان ہیں، لہذا انھوں نے قطعیت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ وہ رضاعت نبوی سے قبل آزاد ہو چکی تھیں اور اپنی تائید میں امام سہیلی کی رائے اور تبصرہ کو بھی نقل کیا ہے: ”ظاہرہ أن عقتہ لها کان قبل إرضاعها۔۔۔ وحکی السہیلی ایضا أن عتقها کان قبل الإرضاع، وسأذكر كلامه“۔ دوسرے قدیم و جدید مولفین و شارحین میں سے کئی نے یہی نقطہ نظر اپنایا ہے۔ (۱)

(۱) فتح الباری، ۱۸۱۹؛ سہیلی ۱۶۴۲/۵ نیز ۱۹۲۵؛ نیز حلبی ۸۴۱؛ اور لیس کاغذی ۶۸۱ بحوالہ زرکانی ۱۱۳۷؛ نیز

صديق حسن قنوجی، ۱۳۔

آزادی کا سبب

حسب دستور امام سہمیؒ نے اس عقد کو کھولا ہے کہ ابولہب نے رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنانے کے صلے میں حضرت ثویبہؓ کو آزاد کر دیا تھا "وكانت ثویبة بشرت ابا لهب بمولده فاعتقها" یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے امام سہمیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی میں ایک جوہری فرق ملتا ہے۔ حافظ موصوف نے حضرت ثویبہؓ کی آزادی کا حوالہ ایک خواب (رویا) کے بیان میں دیا ہے۔ ایک طرح سے وہ ابولہب کے مرنے کے بعد کسی کے خواب میں اس کے اخروی حالت زار کے بیان کا ایک حصہ ہے۔ اس پر ایک الگ فصل میں بحث آتی ہے۔ امام سہمیؒ نے اپنی ایک روایت میں اسے بطور واقعہ بیان کیا ہے، جو تاریخی ہے۔

امام سہمیؒ کے مطابق حضرت ثویبہؓ نے ابولہب کو بشارت دیتے ہوئے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آمنہ نے آپ کے بھائی عبداللہ کے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے؟ ابولہب نے ان سے کہا جاؤ تم آزاد ہو: "كانت ثویبة قد بشرته، فقالت له: أشعرت أن آمنه قد ولدت غلاما لأخيك عبد الله؟ فقال لها: اذهبي، فأنت حرة....." (1)

متعدد دوسرے متاخرین نے بھی اسی روایت و بیان اور نقطہ نظر کو قبول کیا ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی آزادی ولادت نبوی کے معا اس کی بشارت ابولہب ہاشمی کو دینے کے سبب ہوئی تھی۔ بعض نے صراحت کے ساتھ اور بعض نے مضمر طور سے سبب آزادی کو بیان کیا ہے۔ ان کی آزادی کی یہ معقول وجہ معلوم ہوتی ہے اور اس کی دو وجوہ تھیں: ایک یہ کہ ابولہب ہاشمی نے اپنے یتیم بھتیجے کی پیدائش کو نعمت غیر مترقبہ جان

(1) مکمل 192/5: حاشیہ محقق 2، روایت شیعین..... "قد أخرجنا عن عروة قال: أعتق ابولہب ثویبة فأرذعت رسول الله....."؛ تیزج الباری 181/9؛ طلی، کانہ طوی وغیرہ کے مذکورہ حوالے؛ ابن کثیر 7/323؛ اشاف بخاری؛ صدیق حسن قوی، 13)

کر مارے خوشی کے بشارت دینے والی خاتون زباندی کو اپنی غلامی کے بندھن سے آزاد کر دیا۔ دوسری یہ کہ غلام اور باندیوں کے احوال آزادی میں سے ایسے مواقعِ مسرت و بشارت بھی شامل تھے اور ان کی سند بھی ملتی ہے۔ اول الذکر وجہ کو بعض سیرت نگاروں نے قبول کیا ہے اور دوسری وجہ پر مختصر بحث آگے آتی ہے۔

طویل مدت کے بعد آزادی

بعض دوسری روایات ایسی ملتی ہیں جن میں دو زمانے ان کی آزادی کے بیان کیے جاتے ہیں: ایک ہجرت نبوی سے قبل اور دوسرے ہجرت نبوی کے بعد۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے سیرتِ نبوی روایات کے اختلاف سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے مطابق ابوہریرہ نے حضرت ثوبہ کو ہجرت سے قبل آزاد کیا تھا جو ایک طویل زمانے کا معاملہ ہے ”وہو ان ابدالہب اعتقہا قبل الهجرة.....“ بلاشبہ وہ دہر طویل کا معاملہ بنا دیا جاتا ہے کہ اس طرح ان کی آزادی کا زمانہ ترین سال تک ۶۲۲ء تک ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب کہ رسول اکرم ﷺ کی عمر شریف ترین سال تھی اور حضرت ثوبہ اپنی زندگی کے بہترین ایام گزار کر خیر عمر کو پہنچ چکی تھیں۔ (بخاری ۱۸۱۶)

غالباً اسی قسم کی روایات اور اسی نوع کے بیانات سننے سے ہجرت نبوی کے بعد کے زمانہ میں ان کی آزادی کے خیال کو جنم دینا کیونکہ متعدد روایات سے منہمکی بتایا ہے کہ ان کی آزادی ہجرت نبوی تک وقت یا اس سے بعد ہی عمل میں آئی تھی۔ مثلاً بلاذری کی روایت میں ہے: ”ففلحنا ہنا جوسرنا بحول اللہ علیہ السلام إلی البیتین اعتقہا أبوہریرہ“۔ جیلوں کے تقدیر و تباہی کے بل تھیں روایتِ حلی کی منہمک لفظ ”بیتین“ کے ساتھ لکھی ہے ”وَقَبِيلُ أَنْبَاءِ أَنْبَاءِ أُنْبَاءِ قَبِيلِهَا الْعِلَاحِ جِلْزَارِ سَبْعُونَ اللَّهُ ﷺ إلی المَدِينَةِ“ امام بیہقی نے اسی روایت کی علامت کے ساتھ امام ابن سعد کی روایت نقل کی ہے جس میں ہجرت ۲۲ ذی الحجہ ۱۱ھ (۶۲۲ء) میں واقع ہے۔ (بخاری ۱۸۱۶)۔ (بخاری ۱۸۱۶)۔ (بخاری ۱۸۱۶)

پوری طرح ملتی ہے: "ہو لم یعتقها إلا بعد الهجرة"۔ بہر حال ابن تمام روایات میں ہجرت کے قریب یا بعد ان کی آزادی کو صحیح نہیں گردانا گیا ہے۔ اس کے باوجود متعدد متاخرین و محققین نے ان کی آزادی کی ہجرت کے بعد کی روایات کو ہی قبول کیا ہے اور ان کی مخالف روایات کا حوالہ بھی نہیں دیا، مثلاً مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ "بعد میں اس نے خود ہی آزاد کر دیا" اگرچہ اس بعد کی تعیین نہیں کی ہے مگر مکی دور کے بعد ہی کی وہ بات ہے۔ ان تمام روایات میں بہر حال حضرت ثویبہؓ کی آزادی کی وجہ نہیں ظاہر کی گئی ہے جیسے کہ مولانا مودودیؒ وغیرہ کے فقرے سے معلوم ہوتا ہے۔ (۱)

آزادی کی روایات میں ترجیح

ان دو متضاد روایات آزادی میں ایک مورخ و سیرت نگار کے لئے انتخاب و ترجیح کا مشکل مرحلہ پیش آتا ہے۔ ترجیح دینے کے کچھ اصول ہیں اور امامان حدیث و تاریخ ان ہی اصول اور وجوہ کی بنیادوں پر دو متضاد یا دو سے زیادہ متضاد روایات میں ترجیح دیتے ہیں اور ایک کو قبول اور دوسرے کو مسترد کرتے ہیں۔ سردست ان اصول و وجوہ سے بحث نہیں کرنی ہے صرف مختلف امامان سیرت کے عملی ترجیح سے مختصر بحث کافی ہوگی اور اسی سے ان کے اصول و وجوہ کا بھی پتہ چل جائے گا اور ان متضاد روایات میں کسی ایک کو ترجیح دے کر اسے قبول کر لینے کا حق ہمیں بھی مل جائے گا۔

بیشتر قدیم محدثین اور امامان سیرت نے حضرت ثویبہؓ کی آزادی کو ولادت نبوی کی خوشخبری دینے کے معا بعد کا واقعہ تسلیم کیا ہے اور بعد کی آزادی کی روایات پر اسی کو ترجیح دی ہے۔ ان کے بیانات سے چند وجوہ اور بنیادیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ قدیم ترین امام سیرت و حدیث حضرت عروہؓ نے اگرچہ سبب آزادی نہیں بیان کیا تاہم ان کی آزادی کو پہلے بتایا ہے اور اس کے بعد ہی رسول اکرم ﷺ کی

(۱) بلاذری ۹۶/۱؛ طبری ۸۵/۱؛ سبکی ۱۹۱/۵-۱۹۲؛ حاشیہ محقق ۳۔ بحوالہ طبقات ابن سعد؛ نیز دیگر کتب سیرت؛

رضاعت ہونے کا واقعہ تسلیم کیا ہے۔ امام بخاریؒ کے تعلقہ پر امام ابن حجر عسقلانی کی بحث میں یہ واضح ہے امام سہیلی وغیرہ نے قدماء میں اور دوسرے مؤلفین میں متاخرین نے اسی کو قبول کیا ہے اور پوری صراحت و وضاحت سے کام لیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی آزادی کی وجہ بھی بعض دوسری روایات میں بیان کی گئی جو ولادت نبوی کے بعد ان کی آزادی کو ثابت کرتی ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعد میں ان کی آزادی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی جب ابولہب ہاشمی کی اسلام و رسول دشمنی اپنے عروج پر تھی۔ اس کے برخلاف رسالت و بعثت کے زمانے تک اسے رسول اکرم ﷺ سے خاص محبت تھی۔ امام سہیلیؒ کی جیسی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ولادت نبوی پر اسے اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے بشارت دینے والی باندی کو آزادی بخش دی۔

تطبیق اور دو متضاد روایات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی سعی بلیغ بھی علوم حدیث و سیرت و تاریخ میں ایک اصول بن گئی ہے۔ امام سہیلیؒ اور حلیؒ نے امامان تطبیق کے خاص انداز میں دور کی کوڑی لانے کے مترادف توجیہ کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایات آزادی میں کسی قسم کی ”منافاة“ (تصادم و تضاد) نہیں ہے۔ اس کا امکان ہے کہ ابولہب نے ان کو آزادی تو بشارت کے صلہ میں بخش دی تھی مگر ان کی آزادی ظاہر و باہر نہیں ہو سکی۔ حضرت ثویبہؓ کی فروخت و بیع کی تجویز کو اس نے اس لئے مسترد کر دیا تھا کہ وہ پہلے سے آزاد تھیں اور آزادی بیع نہیں ہو سکتی۔ خرید کی درخواست حضرت خدیجہؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ بہر حال ہجرت کے بعد حضرت ثویبہؓ کی آزادی کا معاملہ ظاہر ہو گیا۔ (سہیلی: ۱۹۱/۵؛ حلی: ۸۵/۱)

ابولہب کو اجیر آزادی کا مسئلہ

حضرت ثویبہؓ کی آزادی کے تعلق سے ایک خواب کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

محمد شین و اہل سیر سب نے اس پر کلام کیا ہے۔ اسے نہ صرف ایک بطور تاریخی واقعہ بیان کیا ہے بلکہ اس کی بنا پر اسلامی اصول اجرو ثواب بھی نکالا ہے اور خاصا مسئلہ کھڑا کیا ہے۔ سیرت نبوی، تاریخ اسلامی اور وحی حدیث میں رویائے صادقہ کی بہر حال اہمیت بھی ہے اور ان کی دینی و تاریخی حیثیت بھی، ان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سیرت کے واقعات میں خوابوں کے کردار و نتیجہ پر متعدد محققین نے بحث و مناظرہ کیا ہے۔ ان میں مستشرقین بھی شامل ہیں۔ حضرت ثویبہؓ کی آزادی کے صلہ میں ابولہب ہاشمی کو اجرو ثواب اور اخروی صلہ کی بات کہی گئی ہے۔ پہلے وہ روایات پھر ان کا تجزیہ۔ (۱)

اس خواب آزادی کا سلسلہ سند دراصل حدیث بخاری: ۵۱۰۱ میں وارد حضرت عروہؓ کے مذکورہ بالا قول کا اگلا حصہ ہے۔ اس کے مطابق جب ابولہب کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعض خاندان والوں کو خواب میں اس کی زار و نزار حالت دکھائی گئی۔ خواب دیکھنے والے نے سوال پوچھا: تم پر کیا گزری؟ ابولہب نے جواب دیا کہ تمہارے بعد کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ اس انگلی کے برابر مجھے ثویبہؓ کو آزاد کرنے کے صلے میں پانی دو شنبہ دو شنبہ کو پلایا جاتا ہے۔ ترجمہ میں دوسری روایات کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ ”فلما مات أبو لہب أریہ بعض أہلہ بشر حبیبة۔ قال لہ: ماذا لقیۃ؟ قال أبو لہب: لم ألق بعد کم غیر انی سقیۃ فی ہذہ بعناقتی ثویبہ“ حافظ ابن حجرؒ نے الفاظ و تعبیرات کی لغوی تشریح کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ دو شنبہ کو انگلی کے پورے بھر پانی پلانے کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب نے دو شنبہ کے دن ولادت نبوی کی بشارت پا کر حضرت ثویبہؓ کو آزاد کیا تھا، لہذا وہ اس

(۱) روایہ صادقہ پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب: وحی حدیث کا باب روایہ صادقہ کے ذریعہ وحی کی حتمیل وغیرہ دوسرے ابواب، بخاری و مسلم کی کتاب التعمیر وغیرہ: شرح الباری کے متعلقہ مباحث نیز ابن اسحاق کی سیرت میں روایہ عاتکہ وغیرہ پر بحث و مباحث: ابن اسحاق راہل بن ہشام وغیرہ کتب سیرت میں روایائے اکابر کدھیسے روایائے عاتکہ، عباس بن عبدالمطلب وغیرہ اور ان پر بحث سیرت، ابن اسحاق کا انگریزی ترجمہ از الفریڈ گوم۔

کا صلہ ہے۔ وذاك أن النبي ﷺ ولد يوم الاثنين، وكانت ثوبية بشرت أبا لهب بمولده فأعتقها“۔ انہوں نے اپنی شرح میں امام سیلی کے حوالے سے راحت نہ ملنے کی بات کہی اور دو شنبہ کے دن تخفیف عذاب کا بھی حوالہ دیا اور خواب دیکھنے والے کا نام حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی بتایا ہے جو ابولہب ہاشمی کے برادرِ خورد تھے: ”مالقبت بعدكم راحة، إلا أن العذاب يخفف عني كل يوم اثنين“ متعدد متاخرین نے بالعموم اور مولانا کاندھلوی نے بالخصوص اس خواب کے حوالے سے آزادیِ ثوبیہ کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری، ۱۷۵/۹، ۱۸۱-۱۸۲؛ کاندھلوی ۶۹/۱ نیز حاشیہ۔ ۱، بحوالہ البدایہ والنہایہ ۲۷۲/۲ نیز فتح الباری ۱۲۲/۹ بحوالہ سیلی۔ بخاری شریف کا مولانا کاندھلوی نے حوالہ دے کر ”سر انگشت“ کی مقدار پانی پلا دئے جانے کی بات کہی ہے مگر وہ بخاری میں تو نہیں ہے اور نہ ہی فتح الباری میں ہے۔ ”مگر صرف اتنی کہ ثوبیہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے سر انگشت کی مقدار پانی پلا دیا جاتا ہے (بخاری شریف) یعنی جس انگشت کے اشارے سے آزاد کیا تھا اسی قدر مجھ کو پانی مل جاتا ہے“ مولانا کی عبارت ہے امام حلبی نے البتہ اس بیان کی سند بیان کی ہے کہ حافظ دمیاطی (عبدالمومن بن خلف شافعی، ۶۱۳/۱۲۱۷-۱۲۱۷-۶۱۳/۱۲۱۷) اور مواہب میں یہ بات بیان کی گئی ہے: ”غیر انی سقیبت وهذه وأشار الى النقرة المذكورة بعناقتي ثوبية۔ ذكره الحافظ الدمیاطی والذی فی المواہب وقد رؤی أبولہب بعد موته فی النوم فقيل له: ما حالک؟ فقال: فی النار، إلا أنه يخفف عني كل ليلة اثنين وأمص من بين اصبعي هاتين ماء وأشار برأس اصبعيه وأن ذالك بأعتاقي لثوبية عند ما بشرتني بولادة النبي ﷺ وبإرضاعها له.....“ (۸۳۱-۸۵)

اس سے قبل بعض دوسری روایات آزادی کا بھی حوالہ ہے۔ بہر حال مولانا کا مدھلوی نے پانی پلانے کے واقعہ خواب کو بخاری شریف کی طرف منسوب کر دیا۔ وہ اصلاً دوسرے ماخذ کی روایت ہے۔ حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کے حوالے سے اس خواب کو خواب دیکھنے والے کی حقیقت سے حضرت عباسؓ کو اور تخفیف عذاب کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس میں اور اصل متن میں یہ دو چپ فقرہ بصرہ بھی ہے کہ حضرت عباسؓ نے ابواب ہاشمی کے مرنے کے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا تھا اور تخفیف عذاب کا سبب حضرت زویہ کی آزادی کو قرار دیا ہے، جس کے صلے میں اسے یہ جزا ملی تھی: ”قلوا لانه لما بشرته تويبه بميلاد ابن احيه محمد بن عبدالله اعتقها من ساعته، فجوزى بذلك لبدك“ (ابن کثیر ۲۷۲۲)

خواب آزادی پر بحث

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بالخصوص اور دوسرے پیشرو اور متاخر اہل علم نے بالعموم اس خواب پر دینی لحاظ سے بحث کی ہے۔ حافظ موصوف کی خصوصیت ہے کہ وہ تمام پیشرووں کے افکار و خیالات سے بحث ہی نہیں کرتے بلکہ ان پر حاکمہ بھی کرتے ہیں۔ حسب دستور انھوں نے علماء اسلام کے افکار سے بحث کی ہے اور اصولی، نظریاتی اور خاص اس خواب کے تعلق سے بھی۔ اصولی بحث یہ ہے کہ بعض علماء جیسے قاصی عیاض وغیرہ کا نقطہ نظر پیش کیا ہے کہ کافر کے تمام اعمال حیر و دنیا ہی میں حط ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا کوئی نفع ان کو آخرت میں یا اخروی زندگی میں نہیں پہنچتا اور ان کے عذاب و عقاب میں کسی قسم کی تخفیف نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس دوسرا نقطہ نظر انھوں نے امام بیہقی وغیرہ کے حوالے سے یہ پیش کیا ہے کہ ان کافروں کو اعمال خیر کا کچھ نہ کچھ صلہ اخروی زندگی میں بھی ملتا ہے۔ انھیں کسی قسم کا آرام، اجر و ثواب اور نعمت تو نہیں ملتی مگر ان کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ حافظ موصوف نے اسی بنا پر ابولہب

ہاشمی کے تخفیف عذاب کی روایت قبول کر لی ہے اور اسے ایک اور حدیث نبوی سے مدلل کیا ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ابوطالب ہاشمی کی موت کفر پر ہوئی تھی، مگر حمایت و دفاع نبوی کے سبب ان کے عذاب میں تخفیف کی گئی۔ امام قرطبی کا قول نقل کیا ہے کہ جن کفار پر تخفیف عذاب ہوتی ہے وہ خاص نص کے ہونے کے سبب ہوتی ہے۔ یعنی یہ معاملہ خاص ہے عام نہیں۔ حافظ موصوف نے اس مسئلہ پر اصولی بحث تو کافی کی ہے مگر حضرت ثویبہ کی آزادی کے سبب ابولہب پر تخفیف عذاب کے مسئلہ سے خاص کلام نہیں کیا ہے۔ دوسروں بالخصوص متاخرین جیسے کاندھلوی وغیرہ نے تو اس مسئلہ سے تعرض ہی نہیں کیا۔ سید صدیق حسن فتوحی بھوپائی نے بھی اس پر بحث نہیں کی شاید اختصار کے سبب۔ دوسرے متاخرین میں سے بیشتر کا یہی خیال وحال ہے۔ (۱)

مورخ یعقوبی نے ان روایات مرسلہ کے مقابلے میں اپنی مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے مطابق وہ رویائے نبوی تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے بخشش نہیں خواب دیکھا تھا اور بعثت کے بعد دیکھا تھا کہ میں نے ابولہب کو جہنم میں پیاس پیاس کہتے ہوئے چیتے دیکھا تو اسے ایک انگلی کی پور بھر پانی پلا دیا گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ تو اس نے کہا: ثویبہ کو میرے آزاد کرنے کے سبب، کیونکہ اس نے آپ کو دودھ پلایا تھا: ”وقال رسول اللہ ﷺ بعد ما بعثه الله: رأيت أبلهبا يصيح في النار: العطش العطش فيسقى في نقر ابهامه - فقلت: بم هذا؟ فقال: بعثني ثويبة لأنها أرضعتك“۔ (۹۶۲، سنن ترمذی)

دوسرے اصولی مباحث کے علاوہ حضرت ثویبہ کے آزاد کرنے اور ان کے رسول اکرم ﷺ کے رضاعت کرنے کے صلے میں ابولہب ہاشمی کے عذاب میں تخفیف کرنے اور دو شنبہ دو شنبہ کو اسے پور بھر پانی پلائے جانے کا معاملہ نازک ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام روایات و خیالات کا محور صرف ایک ہے کہ حضرت ثویبہ نے

(۱) فتح الباری، ۹/۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۲؛ طبری، ۸۴/۸۵؛ کاندھلوی، ۷۰/۱؛ البدایہ والنہایہ، ۲۴۳/۲۴۴؛ زکریا، ۱۳۷/۱۳۸۔

آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا اور اسے ایسی مرضعہ نبوی کو آزاد کرنے کا شرف حاصل تھا لہذا عذاب میں تخفیف کی گئی۔ یہ صرف "منولاة ابی لہب" کے حوالے سے بحث ہے۔ اگر حضرت ثویبہ کی رضاعت نبوی کے بعد کی آزادی کی روایت تسلیم کی جائیں تو ابولہب کے اخروی تخفیف عذاب کی بات صحیح ہوتی ہے کیونکہ اس دشمن اسلام و رسول نے مشہور خیال کے مطابق اپنی لوٹڈی سے خود آپ ﷺ کی رضاعت کروائی تھی۔ لیکن یہ روایات مجروح و ضعیف قرار دی گئی ہیں۔

دوسری قسم کی روایات کے مطابق حضرت ثویبہ نے آزادی کے بعد رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کی تھی۔ وہ ان کا اپنا فیصلہ تھا لیکن ابولہب کا اس میں کوئی دخل نہ تھا کہ اب وہ آزاد مرضعہ تھیں۔ لہذا رضاعت نبوی باعث تخفیف نہیں ہو سکتی، البتہ ان کی آزادی باعث تخفیف بن سکتی ہے۔ اور تمام روایات سیرت و حدیث میں ان کی آزادی (عقاق) ہی پر زور ہے۔ اس طرح حضرت ثویبہ کی آزادی کا معاملہ غلاموں باندیوں کے عہد/حال جاہلی میں آزاد کرنے اور بعد میں اس کا اجر ملنے کا معاملہ بن جاتا ہے۔ اس میں قباحت یہ ہے کہ احادیث نبوی کے مطابق بحالت کفر اعمال خیر کرنے کا ثواب صرف اسلام لانے کے بعد مل سکتا ہے، اور ملتا ہے جیسا کہ حضرت حکیم بن حزام اسدی کی احادیث تحت کے باب میں نظر آتا ہے جن کو بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ (۱)

جناب ابوطالب ہاشمی کی حمایت و مدافعت نبوی پر تخفیف عذاب کا معاملہ کچھ مختلف ہے۔ انھوں نے رسول بننے کے بعد حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ کی حمایت و مدافعت کی تھی، گویا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حسن و احسان کا معاملہ تھا جس کا

(۱) بخاری، کتاب العتق، باب عتق المشرك: حدیث: ۲۵۳۸ وغیرہ؛ فتح الباری ۲۰۸/۵-۲۰۹ جس میں یہ وضاحت ملتی ہے: "إن الكافر إذا فعل ذلك به إذا أسلم" مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو مضمون خاکسار "عہد جاہلی نبوی میں تحت کی اسلامی روایات" جہات الاسلام لاہور ج ۱، شمارہ ۱، ۲۰۰۸ء۔

صلہ انھیں ملا۔ ابولہب ہاشمی نے مرضہ نبوی کو بعثت سے بہت پہلے آزاد کیا تھا اور بعثت کے بعد تو اس نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی کی حد کر دی تھی، پھر وہ اسلام بھی نہیں لایا، پھر تخفیف عذاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ بعض علماء کے مطابق تخفیف عذاب کی کوئی حدیث مرفوعہ بھی نہیں کہ نص صریح کے سبب اسے راحت ملنے کا خیال آئے جیسا کہ ابوطالب کے معاملہ میں ہے۔ بہر حال یہ تعلق ابولہب خاصا مجہول ہے اور خطرناک بھی۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بعض دوسرے اکابر قریش نے بھی حسن سلوک کیا تھا۔ ان میں مطعم بن عدی نوفلی کی جواری نبوی کا معاملہ خالص ابوطالب ہاشمی کے وفات جیسا ہے لیکن ان کے بارے میں کسی اخروی صلہ کا ذکر نہیں آتا۔ کیا یہ ہاشمی اکابر کی توقیر و تعظیم میں غلو کرنے کی روایت کا شاخصانہ تو نہیں ہے، جیسا کہ روایات میں ملتا ہے۔

مولاء ابی لہب کی دوسری تعبیر

بالعموم مولاء کے معنی باندی، لونڈی اور کنیز کے لئے گئے ہیں اور ان کی وجہ سے آزادی ثویبہ کی روایات وجود میں آئیں۔ دوسری تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت ثویبہ کے عتق و عتاق (آزادی) کے خیال و اظہار کی بنا پر ان کے مولاء ہونے کے معنی ان کے باندی اور لونڈی ہونے کے نکالے گئے۔ یہ اظہار ہی معنی ہیں کیونکہ آزاد تو اسی کو کیا جاتا ہے جو غلام و باندی ہو، کسی اور کو آزاد نہیں کیا جاتا۔ لیکن عرب سماجی نظام میں ایک طریقہ و لاء تھا جس کے تحت کوئی غیر ملکی، آفاقی و بیرونی شخص یا طبقہ کسی مقام پر سکونت اختیار کرنے کے بعد وہاں کے کسی بااثر شخص یا خاندان سے سماجی ارتباط کا رشتہ قائم کر لیتا تھا اور آزاد ہونے کے باوجود اس کا مولیٰ بن جاتا تھا۔ اسی کی ایک صورت حلف کی تھی اور اس رشتہ اتحاد و یگانگت کرنے والے کو حلیف و رھلقاء کہا جاتا تھا۔ وہ اپنے سر پرست شخص کے خاندان ہی کے مولیٰ و رھلقاء کہلاتے تھے۔ مکہ مکرمہ

میں بہت سے ایسے بیرونی اشخاص و شخصیات نے ولاء اور حلف کے رشتے استوار کئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت یاسر مذحجیؓ (والد حضرت عمارؓ) بنو مخزوم کے سردار ابو حذیفہ مخزومی کے مولیٰ بن گئے تھے یا حلیف ہو گئے تھے۔ حضرت ابن مسعود ہزلی، عبد اللہ بن جحش اسدی اور بنو غنی اور بنو غنم بن دودان وغیرہ کے متعدد موالی اور حلفاء تھے جن کا ذکر کتب سیرت میں ملتا ہے۔ (۱)

حضرت ثویبہؓ اسی رشتہ ولاء کے سبب ابو لہب ہاشمی کی مولا بنی تھیں۔ وہ ان کی غلام اور باندی نہیں رہی تھیں۔ امام بخاریؒ نے ان ہی کے رشتہ ولاء کے سبب اور ان کی رضاعت موالات کی بنا پر کتاب النفقات میں ایک باب باندھا ہے ”باب المزاعع من الموالیات وغیرہن“۔ اس میں صرف ایک حدیث: ۵۳۷۲ لائے ہیں اور وہ حدیث: ۵۱۰۱ کا مکرر ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوسلمہؓ کی رضاعتِ ثویبہؓ کا ذکر زبان رسالت سے ہے: ”أرضعتنی وأباسلمة ثویبة“۔ اور اس کے آخر میں قول حضرت عروہ مع سند ہے: ”وقال

شعیب عن الزہری قال عروہ: ثویبة أعتقها أبو لہب.....“ حافظ ابن حجرؒ نے روایتی بحث میں کہا ہے کہ حدیث نبوی مرفوع و متصل سے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے مروی ہے جب کہ قول عروہ مرسل ہے۔ اس پر روایتی بحث میں حافظ موقوف نے لکھا ہے کہ حافظ ابن اسین نے باب بخاری میں وارد لفظ ”الموالیات“ کو اسی طرح ضبط کیا ہے۔ اور اسے لفظ ”والث“، ”والی“ کا اسم قائل بنا یا ہے اور اسی کو اولیٰ بنی فرارویا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرت ثویبہؓ رشتہ

ولاء سے مولا بنی تھیں، مولا یعنی موال، موال یعنی مائیں، ہاں کہ وہ لفظ موالیہ کے ساتھ مشروط ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور حافظ ابن بطال کی رائے سے موالیہ کے معنی موال ہیں، موال یعنی مائیں، ہاں کہ وہ لفظ موالیہ کے ساتھ مشروط ہے۔

(۱) لیکن ابن حجرؒ ابن بطالؒ ابن حجر عسقلانیؒ و ملاذہر کی تصریح میں ان کے رشتہ ولاء و رضاعت کا ذکر ہے اور ابن حجر عسقلانیؒ نے اس پر بحث ہے۔ کتابوں اور مقالات میں اس پر بحث ہے۔

رائے سے اتفاق کیا ہے کہ وہ موالیات (میم کے زیر کے ساتھ) ہے۔ اور اس کو بہتر بتایا ہے۔ ان کے خیال میں موالیات دراصل مولیٰ رمولاۃ کی جمع الجمع ہے اور جمع تکسیر کے سبب وہ موالیات بن گیا ہے۔ موالی کی جمع الجمع موالیات عرب قاعدے سے صحیح نہیں ہے۔ حافظ موصوف دراصل ”موالاة“ کی بحث نہیں سمجھ سکے کیونکہ ان کے ذہن و فکر پر حضرت ثویبہؓ کے باندی ہونے اور باندی کے رشتہ سے آزادی ہونے کا مفہوم مسلط تھا۔ وہ سیرتی روایات سے متاثر ہو گئے۔ دراصل امام ابن التین کا خیال صحیح ہے اور امام بخاری کا ترجمہ الباب اسی کی تائید کر رہا ہے جس کی ایک حیثیت ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضرت ثویبہؓ ابو لہب ہاشمی کی رشتہ ولاء سے مولاۃ تھیں اور قولی عروہ میں ان کی آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ رشتہ ولاء سے ان کی آزادی ہوئی تھیں۔ جیسا کہ متعدد موالی اور رشتہ ولاء والوں کے آزاد ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ (۱)

حدیث راحادیرث بخاری کے بالمقابل حدیث مسلم میں حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومیؓ کی رضاعتِ ثویبہؓ اور اس کی بنا پر دونوں کی رضاعی اخوت کا تو ذکر اسی سند یعنی حضرت ام حبیبہؓ سے ضرور ہے مگر اس میں قولی عروہ نہیں موجود ہے۔ وہ خالص امام بخاری کا اضافہ ہے جو امام مسلم کو قبول نہیں۔ لہذا امام مسلم کے نزدیک بھی ان کی مولاۃ ابی لہب ہونے والی روایت سیرت مرسل ہی نہیں مشکوک بھی ہے۔ حافظ ابن کثیر اور بعض دوسرے شارحین نے اس فرق کو سمجھا ہے۔ (۲) لیکن کئی متاخرین کرام نے قولی عروہ کے اضافہ یا زوائد بخاری کو

(۱) بخاری، فتح الباری ۶۳۹/۹؛ مولاۃ رمولاۃ اور رشتہ ولاء پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو: ابن ہشام ۲۶۷-۲۶۸ وغیرہ؛ یا خصوص حاشیہ محققین-۳؛ بلاذری اور ابن ہشام وابن سعد وغیرہ میں فہرست مہاجرین حبشہ و مدینہ اور سابقین اولین۔

(۲) امام نووی، المنہاج، الإرداد و کتاب النکاح، باب ما یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب، حدیث: ۲۰۵۶۔

حدیث صحیحین کی طرف منسوب کر دیا ہے جسے کم از کم عدم احتیاط کہا جاسکتا ہے۔ (۱)

حضرت ثویبہ کا مقام آزاد

بلاشبہ مشہور روایات سیرت میں اور احادیث نبوی میں بھی حضرت ثویبہؓ کے مولانا ابی لہب ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ دوسری طرف ان کا ذکر خیر اس فقرہ غلامی کے بغیر بھی ملتا ہے۔ ان روایات میں ان کو غلام رباعدی نہیں آزاد شخصیت سمجھا گیا ہے۔ امام طبریؒ نے ایک ایسی ہی اہم ترین روایت نقل کی ہے جو امام عروہ کی مرسل روایت کے بالمقابل مرفوع و متصل حدیث بن جاتی ہے کہ وہ ایک صحابیہ حضرت برہ بنت ابی تجر آؤ سے مروی ہے اور جو یہ بتاتی ہے کہ حضرت ثویبہؓ نے رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کی تھی۔ اس میں باقی تفصیلات تو رضاعت مغلطاشکی ہیں لیکن اہم ترین بات یہ ہے کہ ان کو مولانا ابی لہب نہیں قرار دیا گیا ہے۔ پوری روایت مع سند درج ذیل ہے:

”وأما غیر ابن اسحاق، فإنه قال فی ذلك ما حدثنی به الحارث، قال: حدثنا ابن سعد، قال حدثنا محمد بن عمر قال: حدثنی موسیٰ بن شیبہ عن عمیرة ابنة عبید اللہ بن کعب بن مالک عن برة ابنة ابی تجزأة، قالت: أول من أرضع رسول اللہ ﷺ ثویبہ بلبین ابن لها۔ يقال له مسروح۔ آیاما قبل أن تقدم حلیمة، وكانت قد أرضعت قبله حمزة بن عبدالمطلب، وأرضعت بعده أبا سلمة ابن عبدالاسد المحزومی“۔ (۲)

روایتی لحاظ سے یہ سند متصل و مرفوع ہے اگرچہ اس میں واقدی اور ابن سعد

(۱) حدیث صحیحین میں ”مولانا ابی لہب“ کہنے والوں میں شامل ہیں: کا عطلوی، سید سلیمان ندوی، حاشیہ بریلی؛ ابوالحسن علی ندوی، سیرت رسول اکرم ﷺ، ۲۱ حاشیہ ۳ میں مرتب نے صحیح بخاری کا نام حوالہ دیا ہے، مسعود احمد صحیح تاریخ الاسلام والسلفین، ۲۔

(۲) تاریخ طبری، مذکر مولد رسول اللہ ﷺ، ۱۵۷/۲-۱۵۸۔

کا ذکر بھی ہے لیکن اس کی صحت میں دو احکام نہیں۔ اس سند کے شروع کا جملہ بہت اہم ہے کہ یہ روایت ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے سلسلہ روایت سے ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ ابن اسحاق نے یا ابن ہشام نے حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کا ذکر ہی نہیں کیا۔

اور جس نے ان کے حوالے کیے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ روایت ایک مختصر اور غالباً شاذ یعنی صحابہ حضرت برہ بخت انبیؓ تجرؤہ کی طرف سے حدیث ہے۔ ان کا اصل تعلق بنو کنذہ کے خاندان بنو تجرؤہ سے تھا اور مکہ مکرمہ میں سکونت کے بعد وہ بنو عبدالدار قرقریہ کے موالی و حلفاء بن گیا تھا۔ حافظ ابن سید الناس نے بھی اس روایت کو اپنی سند سے بیان کیا ہے اور انھوں نے مولانا ابی الہبؓ والی روایت قبول نہیں کی ہے۔ (۱۷۷-۱۷۸) اس کا خلاصہ وہ حضرت ثویبہؓ کے بارے میں زیادہ جانتی تھیں۔ دوسرے یہ ہے کہ صحابیہ رضاعی کی روایت کو ابھر حال مرسل پر ترجیح ہوتی ہے۔ متاخرین میں مولانا شبلیؒ نے حضرت ثویبہؓ کو ابولہبؓ کی امولاؓ کہنے سے گریز کیا تھا، لیکن ان کے جامع سید سلیمان ندویؒ نے تو نہیں بلکہ اس کا اضافہ کر دیا ہے (۱)

حضرت ثویبہؓ کا سماجی مقام و مرتبہ

یہ سب کی سماج میں بالعموم اور خاندان قریش میں بالخصوص حضرت ثویبہؓ کا مقام و مرتبہ گزشتہ مباحث سے از خود متعین ہو جاتا ہے۔ مولانا ابی الہبؓ کی روایت اور تحقیقی تحلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رشتہ ولاء سے ابولہبؓ ہاشمیؓ کی دوسری موالی کی ماں مولانا شبلیؒ نے وہ ان کی کثیرہ باندی اور لونڈی نہ تھیں۔ بخاری، طبری اور دوسرے مورخین اور محققین کے بیانات و مباحث سے ان کی آزاد حیثیت ثابت ہوتی ہے۔ ان کے آزاد و سحرہ ہونے کی سب سے بڑی شہادت متصل و مفرد روایات

(۱) الحدیث الغریبہ ۴: ۲۰۲، نیز ابن سعد ۳: ۳۱۳، ابن کی روایت میں ان کا اس نام نہیں ہے اور جو قاسم بنی ہے شیخ الاسلام نے احادیث صحیحہ کے بخاری کے باب یحرم من الرضاغۃ ما یحرم من النسب کی بنا پر یہ اضافہ کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

میں ان کے غلام نہ ہونے کا ذکر خیر ہے۔ دوسرے تاریخی شواہد اور قرائن بھی ان کے آزاد شخصیت ہونے اور سماجی طور سے بلند و بالا قامت رکھنے کو بتاتے ہیں۔ ان میں شیخ شبلنجی اور نواب صدیق حسن خاں کی روایت کہ وہ اسلمیہ تھیں، یعنی بنو اسلم کی ایک فرد، بھی ان کو ایک آزاد شخصیت ثابت کرتی ہے۔

ایک طویل عرصے تک بلکہ اپنے پورے ایام رضاعت میں چھ نونہالان قریش کی رضاعت کا واقعہ اہم ترین گواہی ہے۔ بنو ہاشم، بنو مخزوم اور بنو امیہ کے حلیف بنو اسد خزیمہ کے متعدد نومولودوں کی رضاعت کے لئے ان کا انتخاب ہی ایسی شہادت ہے جو ان کی سماجی قدر و منزلت کو ثابت کرتی ہے۔ انھوں نے ان نونہالوں میں سے بعض کی مستقل رضاعت کی ذمہ داری نبھائی تھی اور بعض کی چند روزہ رضاعت کی تھی۔ یہ عارضی رضاعت کی خدمت ایک طرح سے مستقل خدمت سے زیادہ ان کے اعلیٰ مقام اور ان کی محبوب شخصیت اور ان کی بطور مرضعہ حیثیت کو ثابت کرتی ہے۔

بطور مرضعہ بے مثال حضرت ثویبہؓ کی رضاعتِ حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی بطور مولاۃ ابی لہب بہر حال معلوم ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت ثویبہ کو رشتہٴ ولا کے بندھن سے بھی نجات ملی۔ یا روایتی فکر کے مطابق غلامی سے آزادی ملی۔ اس نقطہٴ زمان سے آخری رضاعتِ ثویبہ تک بقیہ پانچ نونہالان قریش کی رضاعت ”آزاد و حرہ ثویبہ“ نے کی تھی۔ جب ان پر ان کے سرپرست یا آقا ابولہب ہاشمی کا دباؤ بھی نہ تھا وہ ان کی مرضی، پسند اور اکابر قریش کے انتخاب کے سبب ہوئی تھی۔ یہ مسلسل انتخاب حضرت ثویبہؓ ان کے مقامِ بلند کو اجاگر کرنے کے لئے کافی ہے۔ رضاعات کے طویل زمانے کے علاوہ حضرت ثویبہؓ کے خاندانِ نبوت بالخصوص رسول اکرم ﷺ کی ذات والا

صفات سے مسلسل ربط و تعلق، قریشی اکابر سے ان کا سماجی ارتباط اور ان کے رضاعی فرزندوں سے ان کا مہر و محبت آگئیں رشتہ بھی ان کا شاہد عدل ہے۔

خاندان نبوت سے سماجی ارتباط

عرب جاہلی اقدار و روایات میں سے ایک خوبصورت اور قابل تقلید و فخر قدر و روایت رضاعی ماں سے حسن سلوک و احسان ہے۔ رضاعی فرزند و دختر تا زندگی اپنی رضاعی ماں کو اصلی و حقیقی ماں سے کسی طور کمتر نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی نظر میں وہ مہر و محبت کا بلند تر اور عظیم تر پیکر تھی کیونکہ وہ کسی دوسرے کے لخت جگر کو اپنا خون جگر پلاتی تھی اور غیر بچے کو اپنے حقیقی بچے کے دودھ میں شریک کرتی تھی۔ رضاعی ماں اور اس کے دوسرے رشتہ داروں، عزیزوں اور قربت و قرابت والوں کے ساتھ سرپرست خاندان کا تعلق بھی محبت پر مبنی ہوتا تھا۔ دونوں طرف سے باہمی رشتہ صلہ رجمی و محبت و عقیدت آگئیں وابستگی اور احسان و اکرام کے رویے پر ہمیشہ استوار رہتا تھا۔

ایام رضاعت کے اختتام اور بچے کی گھر واپسی پر اس کے سرپرست، باپ دادا رضاعی ماں کو اکرام و انعام سے نوازتے، رضاعی مائیں اور ان کے اقرباء کبھی کبھی زیارت فرزند و دختر کے لئے آتے تو بچے کے لئے اور ان کے وابستگان کے لئے ہدایا و تحائف لاتے تھے، رضاعی فرزند ان کریم اور ان کے وابستگان شریف ان کا اعزاز و اکرام کرتے اور ان کی خدمت کرتے اور واپسی پر جنس و نقد سے لا دیتے۔ یہ سلسلہ تا زندگی طرفین کی طرف سے چلتا اور اس کا احترام بعد کی نسلوں میں بھی جاری رہتا کہ دودھ کے قطرات محبت بن کر رگوں میں دوڑتے رہتے تھے۔ رضاعت اور رضاعی رشتہ کو نسب اور خون کی مانند حرمت و تقدس اور محبت و عقیدت و احترام حاصل تھا اور ہمیشہ حاصل رہا۔ وہ رشتہ محبت و الفت صرف دو خاندانوں کے درمیان محبت و احترام نہیں پیدا کرتا تھا بلکہ کئی خاندانوں کو مہر و محبت کی چادر میں ڈھانپ لیتا تھا۔ ان ہی

رضاعی رشتہ داروں نے عرب قبائل کی خون آشام نفرت اور بدوی جنگجویی کے صحرا میں محبت و الفت کے پھول کھلائے تھے۔

رسول اکرم ﷺ تو یوں بھی مکارمِ اخلاق کی تکمیل اور فضائلِ محبت کی توسیع کے لئے مبعوث فرمائے اور برپائے گئے تھے۔ آپ ﷺ کی فطرت و خلقت میں روزِ ازل سے حسنِ مروت اور حسنِ اخلاق کے ساتھ حسنِ احسان کا جذبہ پیکراں کوٹ کوٹ کر بھرا گیا تھا۔ تربیتِ صالحہ اور سماجی اقدارِ براہمی اور بدوی روایاتِ خیرات و مبرات نے اس میں چار چاند لگائے تھے اور کرم و جود کو خون میں رواں دواں کر دیا تھا۔ بعثت سے قبل ہی رسول اکرم ﷺ عرب جاہلی کی صفاتِ اعلیٰ کے مجموعہ ”مروءۃ“ کے سب سے بڑے پیکر اور علمبردار بن چکے تھے۔ نبوت و رسالت نے ان اقدارِ صالحہ، روایاتِ مرسلہ اور فضائلِ حمیدہ کو اس طرح صیقل کیا کہ آپ ﷺ کو صاحبِ خلقِ عظیم بنا دیا تھا۔

سیرت و تاریخ اور حدیث و سنت کی بہت سی روایات و اخبار آپ ﷺ کے اخلاقی عالیہ کی گواہی دیتی ہیں۔ ان میں سے بہت سی رضاعی ماؤں، بھائیوں، بہنوں اور دوسرے رضاعی رشتہ داروں اور قرابت والوں سے حسنِ سلوک کی کہانی سناتی ہیں۔ آپ ﷺ تو اپنے وابستگانِ دامنِ دولت کی رضاعی ماؤں اور ان کے رضاعی رشتہ داروں سے احسان و مروت کا درس دیتے تھے اور خود بھی ان کے ساتھ احسان و حسنِ سلوک کا معاملہ کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ اپنی خاص رضاعی ماؤں اور بہنوں بھائیوں اور عزیزوں کے ساتھ وہ خلقِ عظیم کیونکر نہ برتتے۔ حضرت ثویبہؓ اور دوسری رضاعی ماؤں کے ساتھ آپ ﷺ کا حسنِ سلوک تا زندگی جاری رہا۔

متحدہ امان سیرت و حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت ثویبہؓ بعد کی زندگی میں بھی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں برابر آیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ ان کے

ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور احسان کا سلوک فرماتے تھے۔ ان کا اعزاز و اکرام کرتے اور ان کی ضرورتیں اور حاجات پوری کرتے اور ان کو جنس و نقد سے مالا مال فرمایا کرتے تھے۔ ”وكانت ثویبۃ تاتی النبی ﷺ..... فیدرہا ویکرہا“ یہ مکہ مکرمہ کے زمانے کا واقعہ ہے کیونکہ حضرت ثویبہؓ مکہ کی باسی تھیں اور مستقل رہائش رکھتی تھیں۔ یہ مسلسل تعامل خیر کا واقعہ ہے۔ (۱)

اگرچہ اس روایت میں یا دوسری روایات میں حضرت ثویبہؓ کے ساتھ ان کے دوسرے رضاعی فرزندوں اور ان کے ولیوں اور سرپرستوں سے حسن سلوک اور معاملہ خیر کا ذکر نہیں ملتا لیکن وہ ایک طے شدہ امر اور مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار کرنا مشکل ہے۔ یہ بلا کہے اور بار و بار ثابت ہے کہ حضرت ثویبہؓ کے ساتھ بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو مخزوم، بنو اسد خزیم کے اکابر ضرور سلوک کیا کرتے تھے۔ بالخصوص ان خاندانوں کے رضاعی فرزندوں کے والی و سرپرست۔ بنو ہاشم کے سربراہ جناب عبدالمطلب ہاشمی اور ان کے فرزند ان گرامی۔ زبیر و ابوطالب و ابولہب وغیرہ۔ تو ان کے ساتھ حسن سلوک و حسن ربط کے پابند تھے۔ ان سے قدیم تعلق و رشتہ کے سبب بھی۔ دراصل مکہ مکرمہ کے ان خاندانوں بالخصوص بنو ہاشم سے ان کا گہرا تعلق رہا تھا اور وہ ایک طویل عرصے تک جاری ساری بھی رہا۔ جس طرح رضاعت ثویبہؓ کا تسلسل نظر آتا ہے اسی طرح ان خاندان ہائے بزرگ کے تعامل کا تسلسل بھی ایک تاریخی واقعہ بن جاتا ہے۔

خاندان نبوت کے دوسرے افراد کی حضرت ثویبہؓ سے جذباتی وابستگی اور خدمت کا ایک ثبوت اور بھی ہے۔ وہ ہے حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کی مکرمہ و خدمت حضرت ثویبہؓ جس کا ایک سے زیادہ تاریخی حوالہ ذکر ملتا ہے۔ امام سہیلیؒ، مورخ بلاذریؒ اور امام حلبیؒ وغیرہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ثویبہؓ کے

(۱) بلاذری ۹۵۱/۱؛ مودودی ۹۶۲/۱؛ کاندھلوی ۶۹۱/۱؛ ابن سید الناس ۲۷۱/۱۔ ۲۸۸ نیز دوسری کتب سیرت و تاریخ۔

ساتھ حضرت خدیجہؓ کے تعلق کا ذکر کیا ہے۔ ان سب کا مجموعی بیان ہے کہ حضرت خدیجہؓ بھی حضرت ثویبہؓ کا اعزاز و اکرام کرتی تھیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک بھی کرتی تھیں۔ اسی بنا پر انھوں نے ابولہب ہاشمی سے درخواست کی تھی کہ ان کو حضرت خدیجہؓ کے حوالے کر دیں تاکہ ان کو کامل آزادی نصیب ہو جائے..... وکانت خدیجة

تکرمها، وہی ملک ابی لہب، وسألتہ أن یبعها فامتنع“ (۱)

حضرت خدیجہؓ کا حضرت ثویبہؓ سے براہ راست کوئی تعلق رضاعت نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ سماجی تعلق رہا ہو۔ لیکن ان کے جذبہ خیر و احسان اور خدمت و صلہ رحمی کو ابھارنے والا عامل یہ واقعہ تھا کہ وہ ان کے محبوب شوہر ﷺ کی رضاعی ماں تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے ذاتی فضل و کمال اور احسان و خیر سے بھی انکار نہیں، کہ وہ بلاشبہ ایک پیکرِ محبت و جود و سخا بجائے خود تھیں۔ مگر رسول اکرم ﷺ سے ان کے مادرائہ تعلق نے اس خاص حسن سلوک کو پیدا کیا تھا جو یہاں روایت بن کر ظاہر ہوا ہے۔ ان کا سلوک و احسان بھی ان کی زندگی بھر حضرت ثویبہؓ کے ساتھ جاری رہا جیسا کہ روایات کا دروبست بتاتا ہے۔ تمام دوسرے شوہد اور قرآن بھی یہی ثابت کرتے ہیں کہ پورے مکی دور میں حضرت ثویبہؓ حضرت خدیجہؓ کی خدمات سے مستفید ہوتی رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ مکی دور کے اواخر میں، ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہؓ کی وفات کے وقت تک ہی یہ سلسلہ رہا تھا۔ وہ بھی خاصی طویل مدت ہے اور بقول ابن حجر عسقلانی ایک دہر طویل ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا تعلق خاطر دنیاوی پچیس سال یعنی چوتھائی صدی تک رہا تھا اور اس پورے ”دہر طویل“ میں حضرت خدیجہؓ نے حضرت ثویبہؓ کے ساتھ کیا کیا احسانات اور خیرات و مبرات کئے تھے۔

(۱) کتب ۱۹/۵ نیز حاشیہ (نیز بلاذری ۹۶/۱:..... وتکرمها خدیجة، وطلبت خدیجة النی ابی لہب أن یبعها ایماھا لتعتقھا“؛ طبری ۸۵/۱؛ مودودی ۹۶/۲؛ کاغذ ہلوی ۶۹/۱؛ ابن سید الناس ۴۷/۱-۲۸ وغیرہ۔

مدنی دور میں سماجی ارتباط حضرت ثویبہؓ

حسن انسانیت ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک لائق فخر پہلو یہ بھی ہے کہ ہجرت کے بعد بھی اپنے وطن سے تعلق رکھا۔ اس کے باشندوں کی فلاح و صلاح کی فکر کی، ان کے دکھ درد میں شرکت کی اور ان کے دینی و دنیاوی کاموں کو بنانے کی ہر سعی کی۔ اپنے غیر مسلم عزیزوں، رشتہ داروں اور دوسرے قربت والوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا کہ صلہ رحمی کا یہی تقاضا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں اور ساتھیوں کا ہر طرح خیال رکھا کہ نبوی ذمہ داری اور اسلامی فرض بھی تھا۔ اسی باب رحمت و رأفت کا ایک عنوان حضرت ثویبہؓ سے آپ ﷺ کا مسلسل تعلق دربط تھا کہ وہ ان کے دودھ کا مطالبہ بھی تھا۔ (۱)

روایات سیرت میں بہت وضاحت کے ساتھ آتا ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپ ﷺ نے حضرت ثویبہؓ سے ربط محبت رکھا۔ ان کی زندگی بھران کے لئے مدینہ منورہ سے کپڑے، ہدیے اور نقد و جنس بھیجا کرتے تھے اور یہ سلسلہ احسان برابر جاری و ساری رہا۔ ان ہی روایات کے مطابق مدنی دور کے ساتویں برس یعنی غزوہ خیبر کے بعد تک (۶۲۹ء تک) نبوی جو دوسخا کا دریا بہتا رہا۔ امام سہیلیؒ، مورخ بلاذریؒ، امام حلبیؒ اور متعدد دوسرے قدیم و جدید مورخین اور سیرت نگاروں نے اس نبوی سلوک کی گواہی دی ہے۔ (۲)

جیسا کہ روایات واضح کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کو ایک احسان اور قرض محبت سمجھتے تھے اور اپنے چچا حضرت حمزہؓ اور مکہ حد تک

(۱) مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کی کتاب ”مکی اسوۂ نبوی۔ مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل“، باب ہفتم نیز کتب سیرت۔

(۲) کبلی، ۱۶۲/۱: ”..... وکان رسول اللہ ﷺ یعرف ذاک لثویبۃ ویصلها من المدینۃ“۔ نیز ۱۹۲/۵: ”وقد کان رسول اللہ ﷺ یصل ثویبۃ من المدینۃ ویتحفها، لانہا کانت أَرْضعتہ وأَرْضعت عہ حمزۃ.....“۔ بلاذری، ۹۶/۱: ”..... فکان رسول اللہ ﷺ یبعث الیہا بالصلۃ والکسوۃ.....“؛ اصابہ و کتاب النساء، نمبر ۲۱۳؛ نیز موردی اور کاندھلوی وغیرہ کے مذکورہ حوالے

دوسرے رضاعی برادروں کے ساتھ ان کے احسان کا صلہ ان کو ادا کرنا چاہتے تھے۔

وفاتِ حضرت ثویبہؓ

رسول اکرم ﷺ کی احسان شناسی اور حضرت ثویبہ اور ان کے خاندان کے ساتھ حسن سلوک کے ضمن میں ہی ان کی وفات کا ذکر آتا ہے۔ مورخین اور اہل سیر کا تقریباً متفقہ بیان ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی وفات کی خبر رسول اکرم ﷺ کو ۶۲۹ء میں غزوہ خیبر سے واپسی پر ملی۔ قرآن کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنی رضاعی ماں کے انتقال کی خبر مدینہ منورہ میں ہی ملی تھی: ”..... حتی بلغه خبر وفاتها، وكانت وفاتها منصرف رسول الله ﷺ من خيبر سنة سبع.....“ اس روایت میں دو چیزیں مضمّن ہیں: ایک یہ کہ رسول اکرم ﷺ حضرت ثویبہؓ کے ساتھ حسن سلوک و احسان فرماتے تھے اور دوسرے یہ کہ ان کے بارے میں برابر خبر رکھا کرتے تھے۔ تیسری جہت یہ بھی ہے کہ کئی قرابت و قربت والے رسول اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ کے احوال، سیاسی سماجی واقعات اور ہر طرح کے معاملات سے برابر آگاہ کیا کرتے تھے۔ ان میں حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کا نمایاں ذکر آتا ہے۔ ان میں دوسرے مسلم اور غیر مسلم اصحاب بھی شامل تھے۔ مذکورہ بالا روایت بلاذری کی ہے، بعض دوسرے قدیم مورخین و اہل سیر نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے رضاعی ماں کی وفات کی خبر پانچ ماہ کے فرزند اور اپنے رضاعی برادر حضرت مسروحؓ کے بارے میں سوال فرمایا، ان کا حال دریافت کیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ تو اپنی ماں سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ آپ کے دوسرے استفسار پر معلوم ہوا کہ حضرت ثویبہؓ کی کوئی قرابت و قربت و عزیز ہی باقی نہیں رہ گیا: ”..... فسأل عن ابنها مسروح، أخيه من الرضاعة، فقيل له: مات قبلها، فقال: هل له قرابة؟ لم يبق له أحد“ (۹۶/۱)۔ ان تمام استفسارات

نبوی میں آپ ﷺ کی چھپی ہوئی محبت و رافت کا عنصر تو تھا، یہ جذبہِ خیر بھی یہاں تھا کہ اگر ماں نہیں رہیں تو ان کے خاندانوں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا تعلق باقی اور جاری رہے اور ان کے ساتھ تعلق استوار ہے۔ اس روایت میں اور اس جیسی دوسری روایات میں اگرچہ رسول اکرم ﷺ کے غم و اندوہ اور حزن و ملال کا ذکر صریح نہیں ملتا تاہم یہ واضح طور سے موجود ہے کہ آپ ﷺ کو ان کے جانے کا شدید غم ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی حسرت و ملال کا ذکر اور ثبوت دوسری روایات اور ان کے دروست سے بھی ہوتا ہے۔ بعد وفات حضرت ثویبہؓ رسول اکرم ﷺ کی کنفٹیشِ حال اور جستجوئے خبر کی یہ ایک جہت ہے جو ان روایات سے معلوم ہوتی ہے جو اس کا زمانہ خیر کے غزوے کے بعد ہی کا تعین کرتی ہیں۔

امام سیوطیؒ وغیرہ دوسرے سیرت نگاروں اور جامعین روایات نے حضرت ثویبہؓ اور ان کے فرزند مسروحؓ اور ان کے دوسرے قرابت والوں کے بارے میں استفسارات نبوی کا زمانہ فتح مکہ کا بتایا ہے۔ یعنی اس کے تقریباً تین سال بعد سن ۶۳ ہجری اور ۶۳ء کا: ”.....ولما افتتح مكة سأل عنها وعن ابن لها مسروح فأخبر أنهما قد ماتا.....“ (۱۹۲/۵؛ حلبی، مستقلانی وغیرہ)

بعض متاخر اہل قلم کو اشکال پیدا ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ تحقیق احوال کب فرمائی تھی اور انھوں نے اسے روایات کے تضاد و تصادم پر محمول کر کے ایک زمانے کے استفسار کو صحیح نہیں سمجھا۔ وہ کھینچ جان کر خیر کے زمانے کی روایتِ حال کو فتح مکہ کے زمانے کا واقعہ بتاتے ہیں۔ اس پر بعض علمائے سیرت، محققین فن اور ماہرین تطبیق نے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ دوزمانوں کے الگ الگ استفسارات نبوی تھے جیسا کہ آنے والی بحث سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث و سنت اور سیرت نبوی کی مختلف روایات کے بارے میں یہ رویہ صحیح

نہیں ہے۔ اصولی اور عملی دونوں طرح سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بسا اوقات ایک ہی بات مختلف مواقع اور متعدد مقامات پر فرمایا کرتے تھے تاکہ ذہن نشین ہو جائے۔ تحقیق احوال و جستجوئے حالات کا بھی یہی معاملہ ہے۔ حضرت ثویبہؓ اور ان کے خاندان بالخصوص حضرت مسروقؓ سے جو تعلق خاطر آپ ﷺ کو رہا تھا اس کا تقاضا تھا اور فطری معاملہ تھا کہ مکہ مکرمہ کی فتح کے موقع پر ان کے اور ان کے خاندان کے بارے میں دوبارہ دریافت فرماتے اور آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ امام حلیؒ اور دوسرے شارحین متون نے وضاحت سے لکھا ہے کہ ان دونوں مواقع۔ خیبر کے بعد ان کی وفات کی خبر سننے کے بعد اور فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں دوبارہ استفسار فرمایا اور دوسری بار بھی خیبر دینے والوں نے یہی خبر دی۔ ان دونوں مواقع کے واقعات یا روایات میں ان کے بقول کوئی منافقہ نہیں ہے اور وہ دونوں صحیح ہیں: ”حلی ۱/۸۷: لا منافاة لآنہ یجوز أن یکون سؤاله الثانی للثبیت لوصوله محل إقامتهما.....“۔ یہ توجیہ بالکل مناسب ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کی جائے سکونت پہنچنے کے بعد ان دونوں کے بارے میں دوبارہ دریافت فرمایا تھا۔ اور یہ فطری بات بھی ہے۔ فتح مکہ کے بعد دوبارہ تحقیق حال سے جہاں محبت نبوی کا ثبوت ملتا ہے وہاں اس کا عندیہ بھی ملتا ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی وفات کے بعد رسول اکرم ﷺ ان کے خاندان اور دوسرے قرابت والوں کے ساتھ وہی صلہ رحمی کرنا چاہتے تھے جو آپ ﷺ کا عمر بھر کا وطیرہ تھا۔

اسلام حضرت ثویبہؓ

روایات سیرت و رجال کے مطابق حضرت ثویبہؓ کے اسلام لانے پر علماء و ماہرین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ عام علماء اور مشہور ماہرین ان کے اسلام لانے کے

قابل نہیں ہیں۔ لہذا وہ ان کا ذکر خیر اور ان کے فرزند کا ذکر عزیز صحابہ میں نہیں کرتے۔ لیکن بعض علماء و سیرت نگاران دونوں کی صحابیت کے بھی قابل ہیں اور ان کے اسلام لانے کے مختلف دلائل و براہین بھی دیتے ہیں۔ جو اہل علم ان دونوں کے اسلام نہ لانے کے قابل بتائے جاتے ہیں ان کی صرف ایک دلیل ہے کہ صحابہ و صحابیات میں ان کا شمار نہیں ملتا۔ یہ دلیل منطقی اور روایتی دونوں اعتبار سے بודی ہے، کیونکہ معاصم صحابہ اور سوانح صحابیات میں صرف چند ہزار کے اسماء گرامی ملتے ہیں، جب کہ یہ حقیقت ہے اور سب کو تسلیم بھی ہے کہ ہزار ہا صحابہ کا ذکر خیر اور شمار اسلام کتابوں کے صفحات و اوراق میں بار نہیں پاسکا۔ صرف اہل علم کے سینوں اور علم الہی کے سفینوں میں ہی محفوظ رہ گیا۔ اس دلیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں صحابہ کرام کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں اور ”اصابہ“ میں بھی، حافظ ابن مندہ نے ”معجم الصحابہ“ میں اور حافظ ابن اثیر نے ”اسد الغابہ“ میں اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے بھی ”معجم الصحابہ“ میں اور بعض دوسرے متاخرین سیرت نگاروں نے حضرت ثوبیہؓ کے اسلام کی تصدیق کی ہے۔ ان سب نے ان کے اسلام لانے کے بارے میں علماء کے اختلاف یا قداماء کے سکوت کا ذکر ضرور کیا ہے، تاہم ان کے اسلام لانے کی روایات بھی بیان کی ہیں اور ان ہی کو اپنے اپنے معاصم میں ترجیح دی ہے۔ مذکورہ بالا چاروں بزرگوں نے اور ان کے بعد کے بعض اہل قلم نے یہ ضرور بیان کیا ہے کہ صرف ایک متاخر امام ابن مندہ نے ان کے اسلام لانے کو ثابت کر کے ان کا ذکر خیر صحابہ میں کیا ہے اور ان سے قبل کے کسی امام کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے ان کا ذکر کیا ہو۔ جانتا اور نہ جانتا دوسری بات ہے اور واقعہ ہونا دوسری

(۱) ابن عبد البر کی الاتیحاب، ابن اثیر کی اسد الغابہ، ابن حجر عسقلانی کی اصابہ اور دوسرے معاصم صحابہ کی مجموعی تعداد میں پچیس ہزار سے زیادہ نہیں۔

بات ہے۔ حضرت ثویبہ اور ان کے فرزند حضرت مسروح کے اسلام لانے پر اختلافِ علم بہر حال ہے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ کچھ ان کے اسلام لانے کے قائل ہیں۔

حافظ ابن اثیر نے بہر حال حضرت ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے اور حافظ ابن مندہ اور حافظ ابو نعیم کے بیان پر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی اسلامیت اور صحابیت دونوں کو اپنی دونوں کتابوں میں تسلیم کیا ہے اور دلائلِ حافظ سے اتفاق کیا ہے۔ ان سے زیادہ دلچسپ معاملہ حضرت ابو نعیم اصفہانی کا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے قائل نہ ہونے کے باوجود حافظ ابن مندہ کا خیال و قول تسلیم کرتے ہیں۔ (۱)

متاخر سیرت نگاروں میں بہر حال امام حلیؒ ان کے اور ان کے فرزند حضرت مسروحؒ دونوں کے اسلام اور صحابیت کے زبردست قائل ہیں اور ان کے لئے بالخصوص حضرت ثویبہؓ کے لئے وہ رضی اللہ عنہا بڑے اہتمام سے استعمال کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف حضرت ثویبہؓ کے اسلام نہ لانے کے دلائل کی تردید کرتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے ان کے اسلام و صحابیت کے دلائل بھی دیتے ہیں۔ انھوں نے بہت

(۱) اسد الغابہ ۳۱۲/۵ (ع. ثویبہ) مولاة أبي لهب، أرضعت النبي ﷺ، اختلف في إسلامها، أخرجها ابن مندہ و أبو نعیم۔ وقال أبو نعیم: لا أعلم أحدا أثبت إسلامها غير المتأخر یعنی ابن مندہ۔“ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری ۱۸۱/۹ نے اختلافِ علماء کے بعد حافظ ابن مندہ کے محکم الصحابہ میں ان کے ذکر کو اور حافظ ابو نعیم کے تبصرے کا حوالہ ضرور دیا ہے لیکن بحث نہیں کی۔ اسباب میں بھی یہی طریق انھوں نے اپنایا ہے۔ لیکن حافظ ابن مندہ کے خیال اور فکر اور دلیل سے اعراض نہیں کیا بلکہ ان ہی کے اثبات پر ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ البتہ حافظ ابن مندہ کے ذکر خیر کو اہمیت دے کر ان کی صحابیت اور اسلام کے بارے میں اپنی رائے ضرور دے دی ہے اور وہ مثبت ہے۔ یہی بحث مختصر طور سے اسباب کی کتاب التمام میں حضرت ثویبہؓ کے خاکے نمبر ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵ پر کی ہے۔ حضرت ثویبہؓ کے قبولِ اسلام کو وہ تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ متاخرین میں مولانا اور لیس کا نہدھلوی ۶۹/۱ نے فتح الباری کے حوالے سے حافظ ابن مندہ کا خیال نقل کیا ہے مگر حافظ ابو نعیم کا قول نقل نہیں کیا۔ سبیلی کے محقق نے طبقات ابن سعد کی روایت کی دلالت کی بنا پر لکھا ہے کہ وہ ان کے عدمِ اسلام کو بتاتی ہے۔“ وفی طبقات ابن سعد ما يدل أنها لم تسلم“؛ مولانا مودودی ۹۵/۲، ۹۶ نے نہ صرف ان کے اسلام پر خاموشی اختیار کی ہے بلکہ زبانِ ولہجہ بھی شرافت سے خالی ہے۔ متعدد دوسروں کا یہی حال ہے کہ وہ دلالت ابن سعد پر اعتماد کرتے ہیں مگر صرف صحابیاتِ حفاظہ کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

وضاحت سے کہا ہے کہ طبقات ابن سعد میں جو کچھ آیا ہے اور جو کچھ حافظ ابن حجر کا قول ہے وہ اس امر پر قطعی دلالت نہیں کرتا کہ حضرت ثویبہؓ اسلام نہیں لائی تھیں۔ یہ محض دلالت و اشارت کا معاملہ ہے کسی صراحت کا نہیں۔ دوسرے حافظ ابن مندہؒ نے بہر حال قطعی تصریح کی ہے کہ وہ اسلام لاپچی تھیں اور ان کی اس صراحت و روایت اور قول و بیان کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ امام حلبیؒ سیوطی کی ”خصائص کبریٰ“ سے ایک سند مزید لاتے ہیں کہ ان کے قول کے مطابق رسول اکرم ﷺ کو جس جس مرضعہ نے دودھ پلایا تھا وہ اسلام لاپچی تھیں۔ لیکن مجھے حضرت مسروقؓ کے اسلام لانے کے بارے میں اگرچہ کوئی روایت نہیں مل سکی تاہم ان کا اسلام لانا قطعی امر ہے۔ کیونکہ ان دونوں ماں بیٹے کو اسلام کا زمانہ ملا تھا اور شرفِ خدمتِ نبوی نے ان کو ضرور بہرہ مند کیا تھا۔

امام حلبیؒ نے ان لوگوں کی جو ان کے عدمِ اسلام کے قائل ہیں ایک اور دلیل سے کاٹ کی ہے۔ ان دونوں نے اگر اسلام قبول کیا ہوتا تو وہ ہجرت ضرور کرتے، یہ ان کی ایک منطقی دلیل ہے۔ امام موصوف کا فرمانا ہے کہ بہت سے لوگوں نے اسلام لانے کے باوجود مدینہ کو ہجرت نہیں کی تھی۔ اس کا امکان ہے کہ ان دونوں ماں بیٹے کو کوئی ایسا عذر یا عذر متعددہ رہے ہوں جنہوں نے ان کو ہجرت کرنے سے روکا اور روکے رکھا۔ اور یہ تاریخ و سیرت سے ثابت ہے کہ متعدد افراد مکہ و قریش نے صحیح یا غلط عذرا کی بنا پر ہجرت نہیں کی تھی۔ بعض منکرین اسلام حضرت ثویبہؓ نے امام سہیلیؒ کے اس بیان سے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فتح مکہ کے دن استفسار کیا تھا یہ نکتہ نکالا ہے کہ وہ ان کے عدمِ اسلام پر دلالت کرتا ہے۔ امام حلبیؒ نے اس کی تردید کی ہے کہ وہ استفسارِ حال اور تحقیقِ احوال کا معاملہ تھا، نہ کہ ان کے عدمِ اسلام یا انکارِ اسلام کا۔ بہر حال ان دونوں۔ حضرت ثویبہؓ اور ان کے فرزند حضرت مسروقؓ کو

اسلام کا زمانہ ملا تھا اور وہ دونوں اسلام لے آئے تھے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (طبری ۸۵/۱-۸۷)

ان روایات، شواہد، دلائل، قرائن اور احوال سے بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ثویبہؓ اور ان کے فرزند حضرت مسروحؓ اسلام لائے تھے اور دونوں کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ ان کے اسلام اور صحابیت کے ثبوت کے لئے اتنے علماء رجال اور ماہرین سوانح و سیرت کی شہادت کافی ہے۔ پھر ایک اور درایتی اور منطقی توجیہ بھی اسے ثابت کرتی ہے۔ اسلام لانے کی کمزور سے کمزور روایت کو قبول کرنا درایت و منطق اور شرافت کے علاوہ اسلامی اصول سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے جب کہ اسلام نہ قبول کرنے پر اصرار علماء کی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی اور نہ ہی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کو ان کے عدم اسلام پر اتنا اصرار کیوں ہے؟ حضرت اسامہ بن زید کلبیؓ کی تلوار کے سائے میں ایک مخالف مقاتل نے کلمہ شہادت پڑھ دیا تھا رسول اکرم ﷺ نے اسی کو ایمان و اسلام کے لئے کافی سمجھا۔ جناب ابوطالب ہاشمی کے وقت آخر میں آپ ﷺ صرف ان سے کلمہ پڑھ دینے کی درخواست فرماتے رہے تھے۔ ایسی متعدد مثالیں حدیث و سیرت سے اور ایسے کئی اصول قرآن و سنت سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لہذا حضرت ثویبہؓ کے اسلام لانے پر بھی اتنا ہی اصرار کرنا چاہئے جتنا ان کے عدم اسلام پر کیا جاتا ہے۔

مختصر تجزیہ

حیات طیبہ میں جن محبت کے پیکروں کا عمل دخل رہا ان میں رسول اکرم ﷺ کی اولین رضاعی ماں حضرت ثویبہؓ بہت اہم ہیں۔ ایک لحاظ سے وہ سر فرست حیات اور سرخیل امہات ہیں، حالانکہ ان کا مادرانہ کردار اور ان کے دودھ کا تفاعل غرضی تھا۔ تمام ماؤں میں بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کی حقیقی ماں حضرت آمنہ

بنت و ہب زہری سب سے عظیم و جلیل تھیں کہ نہ صرف حقیقی ماں تھیں بلکہ اول اول انھیں کا دودھ پیکر نبوی کی تعمیر و تشکیل اور جسم اطہر کی پرورش و پرداخت میں رو بعل ربا تھا۔ ان کی رضاعت بھی البتہ عارضی رہی تھی۔ اسی عارضی نوعیت کی رضاعت حضرت ثویبہ کی بھی تھی، مگر اس کی اہمیت کا عنوان یہ ہے کہ اس رضاعت کے لئے ان کا انتخاب ہوا تھا اور نہ صرف آپ ﷺ کے لئے بلکہ نونہالان قریش میں مزید پانچ چیدہ و چیدہ فرزندان بنی ہاشم و مخزوم و بنی اسد کے لئے بھی بطور مرضعہ ان کا مسلسل و متصل انتخاب ایک طویل عرصہ کو محیط ہے اور تاریخی توثیق کے لحاظ سے وہ ایک چوتھائی صدی پر حاوی ہے۔

بعض نومولودوں کی رضاعت عارضی ضرور نظر آتی ہے، اور حقیقتاً تھی بھی، مگر اس عارضی کی بھی اپنی ایک خاص اہمیت ہے۔ حضرت ثویبہؓ سے رضاعت کا تعلق مہر و الفت قائم کرنے کے لئے سرداران قریش اور اکابر مکہ کی بے ثباتی ان کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر مستقل رضاعت نہ سہی تو وقتی طور پر سہی، اور مستقل رضاعت کا باب تو ان کی رضاعی ماں کی جلالت و اقبال کو بتاتا ہے۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب ہاشمی، ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی، عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی اور جعفر بن ابی طالب ہاشمی کی رضاعتِ ثویبہؓ مستقل نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک دو کی عارضی بھی رہی تھی، جیسا کہ بعض روایات و اخبار کا اصرار ہے تو اس سے بھی زیادہ فرق نہیں پڑتا، رضاعتِ حضرت ثویبہؓ کی اہمیت اس سے غالباً دو چند ہی ہو جاتی ہے۔ آخر ان کے انتخاب و تعیین کی کیا وجوہ اور بنیادیں تھیں؟ سوائے اس کے کہ وہ مکی ساج میں عظیم ترین مرضعہ (دودھ پلائی) سمجھی جاتی تھیں۔

اس انتخاب و تقرری میں ان کی ”مولاۃ ابی لہب ہاشمی“ ہونے کا قطعی دخل نہیں تھا۔ روایات و شواہد یہی بتاتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ کے بارے میں اس کا



کوئی حوالہ اور قرینہ نہیں آتا اور نہ ہی حضرت ابوسفیان بن حارثؓ کی رضاعت کے سلسلے میں ملتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے بابِ خاص میں وہ بیان کیا جاتا ہے مگر یہ واقعہ ثابت ہو چکا ہے کہ رضاعتِ نبوی سے قبل وہ ”مولاء“ نہیں رہی تھیں۔ بعد کی رضاعتوں میں وہ ایک آزاد مرضعہ کی حیثیت سے کارفرما نظر آتی ہیں۔ لہذا مولاءِ ابی لہب کا ٹھپہ ان پر نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر ان کی آزادی کا حوالہ تو ابولہب ہاشمی کے حوالے سے ملتا ہے لیکن ان کی رضاعتِ نبوی میں آقائے حضرت ثویبہ کا کوئی کردار نہیں ملتا۔ دوسری رضاعتوں میں تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ رضاعت کے اصول و عمل میں یہ طریقہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ نومولودوں کی رضاعت کا انتظام پدری خاندان کے ولی اور سربراہ کیا کرتے تھے۔ مادری رشتہ دار نہیں، یہ اسلامی اور عربی تصور ہی نہیں ہے۔

”مولاءِ ابی لہب“ کا تصور و بیان صرف ایک قسم کی روایات و خیالات پر مبنی ہے جب کہ دوسری قسم کی روایات اس سے خالی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ کے قول و تعلیقہ میں بلاشبہ ان کے مولاءِ ابی لہب ہونے اور اس سے آزاد کرنے کا خیال پایا جاتا ہے۔ اور حضرت عروہ کے اس قولِ مرسل ہی سے مولاء کی کہانی دوسرے ماخذِ سیرت میں آئی ہے۔ جو ان کو ہاشمی لونڈی بنانے کا باعث بنی۔ امام بخاریؒ نے اپنی ایک اور ”کتاب النفقات“ کے ”باب المراضع من الموالیات وغیرہن“ میں اس حدیث و قول کو لا کر اس کی نوعیت اجاگر کر دی ہے۔ شارحین و ماہرین میں سے امام ابن التین وغیرہ نے وضاحت کر دی ہے کہ وہ بائندی نہ تھیں بلکہ رشتہ ولاء سے مولاء تھیں۔ اور اس کی تائید دوسرے ماخذ سے ہوتی ہے۔ بالخصوص ان ماخذِ حدیث و سیرت سے جو ان کے ”مولاءِ ابی لہب“ ہونے کے قول کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان میں امام مسلم سرفہرست ہیں۔ امام طبریؒ کی روایت صحابیہ

حضرت برہ بنت ابی جزاةؓ کنندی عبد ربیؓ بھی اس سے خالی ہے اور صحابی کے قول کو بہر حال ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ متاخر محققین میں مولانا شبلیؒ نے بھی اپنے متن میں ان کا صرف نام لیا ہے اور مولا ؓ نہیں قرار دیا ہے جو اضافہ سید سلیمان ندویؒ ہے۔ اور سب سے زیادہ اہم بات یہ کہ زبان رسالتؐ اب ﷺ اور کسی حدیث صحیح سے ان کے مولا ؓ ہونے کا ذکر نہیں ملتا۔ وہ بہر حال آزاد شخصیت ہی تھیں۔ رشتہ ولاء سے مولا ؓ تھیں اور اسی سے ان کی آزادی کا مفہوم متین کیا جاتا ہے۔ روایات سیرت میں اسی بنا پر ان کی آزادی کے باب میں اضطراب ملتا ہے۔ ان میں ابولہب ہاشمی کے خواب میں دیکھے جانے اور اس کے تحت تخفیف عذاب کا مسئلہ بھی خاص دلچسپ ہے۔ بلاشبہ یہ وہی کوشش ہے جس کے تحت ایک ہاشمی کو تخفیف عذاب کی بشارت دینے کی جدوجہد کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے اور ابوطالب ہاشمی کے معاملہ سے یکسر مختلف۔ ان کی تخفیف عذاب کا ذکر نص نبوی سے ثابت ہے جو اس باب میں غائب ہے۔ بعض علماء و محدثین کے مطابق کسی کافر کے حسن عمل کا صلہ آخرت میں ملنے کا اثبات صرف نص صریح سے ہوتا ہے۔ دوسرے ابولہب ہاشمی نے اگر کچھ حسن سلوک کیا تھا تو مطعم بن عدی نوفلی جیسے دوسرے اکابر قریش نے اس سے زیادہ بڑا احسان کیا تھا اور وہ بھی رسالت نبوی کے بعد، لیکن ان کے بارے میں ایسے کسی صلہ اخروی کا ذکر نہیں آتا۔ لہذا یہ پوری روایت ہی مشتبہ بن جاتی ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی آزادی پر صلہ اخروی کے کیا معنی؟

رضاعت کے باب میں ایک تاریخی حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ صرف ”شریف زادوں“ کا انتخاب اس خدمت کے لئے کیا جاتا تھا۔ وہ آزاد و خود مختار اور خاندانی طبقات شرفاء کی خواتین ہوتی تھیں یا خاص پیشہ ور مرزعات جن کا نسب حسب صحیح ہوتا۔ عرب جاہلی معیار شرافت اور دستور شرفاء کو خواہ اسلامی اور دینی نقطہ نظر سے

کچھ بھی قرار دیا جائے مگر وہ رضاعت کے لئے ہمیشہ ایسی خواتین کا انتخاب کرتے تھے۔ پوری تاریخ رضاعت میں کوئی ایک ایسی مثال نہیں ملتی، بالخصوص عرب جاہلی معاشرے کے حوالے سے، جب شرفاء قریش اور اشراف قبائل نے باندیوں اور کنیزوں سے اپنے بچوں بچیوں کی رضاعت کرائی ہو۔ (۱)

پرورش و پرداخت کے ضمن میں جاہلی عربوں کا اور اسلامی دور کے شرفاء کا بھی یہی دستور رہا کہ وہ شریف و نجیب دودھ کا انتظام کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا اور بالکل صحیح بھی تھا کہ دودھ کے اثرات خون کی مانند جسمانی اور مزاجی تشکیل کے ساتھ فطرت و کردار پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ ایک فطری عمل اور اثر انگیزی کا معاملہ ہے۔ اور قرآن مجید اور احادیث سے اس کے ثبوت ملتے ہیں۔ لہذا حضرت ثویبہؓ سے قریشی اکابر اور ہاشمی اشراف اور کی شیوخ کے رضاعت کرانے کا مسلسل اصرار بھی ان کی بلند ساجی حیثیت، ان کے عظیم کردار اور حسین و جمیل اخلاق کو بتاتا ہے اور ان سب سے زیادہ ان کی شرافتِ نسب ثابت کرتا ہے۔

ان کے ”مولاۃ ابی لہب“ کی روایت کی ترسیل میں کچھ تو حضرت عروہ کے قول و تبصرہ کا حصہ ہے اور اس سے زیادہ اس کا صحیح معنی و مفہوم نہ سمجھنے کا۔ ان کے علاوہ دوسری تاریخی، حدیثی، سیرتی روایات سے آنکھیں بند کر لینے کا بھی، جو ان کو ایک آزاد شخصیت ثابت کرتی ہیں۔ ان میں حدیث اور زبان مبارک کی شہادت ہے جو ان کے نام کے ساتھ ان کے مقام کو بھی بتاتی ہے۔ اس ضمن میں یہ ایک دلچسپ اور اہم ترین حقیقت ہے کہ ان کے سوا کسی اور خاتون عرب کا نام پورے اسلامی، سیرتی اور سوانحی ادب میں ثویبہ نظر نہیں آتا ہے۔ وہ اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے بھی

(۱) عہد نبوی میں رضاعت کے مذکورہ مضمون میں اس کے متعدد اور مستقل شواہد اور ثبوت پیش کئے گئے ہیں۔ امام سبکی کا ایک بھرہ مع تابع حدیث ملتا ہے۔ ”والرضاع كالنسب، لانه یغیر الطباع، فی المسند عن عائشة ترفعه؛ لا تسترضعوا الحمقى فان اللبن یورث.....“ ۱۶۶-۱۶۷۔

پاکیزگی اور طہارت اور انفرادیت رکھتا ہے۔ تاریخی روایت و اہل قلم کا ایک قصور یہ نظر آتا ہے کہ حضرت ثویبہؓ کے خاندان اور نام و نسب کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کیں۔ جب کہ معمولی سے معمولی باندی اور کافی فرو تر دودھ پلایوں اور خادماؤں کے نام و نسب اور خاندان کا ذکر مل جاتا ہے۔ صرف ایک نواب صدیق حسن قنوجیؒ نے غالباً ”نور الابصار“ کی معلومات کی بنا پر ان کو اسلمیہ کہا ہے یعنی وہ بنو اسلم کی ایک خاتون تھیں۔ (۱)

حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کی مکانی جہت یہ ثابت کرتی ہے کہ عرب کے شرفاء کا یہی دستور نہیں تھا کہ وہ رضاعت کے لئے بدوی علاقوں میں ہی بھیجا کرتے تھے۔ وہ شہر اور مکہ و مدینہ وغیرہ میں بھی رضاعت کا انتظام کرتے تھے اور تاریخ رضاعت عہد نبوی سے یہ دستور شرفاء بھی ملتا ہے۔ متعدد نونہالان عرب کی پرورش و پرداخت اور رضاعت و تربیت شہری علاقوں میں ہوئی تھی اور خوب ہوئی تھی۔ ان کے قطعی اثرات بدنہ تھے جیسا کہ حضرت ولید بن عبد الملک امویؓ کے ایک واقعہ یا روایت کی بنیاد پر تعمیمی انداز سے نتیجہ نکالا گیا ہے۔ سہیلیؓ کی اور کئی وجوہ بھی تاریخی کسوٹی پر کھری نہیں اترتیں۔ متعدد شہری رضاعت سے مستفید افراد ہر لحاظ سے عربیت کے علمبردار تھے۔

زمانی جہت سے اور تاریخی توقیت میں حضرت ثویبہؓ کی رضاعت اکابر کا عرصہ غالباً طویل ترین اور مسلسل ہے۔ ایسی کوئی اور مرضہ گرامی نظر نہیں آتی جنہوں نے اتنے عرصہ تک اور اتنے زیادہ نونہالان قریش کی رضاعت اتنے تسلسل کے ساتھ کی ہو، یہ پوری مسلسل مدت رضاعت قریب قریب ایک چوتھائی صدی کو محیط ہے یعنی ۵۶۷ء سے لے کر ۵۹۱ء کے زمانے تک۔ قریش کے قبیلہ بالخصوص ان کے

(۱) ۱۱۳؛ شیلی، نور الابصار، مطبعہ ممبئی، مصر، ۹: یہ دونوں بہر حال متاخر ماخذ ہیں اور ان کا اصل قدم ماخذ ضرور ہے جس کی تحقیق ابھی باقی ہے۔

رضاعت والے خاندانوں سے حضرت ثویبہؓ کا تعلق خاطر ایک عمر کو محیط ہے۔ حضرت حمزہؓ کے زمانے سے حضرت ثویبہؓ کی وفات تک خاندان نبوت سے اور رسول اکرم ﷺ سے خاص کر یہ تعلق پینسٹھ برس پر محیط ہے۔ ان میں سے ساٹھ برس کا ارتباط محبت و عقیدت رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت ثویبہؓ کی وفات ۶۲۹ء میں ہوئی تو رسول آخر الزماں اور رحمت عالمیان ﷺ پورے ساٹھ برس کے ہو چکے تھے۔ اس پورے طویل عرصے میں رسول اکرم ﷺ نے ان کے رضاعی احسان کو یاد رکھا اور پورے تیرہ سالہ نبویؐ کی دور میں اور اس سے قبل بعثت کے چالیس سالہ زمانے میں یعنی کل تریس برس تک ان کی خدمت کی، ان کے ساتھ حسن سلوک کیا، ان کا اعزاز و اکرام کیا، ان کی زیارتیں کیں اور جب وہ زیارات کے لئے آتیں تو آپ ﷺ ان کے لئے بچھ بچھ جاتے تھے۔ اور نہ صرف آپ ﷺ بلکہ آپ ﷺ کے خاندان والے بالخصوص ام المومنین حضرت خدیجہ بھی ان کا اعزاز و اکرام اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتی رہیں۔ ظاہر ہے کہ دوسرے رضاعی فرزندوں اور ان کے والیوں، سرپرستوں اور عزیزوں نے بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تھا کہ وہ رضاعی ماں کا حق تھا اور عربوں کے خون میں جذبہ احسان شناسی بن کر دوڑتا رہتا تھا۔

رافت و رحمت اور اخلاق نبویؐ کا اظہار صلہ رحمی اور اعتراف احسان شناسی ہجرت کے بعد بھی جاری رہا اور مدینہ منورہ سے ان کے لئے ہدایا و تحائف اور نفقات کا سلسلہ جاری رہا۔ بس چلنا تو وہ دریائے رحمت ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا لیکن ان کا خاندان ہی مٹ گیا جیسا کہ روایات میں آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خاندان ثویبہ فنا ہوا ہویا نہ ہوا ہو، احسان نبویؐ سے فیضیاب ہونے والے ہاتھ سامنے نہیں آئے۔

حضرت ثویبہؓ اور ان کے فرزند حضرت مسروقؓ کے اسلام لانے کے بارے

میں بلاشبہ اختلاف علماء ملتا ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی صحابیت کے بارے میں اختلاف فکر و نظر پیدا ہوا۔ لیکن ایسا اختلاف اہل علم تو بہت سے اکابر کے بارے میں بھی ہے۔ یہ اختلاف یا قدیم سوانح نگاروں کا عدم ذکر، ان کے اسلام اور ان کی صحابیت کی تردید کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ بہر حال ان ہی ماہرین رجال و صحابہ میں ایک حافظ ابن مندہ نے ان کو مسلم بھی مانا اور صحابیہ بھی اور اپنے مجمع صحابہ میں ان کا ذکر خیر بھی کیا ہے۔ حافظ ابن مندہ سے اتفاق کرتے ہوئے ایک اور امام سوانح ابن اثیر اور ان سے قبل ایک اور حافظ حدیث ابو نعیم نے بھی ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کا رجحان بھی ان کی صحابیت و اسلام کو تسلیم کرنے کی طرف ہے کہ وہ حافظ ابن مندہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ متاخرین میں امام حلبی نے تو ان کی صحابیت اور اسلام کی پر زور و کالت کی ہے اور متعدد دلائل دے کر ان کو ثابت کیا ہے۔ ان میں امام سیوطیؒ کی بالواسطہ شہادت بھی شامل ہے۔ تلاش و جستجو سے اور بہت سے امامان سیرت کی سند مل سکتی ہے۔ اتنے علماء اور ماہرین کی تائیدی آراء اور اقوال ان کی صحابیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اب رہی متاخرین کی تائید و تقریر اور متقدمین کی خاموشی اور عدم آگاہی کی بات تو ضروری نہیں کہ متقدمین نے جن کو صحابہ میں شمار نہیں کیا صرف اس بنا پر ان کی صحابیت سے انکار کر دیا جائے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو معلوم تعداد صحابہ صرف چند ہزار تک محدود رہ جاتی ہے، جبکہ یہ حقیقت ہے کہ ان سے کہیں زیادہ ان کی تعداد تھی لیکن تاریخ و سوانح کے ماہرین اپنے تصور علم و اطلاع کے سبب ان کا پتہ نہیں لگا سکے اور چند پر تکلیہ کر کے رہ گئے۔ ایک دلچسپ اور انفرادی مثال حضرت مروان بن حکم امویؒ کی ہے۔ ان کو عظیم ترین اہل قلم نے تابعی تسلیم کیا ہے اور ان کی روایات کو مرسل بتایا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہی موقف اختیار کیا ہے لیکن جب وہ صحابہ کرام کی مرویات کا باب باعندہتے ہیں تو ان میں حضرت

مروانؓ کو صحابی قرار دیتے ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ نے تو ان کی صحابیت پر اکثر کے اجماع کی بات کہی ہے۔ علم و فہم اور فقہ و حکمت متاخرین کو بھی عطا ہوئی ہے۔ بہر حال حضرت ثویبہؓ کے اسلام اور صحابیت کے باب میں امام حلی کا قول فیصل یہ ملتا ہے کہ ان کو اسلام اور عہد نبوی کا بیشتر زمانہ ملا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کی اولین رضاعی ماں تھیں اور ان دونوں اعتبارات سے وہ صاحب ایمان تھیں اور شرف صحابیت سے سرفراز۔ ان تمام امتیازات کے ساتھ ان کا عالی نسب و نسبت ہونا اور عظیم کردار کا حامل ہونا بھی قطعی امر ہے جیسا کہ ان کا نام نامی بتاتا ہے۔

حضرت ثویبہ کا اسم گرامی - معنی و مفہوم

رسول اکرم ﷺ کی اولین رضاعی ماں حضرت ثویبہؓ اسمیہؓ کا اسم گرامی بے مثال و بے نظیر ہے۔ عرب تراجم اور سیرت و تاریخ میں ان کے نام کی دوسری کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ خاصی حیرت انگیز اور اہم حقیقت ہے۔ اس سے زیادہ حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ حضرت ثویبہؓ کے بعد بھی پوری اسلامی کلاسیکی تاریخ میں یہ نام کسی کا نہیں ملتا۔ یہ موضوع بھی تحقیق طلب ہے اور محققین سیرت و تاریخ کی توجہ چاہتا ہے۔ دوسرا اہم معاملہ یہ ہے کہ اس اسم گرامی کے معنی کیا ہیں؟ شارحین حدیث اور امامان سیرت نے اس موضوع پر کوئی خاص تحقیق کی ہے، نہ اس کا معنی و مفہوم واضح کیا ہے۔

حدیث بخاری: ۵۱۰۱ اور اس کے چار اطراف: ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳ اور

۵۳۷۲ میں سے چار احادیث نبوی میں حضرت ثویبہؓ کا ذکر خیر زبان رسالت ﷺ

سے واضح طور سے ملتا ہے۔ صرف ایک طرف حدیث: ۵۱۲۳ میں ان کے اسم گرامی کا

ذکر نہیں البتہ ان کی رضاعت نبوی کا مضمحلہ حوالہ دیا گیا ہے۔ شارح گرامی حافظ ابن حجرؒ

نے اولین و اصل حدیث: ۵۱۰۱ میں جو تشریح کی ہے اس کے چند نکات ہیں، جو درج

ذیل ہیں:

۱۔ قولہ: (ثویبہ) بمثلثة وموحدة مصغر، كانت مولاة لأبي

لهب بن عبدالمطلب عم النبي ﷺ كما سيأتي في الحديث۔

یعنی فرمان نبوی کا ذکر کردہ لفظ ثویبہؓ اور ہ کے ساتھ تصغیر کا اسم ہے، وہ رسول اکرم ﷺ کے چچا ابولہب بن عبدالمطلب کی مولاۃ تھیں، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

۲۔ قولہ (و ثویبۃ مولاة لأبي لهب) کی شرح میں حافظ موصوف نے

ان کا اسلام اور رسول اکرم ﷺ سے ان کے بعد کے سماجی روابط کا ذکر ہے، جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۳۔ اسی طرح بعد کے دو مزید نکات و تشریحات میں ان کی رضاعت سے قبل یا

بعد رضاعت سے بحث مختصر ہے۔ اور اس رضاعتِ ثویبہؓ کے ثواب و اجر میں ابولہب کی دو شنبہ دو شنبہ کو اخروی راحت کا بیان ہے۔

۴۔ باقی اطراف حدیث میں حضرت ثویبہؓ سے متعلق کوئی تشریح نہیں ہے،

سوائے آخری طرف کے جس میں ان کے عتق/آزادی اور مولاۃ ہونے کی تشریح ہے مگر ان کے نام نامی کے معنی و مفہوم پر کوئی بحث نہیں ہے۔

محدثین کرام اور شارحین عظام کی حضرت ثویبہؓ کے اسم گرامی کے معنی

و مفہوم کے متعلق خاموشی نے بعد کے اہل علم اور ان سے زیادہ ہم کم علموں کے لئے

مشکل کھڑی کر دی اور اس مشکل کے حل کی تلاش نے قیاس کا دروازہ کھول دیا۔ اسی

تلاش حقیقت نے لغات کی طرف متوجہ کیا اور بالآخر لسان العرب میں اس کا ایک

معتقول حل نظر آ گیا۔ اس تحقیق کی تاخیر کی وجہ یہ بھی ہے اور ہو سکتی ہے کہ بالعموم

متلاشیانِ حق نے ”ثوب“ کے مادے میں اسے تلاش کیا ہوگا کیونکہ بظاہر وہ اس کی

تصغیر کا مونث نظر آتا ہے۔ ثوب سے ثویب اور اس کی تائیس۔ ثویبۃ۔

اصلاً وہ ”الثبۃ“ سے ہے جس کا معنی لوگوں کی جماعت بتائے ہیں اور ثبۃ کی

جمع ثبتي ہے۔ پھر ابن منظور نے اس کی اصل میں اہل لغت کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بعض کے نزدیک وہ تاب کے معنی میں ہے یعنی لوٹنے اور رجوع کے معنی میں۔ اور اس کی اصل ”ثوبۃ“ ہے۔ جب الثاء کو ضمہ لگایا گیا تو واو کو حذف کر دیا گیا اور وہ ”ثبۃ“ بن گیا۔ اور اسی کی تصغیر ”ثوبیۃ“ ہے۔ اسی سے ”ثبۃ الحوض“ کی ترکیب اخذ کی گئی ہے جس کے معنی ہیں حوض کا درمیان / وسط کا حصہ جس میں باقی پانی لوٹ آتا ہے / جمع ہو جاتا ہے۔

امام ابن منظور نے اس کے بعد آیت قرآنی: ﴿فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ اَنْفِرُوا جَمِيعًا﴾ (النساء: ۷۱) (پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے۔ شاہ عبدالقادر دہلویؒ) بطور استشہاد نقل کر کے اس کے معانی کے بارے میں اقوال علماء نقل کئے ہیں۔ روایت ہے کہ محمد بن سلام نے حضرت یونسؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا: ”ثبۃ و ثبات“، یعنی فرقہ فرقہ یا فرقوں میں۔ شاعر زہیر کا ایک شعر نقل کیا ہے جس کے اولین مصرعہ میں زیر بحث لفظ آیا ہے:

وقد أغدو علی ثبۃ کرام
نشأوی واجدین لما نشاء

کچھ دوسرے اقوال کے بعد پھر لکھا ہے کہ دوسروں کے مطابق ”الثبۃ“ اسماء ناقصہ میں سے ہے۔ وہ اصل میں ”ثبۃ“ ہے۔ اس قول میں لام الفعل ساقط ہوگا جب کہ قول اول میں عین الفعل ساقط ہوگا۔ جن اہل علم نے ”ثبۃ“ کو اصل قرار دیا ہے وہ آدمی کی تعریف و تحسین سے ماخوذ ہوگا جو اس کی زندگی میں کی جائے اور اس کی تاویل ہوگی: اس کے تمام محاسن۔ بہر حال ”الثبۃ“ کے معنی ہیں: جماعت اور ثناب القوم کا مفہوم ہے لوگ متواتر آئے وہ واحد کے لئے نہیں کہا جاتا۔

خاکسار راقم کی تعبیر و تشریح میں کوئی نقص یا غلطی راہ پاگئی ہو اس کے تدارک کے لئے اصل عبارت نقل ہے: ”و الثبۃ: الجماعة من الناس، ومن هذا. وتجمع

ثبة ثبى۔ وقد اختلف أهل اللغة فى أصلها: فقال بعضهم: هى من تاب
 اى عاد ورجع، وكان أصلها ثوبة فلما ضمت التاء حذفت الواو۔
 وتصغيرها ثوبية۔ ومن هذا اخذ ثبة الحوض وهو وسطه الذى يثوب
 إليه بقية الماء وقوله عزوجل ﴿فَانْفِرُوا نُبَاتٍ اَوْ اَنْفِرُوا جَمِيعًا﴾ وروى
 أن محمد بن سلام سأل يونس عن قوله عزوجل: فَانْفِرُوا نُبَاتٍ اَوْ
 اَنْفِرُوا جَمِيعًا قال: ثبة وثبات أى فرقة وفرق۔ وقال زهير:

وقد أعدو على ثبة كرام نشاوى واجدين لما نشاء

..... وقال آخرون: الثبة من الاسماء الناقصة وهو فى الاصل:
 ثُبَيْةٌ۔ فالساقط لام الفعل فى هذا القول، وأما فى القول الأول
 فالساقط عين الفعل۔ ومن جعل الأصل ثبية فهو من تثبيت على
 الرجل إذا أثنيت عليه فى حياته، وتاويله جميع محاسنه، وإنما
 الثبة الجماعة، وثاب القوم: أتوا متواترين، ولا يقال للواحد (1)

امام لغت نے حضرت ثوبیہ کا حوالہ اس ضمن میں نہیں دیا جو بہت حیرت انگیز

ہے ورنہ وہ کلام نبوی اور تاریخی اسماء کا ذکر ضرور کرتے ہیں

اس مفصل لغوی تحقیق سے حضرت ثوبیہؓ کے اسم گرامی کے بارے میں بعض

وضاحتیں کی جاسکتی ہیں اور اس کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم کی تعیین بھی کسی قدر کی
 جاسکتی ہے۔ خاکسار کی توجیہات بشکل نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ لغت سے بہر حال ثوبیہ ایک اسم ثابت ہوتا، خواہ وہ اسماء کاملہ میں سے ہو

اپنی اصل ثوبیہ کی بنا پر، یا اسماء ناقصہ میں سے ہو اپنی اصل مختلف ثبیبیہ کی بنا پر۔ بہر
 حال وہ ان دو میں سے کسی کی تصغیر ہے۔

(1) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۹۵۵ء، ۱/۱۳۳۶: مادہ ثبة۔

۲۔ دو اصولوں کے سبب اس نام کے معنی مختلف ہوں گے۔

- اصل اول کے مطابق معنی ہوں گے: حوض کا وہ چھوٹا وسطی حصہ جس میں باقی پانی لوٹ آتا ہے۔

- اصل دوم کے مطابق معنی ہوں گے: تمام محاسن کی حامل خاتون مکرم۔

- اس کے بلکہ دونوں کا ہم معنی مفہوم یہ ہوگا کہ وہ چھوٹا سا وسط حوض جس کے پاس لوگ متواتر آتے ہیں۔

ان تمام لغوی معانی کا اطلاق حضرت ثویبہؓ پر کیا جاسکتا ہے اور شاید کیا بھی گیا تھا جس کی بنا پر ان کا یہ نام نامی پڑا۔ وہ رضاعت کے دودھ کا ایسا چھوٹا حوض تھیں جس کے پاس لوگ متواتر آتے تھے جیسا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ اولین رضاعی فرزند حضرت ثویبہؓ سے لے کر آخری فرزند رضاعی حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ تک اکابر قریش و بنو ہاشم کے عظیم ترین فرزندان کرام متواتر ان کی رضاعت کے دودھ سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اس طرح حضرت ثویبہؓ کی ذات گرامی فیضیابی کا حوض ہی نہیں بلکہ اس کا آخری حصہ قلب تھا جہاں تمام دودھ جمع رہتا ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے وہ تمام محاسن ستودہ و خصائل حمیدہ کی پیکر تھیں اور ان کی حیات بابرکات میں ان کی تعریف و تحسین کی گئی تھی، وہ اگر ایسی ہی پیکر جملہ محاسن نہ ہوتیں تو ان کے اتنے رضاعی فرزند نہ ہوتے اور ایسے ایسے فرزند کہ تمام عمران کی تحسین کرتے رہے۔ لہذا ”ثویبہ“ کا لغوی اور اصطلاحی معنی و مفہوم ہے: ”فیض کا مرکز جامع اور جملہ محاسن کا پیکر“ اور حضرت ثویبہؓ سچ ایسی ہی تھیں۔

☆☆☆

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

رسول اکرم ﷺ کی اصل رضاعی ماں

رضاعتِ نبوی کی اولیت کا شرف بھلے ہی حضرت آمنہ اور حضرت ثویبہ کو ملا ہو لیکن مستقل رضاعت کا سہرا حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سر بندھتا ہے۔ بلاشبہ ان کی ذات والا صفات ہی رسول اکرم ﷺ کی اصل رضاعی ماں کا درجہ رکھتی ہے۔ سیرت و تاریخ اور حدیث کی متعدد روایات ان کے اس شرفِ عظیم کی شاہد عدل ہیں اور خود زبانِ رسالت مآب ﷺ اس کی اقراری ہے۔ ان ہی روایات و احادیث اور شہادات کی بنا پر حضرت حلیمہ سعدیہ کی شخصیت، کارگزاری اور کارفرمائی تاریخ کی کامل روشنی میں نظر آتی ہے۔ قدیم سیرت نگاروں اور بنیادی راویوں نے ان کی شخصیت اور ان کے کارنامے کے بارے میں کافی تفصیلات بہم پہنچانے کی بلیغ مساعی کی ہیں۔ موازنے سے یہ دلچسپ حقیقت بھی اجاگر ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اولین رضاعی ماں حضرت ثویبہؓ کے بارے میں رواۃ نے دلچسپی نہیں لی اور معلومات، انتہائی ضروری معلومات، کی طرف سے آنکھیں موند لیں، لہذا ان کی شخصیت اور کارنامے کی نوعیت اوجھل ہی رہ گئی۔

دوسری طرف ایک اور روایتی حقیقت بھی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ بلاشبہ رواۃ سیرت و تاریخ نے، بالخصوص امام ابن اسحاق جیسے رجحان ساز سیرت نگار نے حضرت ثویبہؓ کی شخصیت و کام کو اجاگر کرنے سے پہلو تہی کی، لیکن حدیث کی روایات نے ان کے نام و کام دونوں کو بے مثال افتخار عطا کر دیا۔ ان کا اسم گرامی اور رضاعت کا کارنامہ جس طرح زبانِ رسالت مآب ﷺ سے جریدہ عالم پر ثبت ہوا اس طرح

حضرت حلیمہ سعدیہ کا مستقل نام و کام صفحات حدیث و اوراق سنت میں مصور ہو کر روایتی معراج کو کسی طرح نہیں چھوسکا۔ کیا راویان سیرت اور امامان تاریخ کی حضرت حلیمہ سعدیہ کی شخصیت و کارنامے کی طرف ضرورت سے زیادہ توجہ اس کی بنیاد تھی؟ امام ابن اسحاقؒ اور ان کی پیروی اور متابعت میں چلنے والے دوسرے راویان تاریخ اور مولفین سیرت نے حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کو اتنا اجاگر کیا کہ دوسری رضاعی مائیں بالعموم اور حضرت ثویبہ سی اولین رضاعی ماں پردہٴ خفا میں چلی گئیں۔ اس کی اصل وجہ تحقیق طلب ہے۔ بہر حال حضرت حلیمہ سعدیہ کی ذات و صفات اور ان کے نام و نسب، رضاعت اور نبوی حیاتِ طیبہ ان کے کردار کی ایک الگ شان ہے۔

تلاش مرضعات

دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو رسول اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی، جمہور علماء کے مطابق کم از کم تمام روایات سیرت کا اجماع ہے کہ ظہورِ قدسی ﷺ کے معاً بعد دودھ پلائوں (مرضعات) کی تلاش شروع ہوگئی۔ امام سیرت ابن اسحاقؒ کی یہ روایت مجہول بھی ہے اور ان کے اپنے قاعدہٴ تضعیف و جرح کے مطابق خاصی ضعیف و سقیم بھی ہے کیونکہ اس کا بیان ”فینز عمون“ (لہذا ان کا خیال ہے) سے شروع ہوتی ہے اور وہ ایک روایت کے واقعات کا آخری سلسلہ ہے۔ اس کا سادہ سا ترجمہ ہے کہ راویوں کا خیال رزعم ہے کہ عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو لیا اور آپ سمیت کعبہ میں داخل ہوئے اور کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرنے لگے اور جو کچھ اس نے عطا فرمایا ہے اس کے لئے اس کا شکر ادا کرتے رہے۔ پھر آپ کے ساتھ وہاں سے نکل کر آپ ﷺ کی ماں کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیا۔ اور رسول اکرم ﷺ کے لئے دودھ پلائوں کی تلاش و جستجو شروع کر دی: ”فینز عمون أن عبدالمطلب أخذہ، فدخل بہ الکعبۃ،

فما یدعو اللہ، ویشکر له ما أعطاه، ثم خرج به إلی أمہ، فدفعه إلیہا، والتمس لرسول اللہ ﷺ الرضعا، ابن ہشام نے الرضعا کے معنی المراضع لئے ہیں اور سورہ قصص ۱۲ سے اسے مدلل کیا ہے۔ شارح ابن ہشام امام سہیلی نے دونوں اماموں کے بیانات نقل کر کے اپنی شرح حدیث الرضاع میں لفظ "الرضعا" کی تحقیق و تشریح کی ہے۔ ان کی توجیہ یہ ہے کہ الرضعا تو اصل الرضیع کی جمع ہے جس کے معنی ہیں رضاعت والے بچے، لیکن رولیت ابن اسحاق کے مخرج کی دو وجوہ ہیں ایک مضاف کا حذف ہے گویا کہ انہوں نے یہ کہا: ذوات الرضعا (دودھ/رضاعت والے بچوں کی دودھ پلائیاں) دوسری وجہ یہ ہے کہ رضعا سے حقیقت لفظ کے مطابق بچے (الاطفال) ہی مراد ہیں۔ اس لئے کہ جب ان کے لئے کوئی مرضعہ پائی جاتی ہے جو ان کو دودھ پلاتی تو اس کے لئے ایک رضیع (دودھ پیتا بچہ) بھی پالیتے ہیں جو اس کے ساتھ رضاعت کرتا ہے۔ لہذا یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے لئے ایک رضیع (دودھ پیتا بچہ) تلاش کیا گیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دودھ پیتا بچہ ہوگا تو اس کو ایک دودھ پلانے والی بھی ضرور ہوگی: "..... التمسوا له رضیعا، علما بأن الرضیع لا بد له من مرضع۔" کم دیش یہی بات تمام دوسرے سیرت نگاروں نے اپنے اپنے انداز سے کہی ہے۔ (۱)

تلاش مرضعات کی وجہ

امام ابن اسحاق ابن ہشام اور ان کے پیروکاروں اور دیگر قدیم سیرت نگاروں کی روایات میں تلاش مرضعات کی وجہ نہیں بیان کی گئی ہے۔ امام سہیلی نے البتہ ان کی وجوہ سے اپنی خاص فصل میں بحث کی ہے جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ ان وجوہ کی تنقیح و تحلیل سے اولین وجہ کا تعلق براہ راست مراضع مرضعات کی تلاش سے

(۱) ابن اسحاق ابن ہشام ۱۶۰/۱: ۱۶۳، کتبلی ۱۱۳۲۲/۱ اور ۱۶۳/۲: ۱۵۷، جامعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۹۸۱ء؛ ابن اسحاق ابن ہشام ۱۶۰/۱: ۱۶۳، کتبلی ۱۱۳۲۲/۱ اور ۱۶۳/۲: ۱۵۷، جامعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۹۸۱ء؛

بازاری ۹۲/۱: التمس له الرضاع۔

ہے اور باقی کا اعراب میں رضاعت سے۔ اور اولین وجہ یہ ہے کہ عورتوں ریویویوں کو شوہروں کے لئے فارغ کر لیا جائے تاکہ ان بچوں کی رضاعت اور دیکھ بھال سے وہ آزاد ہو جائیں: ”تفریغ النساء الی الأزواج“ یہ ایک سماجی اور منطقی وجہ ہو سکتی ہے مگر فطری نہیں، کیونکہ ماں کا دودھ بچے کے لئے بہترین غذا ہوتا ہے اور نوخیز بچے کو ماں سے دور کرنا بھی رحمت و رأفت اور مادرانہ شفقت سے بعید نظر آتا ہے۔ اور دوسرے کا دودھ پلانا بھی عجیب سا لگتا ہے۔ (۱)

گھوم پھر کر بہر حال اس سماجی اور جاہلی روایت کی بات آ جاتی ہے جس کے تحت بچوں کی رضاعت غیر کرائی جاتی تھی۔ عہد جاہلی اور عہد نبوی میں بہر حال یہ ایک مسلمہ روایت اور سماجی طریقت تھی کہ مائیں یا سرپرست چند روزہ رضاعت کے بعد اپنے بچوں کو رضاعت کے لئے پیشہ در مرضعات دودھ پلائیں کے سپرد کر دیتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم معاشرت تھی جس کی گرفت میں سب تھے۔ حتیٰ کہ بچیوں اور لڑکیوں کی رضاعت کے لئے رضاعتی ماؤں کے سپرد کر دیا جاتا تھا اور ان کو وطن میں یا وطن سے باہر گھرنے دیا جاتا تھا۔ امہات المؤمنین میں کئی۔ حضرت عائشہ۔ حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔ کی خارجی رضاعتوں کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ ان میں شہری اور بدوی دونوں طرح کی رضاعتیں شامل تھیں۔ بدوی رضاعتوں پر زور اس بنا پر زیادہ دیا گیا کہ وہاں کی آب و ہوا صاف و شفاف ہوتی تھی اور بدویت عربیت کے ہم معنی بن گئی تھی۔ زبان عربی کی فصاحت و بلاغت کا بدوی معیار زیادہ اونچا سمجھا جاتا تھا۔ صحت و جسمانی قوت بھی ان سے آتی تھی۔ لیکن یہ سب اضافی

(۱) سبکی ۱۶۷۲؛ رسول اکرم ﷺ کے معاملہ میں تو یہ توجیہ قطعی بودی ہے کیونکہ والدہ ماجدہ بیوہ تھیں اور والد ماجد کافی پہلے مرحوم ہو چکے تھے۔ اہل سیر کا اتفاق و اجماع ہے کہ جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی وفات ولادت نبوی سے دو ماہ قبل ہو چکی تھی۔ لہذا شوہر کے لئے بیوی کو فارغ کرنے کی بات بالکل صحیح نہیں ہے، کم از کم رسول اکرم ﷺ کے معاملہ رضاعت میں اور دوسرے رضاعتی معاملات و واقعات میں بھی وہ صرف ایک توجیہ ہی ہے۔

تھیں۔ شہری رضاعتوں میں بھی یہ تمام فوائد حاصل ہوتے تھے جن کے ثبوت ہیں۔ (۱)

حلیمہ سعدیہ کا انتخاب

سیرت امام ابن اسحاق کے منظر نامے میں حضرت حلیمہ سعدیہ کا بطور مرضعہ نبوی انتخاب تلاش مرضعات کے ضمن میں آتا ہے۔ ابن اسحاق کا بلا سند بیان ہے کہ آپ ﷺ کے لئے بنو سعد بن بکر کی ایک عورت کو رضاعت کی خاطر منتخب کیا گیا جن کا نام تھا۔ حلیمہ بنت ابی ذؤیب”..... قال ابن اسحاق : فاسترضع له امرأة من بن سعد بن بكر، يقال لها: حلیمة ابنة ابي ذؤيب “امام کبلی اور دوسرے شارحین و مؤلفین کرام نے ابن اسحاق کے اس بیان کو نقل کر دیا ہے مگر اس کی تشریح و تفسیر کسی نے نہیں کی۔ (۲)

حضرت حلیمہ سعدیہ کے مفصل بیان کا سب سے اہم نکتہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ در تہتم ﷺ کا انتخاب مجبوری کا تھا۔ ان کے بیان کے اس حصہ سے بعض دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں جو رضعاء، مرضعات، عرب روایات رضاعت وغیرہ کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ بنو سعد بن بکر کی چند عورتوں کے ساتھ رضاعت والے بچوں (الرضعاء) کی تلاش میں اپنے شہر سے اپنے شوہر اور دودھ پیتے بچے کے ساتھ نکلیں اور مکہ پہنچیں۔ مکہ میں تلاش رضعاء ان سب کا مقصود تھا۔ تمام سعدی مرضعات میں سے ہر ایک پر رسول اکرم ﷺ کو رضاعت کے لئے پیش کیا گیا مگر جیسے ہی اسے معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ تہتم ہیں وہ دامن کش ہو جاتی، کیونکہ ان سب کو یہ توقع تھی کہ

(۱) کبلی ۱/۲۷۷ اور ماجد، عہد نبوی میں رضاعت مذکورہ مضمون خاکسار: جلی ۱/۸۹ نے اس کو وضاحت سے یوں لکھا ہے: ”لأنه كان من شيم العرب وأخلاقهم إذا ولد لهم ولد يلتسون له مرضعة في غير قبيلتهم ليكون أنجب المولد وأفصح له.....“

(۲) ابن ہشام ۱/۶۰؛ کبلی ۱/۳۶۲ اور ماجد، شامی ۳۷۵-۳۸۰ و ماجد، نیز دیگر پیر وان ابن اسحاق و ابن ہشام؛ باذری ۹۳۱: مختلف بھی ہے اور تھو ابن اسحاق بھی ہے جس پر بحث نسب حلیمہ کے تحت آگے آتی ہے۔

بچے کے باپ سے حسن معاوضہ (المعروف) ملے گا، یتیم بچے کی ماں اور دادا کیا حسن سلوک کر سکیں گے۔ اس بنا پر ساری خواتین نے ناپسند کیا۔ بی بی حلیمہ سعدیہ نے بھی پہلی بار آپ ﷺ کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جب ساتھ آنے والی تمام عورتوں کو رضاعت کے لئے بچے مل گئے۔ اور بقول ان کے انھیں کوئی نہیں مل سکا تو اپنے شوہر سے انھوں نے کہا کہ بلا کسی بچے کو لئے وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ واپس جانا پسند نہ کریں گی، لہذا میں اسی یتیم کو ہی لے لیتی ہوں۔ ان کے شوہر نے ان کے خیال کو پسند کیا اور توقع ظاہر کی کہ شاید اللہ نے ہمارے لئے اسی یتیم میں برکت رکھ دی ہو۔ لہذا بی بی حلیمہ سعدیہ نے جا کر آپ ﷺ کو لے لیا۔ (۱)

ان تمام روایات و بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مرضعات کی تلاش تو بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کے دادا نے کی تھی۔ مگر حضرت حلیمہ سعدیہ کا انتخاب بطور مرضعہ ان کا نہیں تھا۔ وہ کسی بھی مرضعہ شریفہ کے حوالے کرنے کے تیار تھے جیسا کہ بنو سعد کی خواتین کے سامنے آپ ﷺ کے پیش کئے جانے کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا انتخاب بھی بدرجہٴ مجبوری تھا کہ ان کو اور کوئی بچہ نہیں ملا تھا۔ اس کی کسی حد تک وضاحت طبری نے اپنی مختصر روایت میں کی ہے اور حلبی نے حضرت حلیمہ کے انتخاب عبدالمطلب کا پس منظر بھی بیان کیا ہے۔ اس امر واقعہ میں بعض

(۱) ابن ہشام ۱۶۲/۱-۱۶۳؛ ابن کثیر ۱۲۵/۲-۱۳۶۔ بلاذری ۹۳۱/۹۳-۹۴۔ ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے راویوں پر بھی روایت ہے کہ "الو" سے شروع کی ہے۔ الفاظ کا فرق ہے مگر مشہور وہی ہے؛ ابن سید الناس ۲۸۸/۱ و ما بعد۔ روایت ابن اسحاق ان سب میں ید بیسب جملہ موجود ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو لینے کا فیصلہ صرف اس بنا پر تھا کہ حضرت حلیمہ کو کوئی دوسرا بچہ نہیں ملا تھا؛ "وما حملنی علیٰ اخذہ إلا انی لم اجد غیرہ" حلبی ۸۹/۱ نے ابن اسحاق کی اس روایت پر نقد کیا ہے کہ دوسری روایات کے مطابق آپ ﷺ کے دادا نے تلاش مرضعات کی اور حضرت حلیمہ کا انتخاب کیا تھا۔ اس پر بحث ذرا بعد میں آتی ہے۔ متعدد نے البتہ دادا کی تلاش نہیں دیکھی؛ شبلی ۱۷۳/۱؛ ابن حلیمہ سعدیہ بھی تھیں، اتفاق سے ان کو کوئی بچہ ہاتھ نہیں آیا۔ آنحضرت ﷺ کی والدہ نے ان کو مقرر کرنا چاہا تو ان کو خیال آیا کہ یتیم بچے کو لے کر کیا کروں گی، لیکن خالی ہاتھ بھی نہ جا سکتی تھیں اس لئے حضرت آمنہ کی درخواست قبول کی، لیکن اس کے لئے کوئی حوالہ نہیں دیا، نہ مصنف نے نہ مرتب نے۔

خوش گمان راویان نے یہ الٰہی کی کار فرمائی دیکھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تمام مراضع کے حرام کر دئے جانے سے اسے جوڑ دیا۔ گویا کہ قضا و قدر کا فیصلہ یہی تھا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس ہی رسول اکرم ﷺ کی رضاعت و پرورش کا انتظام ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے اس رضاعتِ حلیمہ سعدیہ کا ارتباط و مماثلت سوائے قضا و قدر کے فیصلہ کے اور کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ واقعہ موسوی میں والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے وعدہ الٰہی کے ایفاء کا معاملہ تھا، جب کہ حضرت حلیمہ سعدیہ سے ایسا کوئی وعدہ نہیں تھا۔ بیشتر قدیم و جدید سیرت نگاروں نے ابن اسحاق کی روایت کو بلا مقابلہ و موازنہ قبول کر لیا اور دوسری روایات نظر انداز کر دیا۔

بہر حال امام حلیؒ نے ابن اسحاق کی روایت پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صاحب شفاء الصدور کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ کا دوسرا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالمطلب ملے تو میرے بارے میں پوچھا۔ میں نے جب بتایا کہ میں بنو سعد کی ایک عورت ہوں تو نام پوچھا۔ حلیمہ نام سن کر عبدالمطلب نے قسم فرمایا اور ان دونوں سے فال نیک لی کہ سعد اور حلم ایسی دو خصلتیں ہیں جن میں سارے جہان کا خیر اور دوامی اقبال ہے۔ اے حلیمہ! میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے جسے میں نے تمام سعدی عورتوں کے سامنے پیش کیا اور کسی نے اس کو یتیم ہونے کے سبب قبول نہ کیا، کیونکہ وہ یہ کہتی تھیں کہ یتیم کا ہم کیا کریں، ہمیں تو آباء (باپوں) سے کرمۃ (حسن سلوک) اور حسن معاوضہ کی امید ہوتی ہے۔ تو کیا تم اس کی رضاعت کرو گی؟ شاید تمہیں اس کی بنا پر سعادت نصیب ہو۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان مزید ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے شوہر سے پوچھ لوں۔ بہر حال انھوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ میں عبدالمطلب کے پاس واپس گئی تو ان کو انتظار میں بیٹھے ہوئے پایا۔ جب میں نے ان سے کہا کہ بچے کو لے آئیے تو خوشی سے ان کا چہرہ تمنا گیا۔ وہ مجھے لے کر حضرت

آمنہ کے گھر گئے، ماں نے بھی میرا خیر مقدم کیا اور مجھے اس مکان رگھر میں لے گئیں جہاں محمد ﷺ اپنے حسین و جمیل اور خوشبودار لباس و بستر میں موجود تھے۔ اس کے بعد بعض اور معجزانہ تفصیلات ہیں۔ بہر حال میں نے ان کو جیسے ہی لیا وہ مسکراتے ہوئے جاگ گئے۔ اس روایت میں بھی وہ سکے بند جملہ موجود ہے کہ میں نے آپ کو محض اس بنا پر لے لیا تھا کہ مجھے اور کوئی بچہ نہیں مل سکا تھا۔ بہر حال امام حلبيؒ امام تطبیق بھی ہیں اور انھوں نے ابن اسحاق کی روایت مشہور سے اسے تطبیق دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ (۱)

بہر حال امام حلبيؒ نے اس فقرے پر نقد بھی کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کو ان کے فقر کے سبب کوئی بچہ نہیں مل سکا تھا۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ کو لینے کے سلسلے میں دوسرے کسی بچے کے نہ ملنے کو بھی قابل نقد بتایا ہے۔ اگرچہ اس کے دلائل و تفصیلات نہیں دیں۔ درایتی اور روایتی دونوں لحاظ سے ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کے اس حصہ پر خاص شبہ کیا جاسکتا ہے اور اسے غلط کہا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ بچوں۔ شیر خوار بچوں کی رضاعت کے لئے باپوں کا خرچ کرنا اور مرضعات کے ساتھ حسن سلوک کرنا عام قاعدہ ضرور تھا لیکن رسول اکرم ﷺ کے یتیم ہونے کے معنی قطعاً یہ نہ تھے کہ آپ ﷺ بے حال و منال بھی تھے۔ آپ ﷺ خود بھی اپنے والد ماجد کے مال کے وارث تھے اور اس سے زیادہ دادا عبدالمطلب ہاشمی اکابر قریش ہی میں نہیں ان کے دو اہم ترین افراد میں تھے۔ اور اپنی صفات عالیہ اور محبت محمدی کے لئے معروف تھے۔ سعدی مرضعات کے مسترد کرنے کی کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبدالمطلب ہاشمی کی دو اہمندی، بزرگی اور خاندان نبوت کی کفالت وغیرہ سے قطعاً نابلد تھیں۔ یتیم کی

(۱) حلبيؒ ۸۹۱ھ، ۹۰ھ؛ طبریؒ ۱۵۷۲ھ کا بیان مختصر ہے کہ خانہ کعبہ سے واپس آ کر عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو ماں کے حوالے کیا اور پھر خود ہی تلاش مرضعات میں نکلے اور بنو سعد بن بکر کی ایک خاتون حلیمہ نامی کو آپ ﷺ کی رضاعت کے لئے منتخب کیا۔

حیثیت سے مسترد کئے جانے کی کہانی ان تاریخی حقائق سے میل نہیں کھاتی۔ صحیح روایت وہی ہے جو حلبی نے نقد میں نقل کی ہے۔ اور اس کی بھرپور تائید امام طبری کی روایت سے ہوتی ہے جس میں تلاشِ مرضعات کی ذمہ داری اور فعلِ دونوں کو عبدالمطلب ہاشمی کا قرار دیا ہے۔

نام و نسبِ حلیمہ

حضرت ثویبہؓ کے برعکس حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی شخصیت، ان کے نام و نسب اور ان کے خاندان کے بارے میں کافی تفصیلات کم از کم رضاعتِ نبوی کے حوالے سے ملتی ہیں۔ اس کی ظاہری وجہ ان کی خاندانی شرافت و نجابت اور شخصی عظمت و جلالت تھی۔ ہوازن رقیف کا خاندان قبیلہ قریش مکہ کے لئے معروف ہی نہیں تھا بلکہ ان کے ساتھ سیاسی، سماجی اور متعدد دوسرے رشتے استوار تھے۔ ان سے تجارت کرتے تھے۔ طائف وغیرہ کے زرخیز علاقوں میں قریشی جاگدا دیں اور باغات تھے اور ان سے شادی بیاہ کے تعلقات بھی تھے۔ ہوازن اپنے کو قریش سے کم افضل نہیں سمجھتے تھے، بس ان کے متولیانِ کعبہ ہونے کے سبب ذرا زخم کھاتے تھے۔ قریش بھی ان کو ہم پلہ ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیات کریمہ اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث شریفہ کے علاوہ تاریخی روایات و آثار سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ (۱)

حلیمہ سعدیہ کے والد ماجد کا نام ابو ذویب عبد اللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن فصیہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حنفہ بن قیس عیلامی مح پورے شجرہ نسب کے ابن اسحاق اور ابن ہشام نے اپنے

(۱) سورہ زحرف۔ ۳۱ ﴿وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْشِ لَكُنَّا بِكَ عَظِيمِينَ﴾ اور کہتے ہیں، کیوں نہ اترا، یہ قرآن، کسی بڑے مرد پر، ان دو بیٹیوں کے۔ عبد القادر دہلویؒ۔ یعنی کے اور طائف کے کسی سردار پر، مفسرین کرام کے مطابق یہ قول اکابر مکہ قریش کا تھا اور ذوقریوں سے مراد مکہ اور طائف تھے۔ قریش مکہ اور اکابر طائف کے سیاسی اور سماجی اور دوسرے تعلقات کے لئے ملاحظہ ہو: عبدالمطلب ہاشمی..... اور دوسری کتب سیرت۔

کتب میں دیا ہے۔ ماہرین نسب ابن الکلبی وغیرہ نے اس پر نقد کیا ہے کہ ابن اسحاق نے ابو ذویب کا نام غلطی سے عبداللہ بن حارث لکھ دیا ہے: اصلاً وہ ابو ذویب حارث بن عبداللہ بن شجنہ ہے۔ اوپر کی پیڑھیوں میں بھی بعض ناموں اور نسبوں کی غلطیاں واضح کی گئی ہیں۔ بلاذری، سیہلی اور متعدد دوسرے ماہرین انساب اور مولفین سیرت نے اس پر کافی بحث کی ہے اور اغلاط ابن اسحاق کو بتایا ہے۔ (۱)

بیشتر متاخر مولفین سیرت نے اور قریب قریب تمام اردو کے بڑے سیرت نگاروں نے حضرت حلیمہ کے نسب سے بحث نہیں کی۔ ان کے والد ماجد کے نام پر ابن اسحاق ابن ہشام کے تسامح اور اس پر ماہرین نسب اور شارحین حدیث کے نقد سے بھی تعرض نہیں کیا۔ لہذا ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے والد حارث بن عبداللہ سعدی کی دوسری اولاد پر کوئی کلام کرتے۔ اس باب میں بالخصوص جب بنیادی مآخذ سیرت ہی خاموش ہیں۔ ابن اسحاق اور ان کے تمام پیروکاروں اور دوسرے سیرت نگاروں نے اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ اس سے راویان قدیم کی روش و رویہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کو جس چیز یا پہلو سے دلچسپی ہوتی ہے اس پر ضرورت سے زیادہ اور خاصی تفصیل و بہت سی جزئیات جمع کر دیتے ہیں۔ اور جس کو خاطر میں نہیں لاتے اس سے صرف نظر کر لیتے ہیں اور بسا اوقات ان روایتی خلاؤں نے باب سیرت کو دھندھلا کیا ہے۔ (۲)

(۱) ابن اسحاق ابن ہشام ۱۶۰: ۹۳؛ بلاذری ۱۶۲: ۱۶۲؛ صفحہ ۱۶۲؛ تصحیح کی ہے، ابو ذویب کے اصل نام پر بحث نہیں ہے ابن سید الناس ۵۱۱ میں عبداللہ بن حارث نام بتایا ہے ابو ذویب کا، نسب کی اوپر کی پیڑھیوں میں اختلافات و تسامحات ہیں؛ طبری ۱۵۷: ۱۵۷؛ ابو ذویب کا نام عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن قصیہ بن سعد بن کبرئیل لکھا ہے۔ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ۲۵۳: میں بھی عبداللہ بن حارث ہے اور قصیہ کی جگہ عصبیہ ہے۔ غیر معروف اکابر کے ناموں میں ایسی غلطیاں عام ہیں اور شخصیت کے نسب کی اوپر کی پیڑھیوں میں ملتی ہیں حتیٰ کہ عدنان سے اوپر رسول اکرم ﷺ کے نسب میں یہ تسامح ملتا ہے۔

(۲) شبلی ۱۵۲: ۱۵۳؛ کاندر حلوی ۱۷۱: ۷۴؛ منصور پوری ۱۷۱: ۱۷۱؛ مودودی ۹۶: ۹۶؛ بحوالہ ابن سعد و ابن اسحاق، مبارکپوری ۸۳: ۸۷؛ بحوالہ ابن ہشام ۱۶۲: ۱۶۲۔

بہر حال اپنی جگہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے دوسرے بھائی بہن بھی رہے ہوں گے اور ممکن ہے انساب میں وہ مدفون ہوں۔ ہمارے اس دعوے کی بہر حال ایک تصدیق سند بلاذری کی ایک روایت سے ملتی ہے جس کے مطابق فتح مکہ کے دن حضرت حلیمہ کی ایک بہن اپنے شوہر کی ایک بہن کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے آئی تھیں۔ اس واقعہ کا ذکر اپنے مقام ارتباط پر آئے گا۔ (۱)

عرب انساب کے ایک ماہر علامہ ابن حزم اندلسی نے اپنی ”عجمہ انساب العرب“ میں بنو سعد بن بکر کے ذکر کو صرف ایک صفحہ میں نمٹا دیا ہے۔ ان کو البتہ اظہار النبی ﷺ کہا ہے کہ ان کے پاس آپ علیہ السلام کی رضاعت ہوئی تھی۔ ان کے اکابر میں صرف چند ہی کا ذکر کیا ہے: ۱۔ حارث بن یحییٰ بن حیان بن عمیرہ بن ملآن بن ناصرہ بن عصبہ بن نصر بن سعد بن بکر جنھوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی سے حلف کا رشتہ قائم کیا تھا اور ان کی دختر حضرت صفیہ بنت العباس سے شادی کی تھی۔ ان کے دو فرزندوں اور بعد کے اکابر کا ذکر کیا ہے۔ ۲۔ حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملآن بن ناصرہ بن عصبہ بن نصر بن سعد بن بکر جو رسول اکرم ﷺ کے حاضرین (رضاعی باپ) تھے۔ ۳۔ ان کی اہلیہ حضرت حلیمہ سعدیہ جو حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث..... تھیں۔ اور ان دونوں کی طرف اولاد کا ذکر کیا ہے۔ بقیہ تفصیل نہیں ہے۔ (۲)

حضرت حلیمہ کے شوہر اور اولادیں

ابن اسحاق اور ابن ہشام کی بنیادی روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ساتھ ان کے شوہر نامدار اور چھوٹا شیرخوار بچہ ساتھ آیا تھا۔ اسی حوالے سے رسول اکرم ﷺ کے رضاعی باپ کے نام و نسب کو بیان کیا ہے اور وہ بھی اسی بنو سعد کے

(۱) بلاذری ۹۵/۱: ”وقدمت علی رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکہ، وهو بالابطح، آخت حلیمہ ومعها آخت زوجھا.....“

(۲) عجمہ انساب العرب، ۲۵۲

خاندان سے تھے جس سے حضرت حلیمہ تھیں۔ ان کا نام و نسب ابن ہشام کے مطابق یہ ہے: ”الحارث بن عبد العزئی بن رفاعہ بن ملآن بن ناصرۃ بن نصیۃ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن“ ابن ہشام نے کہا ہے کہ ایک روایت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہلال بن ناصرۃ یعنی تیسری بیڑھی میں ملآن کی جگہ نام ہلال تھا۔ (۱)

اولاد حضرت حلیمہ سعدیہ

اولاد حضرت حلیمہ سعدیہ میں تین۔ ایک فرزند اور دو دختریں۔ کا ذکر بالعموم بیشتر کتب سیرت میں کیا جاتا ہے۔ ان میں تمام قدیم و جدید سیرت نگار، ماہرین انساب اور دوسرے اہل علم شامل ہیں۔ صرف ایک جدید محقق نے چار اولادوں کا ذکر کیا ہے۔ مولانا شبلی کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چار رضاعی بھائی بہن تھے، جن کے نام یہ ہیں: عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حذافہ جو شیماء کے لقب سے مشہور تھیں۔ لیکن ان کا کوئی حوالہ دیا گیا ہے نہ ان پر کوئی بحث کی گئی۔ مولانا کاندھلوی اور مولانا مودودی نے صرف عبداللہ کا ذکر کیا ہے۔ مگر قدیم ماخذ میں ان کا ذکر مختلف انداز سے ملتا ہے۔ ان میں تعداد کا بھی اختلاف ہے اور ناموں کے املا اور سبب کا بھی۔ مثلاً ابن اسحاق اور ابن ہشام نے صرف تین نام گنائے ہیں: عبداللہ بن حارث، انیسہ بنت الحارث اور حذافۃ بنت حارث اور انھیں موخر الذکر کو الشیماء کہا ہے۔ امام سہیلی نے ابن اسحاق کی روایت نقل کر کے اپنی تشریح میں الشیماء کے اصل نام پر بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا اصل نام ”خدمۃ“ تھا، بعض نے

(۱) ابن ہشام ۱: ۱۶۱، سہیلی ۱: ۱۴۵، بلاذری ۹۳/۱ نے ابن اسحاق کی روایت نسب نصر بن سعد تک دہرائی ہے، شبلی ۱: ۱۴۲، حضرت حلیمہ کے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبد العزئی ہے، بحوالہ اصابع ابن حجر، مودودی ۹۶/۲: ”..... جن میں حلیمہ بنت ابی ذؤیب بھی اپنے شوہر حارث بن عبداللہ کے ساتھ شامل تھیں.....“ غلطی سے عبدالعزئی کی جگہ عبداللہ لکھا ہے۔ مبارکپوری، ۸۳: ”..... ان کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزئی اور کنیت ابو کثیر تھی اور وہ بھی قبیلہ بنی سعد ہی سے تعلق رکھتے تھے۔“

حذافہ بھی بتایا ہے، اور یہی نام یونس نے ابن اسحاق کی روایت میں اور ابو عمر نے کتاب النساء میں لکھا ہے۔ محقق کتاب سیہلی نے اپنے حاشیہ ابو ذر الحاشنی کے حوالے سے دو اور قراءتیں لکھی ہیں: جدامہ یا جدامہ..... (۱)

حضرت حلیمہ سعدیہ کی اولاد کے باب میں وہی ابہام پایا جاتا ہے جو حضرت ثویبہ کی اولاد کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا۔ بس فرق یہ ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے تین بچوں بیچوں کا ذکر ملتا ہے جن میں سے ایک رسول اکرم ﷺ کے دودھ شریک تھے اور وہ حضرت عبد اللہ تھے۔ حضرت ایشماءؓ ان سے بڑی تھیں اور ان کی عمر سات آٹھ سال یا اس سے زیادہ رضاعتِ نبوی کے وقت رہی ہوگی، کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کو گود میں کھلاتی تھیں اور ماں کی گھریلو مصروفیات کے دوران آپ ﷺ کی دیکھ ریکھ رضانت کرتی تھیں۔ دوسری بہن حضرت انیسہؓ کے بارے میں ماخذ میں سکوت پایا جاتا ہے۔ لہذا ان کے عمر و سن اور کام و کارگردگی کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ ایک پیشہ ور اور مستقل مرضعہ تھیں اور وہ ہر سال تلاش رضاع میں مکہ مکرمہ آتی تھیں اور ممکن ہے کہ وہ طائف وغیرہ بھی اس سلسلے میں جاتی رہی ہوں۔ بہر حال ان کی مستقل مرضعہ کی حیثیت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ان کی اور

(۱) شبلی ۱۷۵/۱؛ کاندھلوی ۱/۷۲-۷۳؛ مودودی ۹۶/۲-۹۸؛ سیہلی ۱۳۵/۲ اور ۱۶۲-۱۶۳ نیز حاشیہ ۱؛ طبری ۱۵۷/۲؛ نے صرف تین عبد اللہ، ایسہ اور خدامہ کا ذکر کیا ہے اور موخر الذکر کو ہی ایشماءؓ کہا ہے اور اس کو غالب نام بتایا ہے؛ مبارکپوری، ۸۴ روایت ابن ہشام؛ نیز بلا ذری ۹۳/۱؛ حلبی ۸۸/۱ و ما بعد؛ ابن سید الناس ۳۸۱-۵۳ نیز فادر بہل (Fr. Buhl) اور ادارہ، مقالہ حلیمہ اردو معارف اسلامیہ لاہور، میں بھی صرف تین۔ ایک فرزند اور دو دختروں کا ذکر ہے۔ یہ مقالہ خاصاً ناقص ہے) ابن حزم جھمرة انساب العرب، ۲۵۳، نے صرف تین اولاد حلیمہ کا ذکر کیا ہے: ۱- عبد اللہ، ۲- ایسہ بنت الحارث بن عبد العزیٰ اور ۳- ایشماء بنت الحارث، اور ان سب کو رسول اکرم ﷺ کے رضاعی برادر (اخوة) قرار دیا ہے۔ حضرت ایشماء کو رسول اللہ ﷺ کی حضانت اور گود لینے کی خدمت کا اور ہوازن کی قیدیوں میں موجودگی کا اور بعد میں ان کے اعزاز و اکرام اور عطائے نبوی کا مختصر حوالہ ہے۔ البتہ ابن عساکر/انلس کے حوالے سے ان کا ایک قیمتی اضافہ یہ ہے کہ ایسہ کے بنو جودی) بنو جودی الالبیریون) انھیں بنو سعد بن بکر کے خاندان سے ہیں۔

اولاد میں بھی رہی ہوں گی۔ اگر صرف ان تین اولادوں کو حتمی تعداد مان لیا جائے تو ان کی مدت رضاعت کافی مختصر ہو جاتی ہے جو مستقل مرضعہ کے منصب کے خلاف ہے۔ بعض دوسرے اکابر قریش کی رضاعتِ حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے بھی یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی اولاد میں بھی رہی تھیں۔

رضاعتِ نبوی کی برکات

رسول اکرم ﷺ کی رضاعتِ حلیمہ سعدیہ کے ضمن میں تمام مآخذ و مصادر سیرت کا بنیادی زور برکات و معجزات پر ہے۔ اس کی بنیادی روایت ابن اسحاق/ ابن ہشام کی ہے اور وہی دوسروں کے ہاں بھی تھوڑے بہت فرق کے ساتھ بار بار نقل کی گئی ہے۔ بلاذری وغیرہ نے ”قالوا“ کے ساتھ ان معجزات و برکات کو بیان کر کے عنندیہ دیا ہے کہ وہ ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے رواۃ کے ذریعہ بھی آئی ہے۔ امام کلاعی نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا پورا واقعہ رضاعتِ برکات و معجزات بیان کر کے اسے امام واقفی کی روایت قرار دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورنی روایت کسی ایک قدیم ترین راوی کی بیان کردہ ہے اور اسی کو تمام امامان سیرت نے کی پیشی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (۱)

اس بنیادی روایت میں بھی حضرت حلیمہ سعدیہ کے شوہر گرامی قدر حضرت حارث بن عبدالعزیٰ سعدی کی امید خیر کے علاوہ ایک بہت اہم فقرہ ہے جو تمام برکاتِ محمدی کی اساس ہے۔ موصوف گرامی نے جب برکاتِ نبوی ملاحظہ کرنے شروع کئے تو حضرت حلیمہ سعدیہ سے کہا کہ اے حلیمہ! تم نے بہت ہی مبارک بچہ لیا ہے۔ مولانا کاندھلوی کا یہ ترجمہ اصل فقرہ کا صحیح نہیں ہے۔ اصل جملہ بہت دلچسپ ہے اور وہ یہ ہے: ”واللہ یا حلیمہ! لقد أخذت نسمة مبارکة“ مولانا مودودی

(۱) ابن اسحاق رابن ہشام وغیرہ کے سابقہ حوالے: کلاعی، کتاب الاکتفاء بمغازی المصطفیٰ والاشیاء الخلفاء، بیروت

کا ترجمہ بھی مولانا کاندھلوی کی مانند ہے۔ مولانا مبارکپوری نے خوب ترجمہ کیا ہے: ”خدا کی قسم! تم نے ایک بابرکت روح حاصل کی ہے،“ لیکن یہ سب تراجم ”نسمۃ“ کی حقیقت نہیں بتاتے۔ اس پر حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص صوفیانہ انداز سے عمدہ بحث کی ہے اور وہ ہمیشہ حدیث کی کتابوں بالخصوص فتح الباری میں بھی ملتی ہیں کیونکہ وہ ایک لفظ حدیث بھی ہے اور اس کے ایک مخصوص معنی ہیں۔ (۱)

برکاتِ نبوی کی جہات

تمام روایات و احادیث میں رسول اکرم ﷺ کی برکاتِ رضاعت کو ایک ہی بیانیہ کے اندر پرو دیا گیا ہے۔ بعض روایات و احادیثِ آحاد میں وہ الگ الگ بھی آتی ہیں۔ اور ان میں بھی برکات کا مجموعہ مختلف چیزوں سے متعلق ہے۔ سیرت نگاروں نے خاص کر بنیادی سیرت نگاروں نے، خواہ قدیم ہوں یا جدید، ان کی جہات کا الگ الگ تجربہ نہیں کیا ہے۔ ان میں سے کچھ برکاتِ نبوی کا تعلق حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی ذاتِ گرامی سے تھا جن سے ان کے فرزند وغیرہ مستفیض ہوئے، کچھ برکات کا ظہور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے مویشیوں، جانوروں وغیرہ سے تھا جن کے فائدہ سے اہل خانہ بہت محفوظ ہوئے، اور کچھ کا تعلق ماحول اور گھریلو نضا اور مقامی منظر نامے سے ہے جن سے استفادہ نسبتاً عام پیمانے پر ہوتا رہا۔ ان سب کا اور ان جیسے بعض دوسرے زاویوں اور دیگر جہات کا الگ الگ ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ صحیح تناظر میں سیرتِ نبوی کے اس خاص پہلو کا مطالعہ کیا جاسکے اور ان سے صحیح نتائج اخذ

(۱) کاندھلوی ۱/۱۷۱؛ سوودی ۲/۹۶۲-۹۷۰؛ مبارکپوری، ۸۶؛ نیز شبلی ۱/۱۷۳-۱۷۵۔ جنہوں نے برکات کا باب ہی بند کر دیا، شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ الباقیہ ۱۹/۳۳، ۳۲، ۶۹، ۷۹، ۸۱ اور متعدد دوسری کتب و رسائل جیسے تمہمات البیہ ۱/۱۳۱-۱۵۰، و ما بعد، فتح الباری، ۲/۳۷۹، ۳۷۸، ۳۷۷؛ حدیث بخاری، ۵۲۱۰ (کتاب النکاح باب العزل)؛ ۱/۲۰۲ و ما بعد، حدیث ۲۶۰۳ کتاب التدریس، ما من نسمة کائنات الی یوم القیامۃ الا ہی کائنات / ”فانہ لیست نسمة کتب اللہ ان تخرج الا ہی کائنات“ وغیرہ احادیث و کتب و ابواب۔

کئے جاسکیں۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ مولفین سیرت اور اہل اسلام دونوں کے دو طبقات ہیں: ایک وہ اہل عقل و تدبر ہیں جو برکات و معجزات کی انسانی زندگی اور کائناتی اشیاء پر اثر انگیزی کے قائل ہی نہیں اور سیرت نبوی کو اسوہ و نمونہ ہدایت بنانے کے دعوے کے تحت ان کا ذکر کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں تو محدود کر دیتے ہیں۔ دوسرے وہ خوش گمان اور عقیدت پرست افراد و طبقات ہیں جن کے ہاں معجزات و برکات کا پہلو اتنا نمایاں اور اجاگر ہو جاتا ہے اور عملی اسوہ کا پہلو اتنا دب جاتا ہے کہ سیرت نبوی خوارق عادات کا مجموعہ اور مابعد الطبیعات کا کارفرمائی بن کر رہ جاتی ہے۔ غالباً کیا یقیناً صحیح طریقہ مطالعہ اور انداز تالیف یہی ہے کہ عمل اور تعامل کے ساتھ برکات و معجزات نبوی کو بھی ان کی اقدار بھر سمویا جائے کیونکہ شخصیت و ذات نبوی ان دونوں کا حسین ترین مجموعہ اور سب سے مثالی پیکر اور عظیم ترین آدرش تھی۔ برکات نبوی کا ظہور حیاتِ طیبہ میں اس طرح مسلسل ہوتا رہا کہ وہ ایک مسلمہ حقیقت اور تاریخی واقعہ بن گیا ہے جس کا انکار ناممکن ہے۔ حیات و سیرتِ طیبہ سے وابستہ برکات و خوارق کا ظہور آج بھی جاری ہے اور حیاتِ انسانی ایمانی پر آج بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ خواہ ہماری موٹی عقل میں نہ آئے۔ اس کے سمجھنے اور دیکھنے کے لئے چشمِ بینا سے زیادہ قلبِ مومن کی ضرورت ہے جس پر نزولِ کتاب ہوتا ہے۔

ذاتِ حلیمہؓ سے وابستہ برکات

حضرت حلیمہ سعدیہ کو نبوی رضاعتِ طیبہ کا اولین تجربہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کے اولین لمحہ سے ہی ہوا۔ تمام روایات کا تقریباً اجماع ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ رسول اکرم ﷺ کو بی بی آمنہ کے گھر سے لے کر پہلے اپنے ڈیرے پر پہنچیں۔ آپ ﷺ کو پہلی رضاعت کے لئے اپنی آغوشِ مبارک میں رکھا تو دونوں چھاتیوں سے دودھ رحمتِ باری کی طرح اہل پڑا۔ رسول اکرم ﷺ نے خوب شکم سیر

ہو کر پیا اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن حارث سعدی نے بھی خوب جی بھر کر پیا اور پھر دونوں بھائی اطمینان بھری نیند سو گئے۔ رضاعی ماں کی محبت و شفقت اور رضاعت رسول اکرم ﷺ کی کار فرمائی کیا خوب تھی۔ بی بی حلیمہؓ نے پہلے اپنے رضاعی فرزند کو دودھ پلایا تھا اور اپنے لختِ جگر کو آپ ﷺ کے بعد ہی سیرابی کی دعوت دی تھی۔ بعض دیگر روایات کا یہ بیان بھی صحیح لگتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مشیتِ الہی اور ہدایتِ ربانی سے صرف دائمی چھاتی سے دودھ پیتے تھے اور دوسری چھاتی اپنے برادر رضاعی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ بلاشبہ اس میں خوش گمانی اور عقیدت کا عنصر بہت نظر آتا ہے، لیکن مکارمِ اخلاق ہونے والے پیکر اور ان کی تکمیل کرنے والے پیغمبرِ آخر الزماں سے اگر عدل و انصاف کی توقع نہیں ہو سکتی تو کس سے ہو سکتی ہے۔ اسی نبوی عدل و انصاف اور برکات بھری رضاعت کا دوسرا اثر یہ تھا کہ ماں باپ کو بھی راحت کی نیند نصیب ہوئی جو ان کو پہلے قلتِ غذا کے سبب شیر خوار فرزند کی بے تابی، بے خوابی اور آہ و زاری سچین سے سونے ہی نہ دیتی تھی۔ ابن اسحاق کا بیان یہ ہے: "قالت: فلما أخذته، رجعت به إلى رحلي، فلما وضعتہ فی حجری، أقبل علیہ ثدیای بما شاء من لبن، فشرب حتی روی، وشرب معہ آخوہ ثم ناما، وما کنا ننام معہ قبل ذلک" (۱)

موشیوں سے متعلق برکات

روایاتِ سیرت مذکورہ بالا کا اگلا حصہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی اونٹنی پر مرتب ہونے والی برکات کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت حلیمہؓ ہی کا بیان ہے کہ بچوں کے سو جانے کے بعد میرے شوہر جناب حارث سعدیؓ اپنی اونٹنی کو دوہنے کے لئے گئے کہ ان دونوں ماں باپ کا بڑا غذائی حصہ اسی کے دودھ پر مشتمل ہوتا تھا۔ اور وہ عرب بدوؤں کا

(۱) ابن ہشام ۱۶۱؛ نسائی ۱۳۶۲؛ ابوداؤد؛ بلاذری ۹۲۱؛ ابن سید الناس ۴۹۱؛ کلابی ۲۳۶۱؛ طبری ۵۹۲؛ روایت ابن اسحاق و سعید بن جبلی اموی؛ کاندھلوی ۱۱۱؛ مودودی ۹۶۲؛ مبارکپوری ۸۵-۸۶۔

من بھاتا کھا جا اور عام کھانا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کی اونٹنی کے تھن دودھ سے لبریز ہیں جو اکثر و بیشتر قلت چارہ کے سبب خالی ہی رہا کرتے تھے۔ اس سے اتنا دودھ ملا کہ ہم دونوں نے بھی پیٹ بھر کر پیا اور آرام سے رات بھر سوتے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت حارثؓ نے وہ تہرہ کیا جس کا اوپر حوالہ آچکا ہے کہ حلیمہؓ نے ایسی بابرکت ذات پالی ہے جو ہماری بھی کفیل بن گئی ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے اپنے ذاتی تجربے سے ان کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ مستقبل کی برکات نبوی کے حصول کی آس کا اظہار بھی فرمایا: ”وقام زوجی الی شارفنا تلك ، فإذا إنھا حافل ، فحلب منها ما شرب ، و شربت معہ ، حتی انتھینا ریا و شعبا ، فبتنا بخیر لیلۃ“ لقد أخذت نسمة مبارکة“ (۱)

سواری کی گدھی پر اثرِ برکت

وہی سواری کی گدھی (اتان) جو خستہ حال تھی اور مکہ آمد کے سفر کے دوران اپنے ضعف و کمزوری کے سبب پورے قافلے کے لئے مصیبت بن گئی تھی کہ وہ سب سے پیچھے رہ جاتی اور پورے قافلہ کو تنگ کرتی تھی۔ اب رسول اکرم ﷺ کی سواری کی برکت سے صبار رفتار بن گئی۔ قافلہ سعد و رضاعت روانہ ہوا تو اس نے اپنی تیز رفتاری سے سب کو پیچھے چھوڑا اور آگے نکل گئی۔ اہل قافلہ تعجب سے ششدر تھے کہ یہی وہ گدھی ہے جس نے پہلے اپنی ست رفتاری سے تنگ کیا، اب برق رفتاری سے تنگ کرتی ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے تصدیق کی کہ وہی خستہ حال اور زار و زوار جانور ہے تو وہ سب سہیلیاں کہتیں کہ اس کی توشان ہی نرالی ہے۔ ان کو کیا علم تھا کہ اب اس پر رحمت و برکت کا نسیم الہی سوار ہے جس نے اسے بھی زندگی اور سرشاری عطا کر دی ہے: ”ورکبت أتانسی و حملتہ علیہا معی فواللہ لقطعتم بالركب، ما یقدر علیہا شیء من حمرہم..... واللہ إن لها شاناً“۔ (۲)

(۱) ابن اسحاق راہن ہشام، سبکی، طبری، تیز راہن سید الناس، طبری، کانہ طوسی، دودوی، مبارکوری وغیرہ کے مذکورہ حوالے۔

(۲) ابن اسحاق راہن ہشام وغیرہ تیز و دیگر حوالے)

مویشیوں اور جانوروں پر برکاتِ نبوی کا جو ابتدائی ظہور ان کی اونٹنی اور گدھی پر ہوا تھا وہ جاری رہا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کی روایت کے باقی حصہ میں یہ صراحت ملتی ہے کہ جناب الہی سے زیادت و خیر کا تجربہ ہمیں برابر ہوتا رہا۔ اپنے علاقے بنی سعد میں اپنے گھروں کو واپس لوٹنے کے بعد اس کے مسلسل تجربات ہوتے رہے۔ اس سال ہمارا علاقہ تمام علاقوں سے زیادہ بے آب و گیاہ اور بے سبزہ (اجدب) تھا۔ تاہم ہماری بکریاں اور دوسرے دودھاری مویشی (غنمی) صبح کو چرائی کے لئے جاتے تو خالی پیٹتے ہوتے اور شام کو آتے تو شکم سیر ہوتے اور ان کے تھن دودھ سے پھٹے پڑتے۔ ہم انھیں دوہتے، پیتے اور سیراب ہو کر چین کی بنی بجاتے۔ جب کہ ہمارے پڑوسی اور دوسرے لوگ اسی قحط کے مارے ہوئے تھے۔ ان کے مویشی خالی پیٹتے جاتے اور پیچکے پیٹ واپس آتے اور مشکل سے دودھ کے چند قطرات ان سے مل پاتے۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ وہیں ہمارے مویشیوں کو چرایا کرو جہاں بنت ابی ذویب کے مویشی چرا کرتے ہیں۔ یہ برکاتِ رضاعتِ نبوی کی تھیں جو حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کے خاندان والوں کو حاصل تھیں۔ ان سعدی خواتین رضاعت کو ان سے محرومی تھی اور یہ محرومی انھوں نے اپنے ہاتھوں سے کمائی تھی کہ انھوں نے محض ظاہر پر تکیہ کر کے رسول اکرم ﷺ کو یتیم جان کر کے آپ ﷺ کی رضاعت سے اعراض کیا تھا۔ اس انکار و اعراض کے نتیجے میں ظاہر ہے ان کو ان باطنی روحانی برکات سے حصہ کیسے مل سکتا تھا؟ حضرت حلیمہ سعدیہ نے اگرچہ ایک ہی جملہ میں تمام برکاتِ نبوی کا خلاصہ کر دیا ہے لیکن وہ یہ صراحت چاہتا ہے رسول اکرم ﷺ جب تک بنو سعد کے علاقے میں خانہ حلیمہ سعدیہ میں قیام فرما رہے، اس پورے عرصہ میں برکاتِ نبوی کا ظہور مسلسل ہوتا رہا۔ اور روایات کے اجماع سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا قیام اپنی رضاعی ماں سے محبت و تعلق خاطر کے

سبب دودھ چھڑانے کی مدت کے بعد مزید تین سال اور جاری رہا تھا۔ اس طرح ان برکاتِ نبوی کی کل ظاہری مدت پانچ سال تھی۔ روایات میں یہ مذکور نہیں ہے لیکن ان کے بین السطور مستور ضرور ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کا خاندان بعد میں بھی ان برکاتِ نبوی سے برابر مستفید ہوتا رہا، اگرچہ ان کی نوعیت اب دوسری تھی۔ لیکن نوعیت کے فرق سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ان روایاتِ برکت کو منطوق و عقولیت کے مارے اہل قلم نے نظر انداز کرنے یا کم از کم ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کو شخصیت کے گرد تقدس کا ہالہ بننے سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے لے کر بعثت تک برکاتِ الہی کا ظہور ایک تاریخی واقعہ ہے ان کی تصدیق و صراحت صحیح احادیث و صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے۔ لہذا ان برکات کے ظہور کا انکار مشکل ہے۔ ورنہ تمام برکاتِ نبوی کے ظہور و تاثیر کا انکار واجب ہوگا اور وہ ایک حقیقتِ ثابتہ کو مسترد کرنے کے مترادف ہوگا۔

حضرت حلیمہؓ کی دوسری رضاعتیں

ہاشمی خاندان کے بعض اور فرزندوں کی رضاعتِ بنو سعد کی روایات ملتی ہیں مگر ان میں خاصا ابہام پایا جاتا ہے۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت / رضاعتوں کا بھی ذکر ملتا ہے اور وہ بھی الجھن، تضاد، تصادم اور تاخیر روایات کا شکار ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اولین رضاعی ماں حضرت ثویبہؓ کے ذکر خیر میں اور پھر حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے تذکرہ سعادت میں ان کا حوالہ آ رہا ہے۔ ان کا خلاصہ نکات کی شکل میں بعض فرزند ان ہاشمی کے علیحدہ علیحدہ تذکرے کے حوالے سے بطور متعرج کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان دوسری رضاعتِ حلیمہ سعدیہ کا تاریخی تذکرہ پورا ہو جائے اور اس سے نتیجہ نکالنے میں آسانی رہے۔

۱۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کے بارے میں عام ذکر یہ ملتا ہے کہ ان

کی کسی سعدی رضاعی ماں / مرضعہ نے رضاعت کی تھی، ان کا نام کسی نے نہیں لکھا۔ حافظ ابن قیمؒ اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے ان کو ان کی ایک سعدی ماں (ام السعدیۃ) کے فقرے سے یاد کیا ہے جب کہ بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے اپنے قیاس سے ان کا نام حلیمہ سعدیہ بتایا ہے۔ بہر حال حضرت حمزہ کی مستقل رضاعت سعدی کا حوالہ خاصا مشکوک ہے۔ اور ان کی سعدی ماں کی رضاعت کا بھی، اور اگر صحیح بھی ہے تو عارضی نوعیت کا معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمیؓ دوسرے ہاشمی فرزند ہیں جن کی رضاعت سعدی کے بارے میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں: ایک قسم کی روایات میں ان کی سعدی / بنو سعد بن بکر کی رضاعت مستقل نوعیت کی بتائی جاتی ہے اور حضرت حلیمہ کا نام قطعی طور سے لیا جاتا ہے۔ دوسری نوعیت کی روایات ان کی چند روزہ رضاعت حلیمہ کا ذکر کرتی ہیں۔ ان روایات کی بھی تحقیق ابھی مکمل نہیں ہو سکی ہے۔

۳۔ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت حلیمہ سعدیہ کی بنیادی روایت ماخذ میں بنو سعد کی متعدد عورتوں / مرضعات کے مکہ مکرمہ آنے اور قریشی اور مکہ کی نوہمالوں کے ایک بڑے طبقہ کو صرف ایک سال میں رضاعت کے لئے بنو سعد بن بکر میں لے جانے کا واضح اور قطعی ذکر ملتا ہے۔ اس سے یہ تو واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ متعدد فرزند ان مکہ / قریش کی رضاعت بنو سعد بن بکر میں ہوئی تھی، لیکن ان کے نام مذکور نہیں۔ اس کا بہر حال امکان ہے کہ ان کے اسماء گرامی اور ان کی سعدی رضاعتوں کے حوالے اور اسی سیرت و نسب کی زینت بنے ہوں اور ہمارے علم میں نہیں آسکے۔ اسی طرح دوسری جہت یہ بھی ہے کہ صرف سال اولاد نبوی ہی میں سعدی عورتیں اور مرضعات مکہ نہیں آئی تھیں بلکہ اس کے پیشتر اور بعد کے برسوں میں بھی برابر آتی رہتی تھیں اور نوہمالان قریش مکہ کو رضاعت کے لئے اپنے علاقے لے جایا کرتی تھیں۔ یہ دراصل

مکہ اور بنو سعد بن بکر کے درمیان مستقل رضاعی رشتہ داری اور ارتباط کا ایک مسلسل سلسلہ ہے جس کا انکار کرنا مشکل ہے۔

۴۔ بنو سعد بن بکر کی عام رضاعت قریش کی کوئی صحیح اور قطعی تقویم تیار کرنی مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اس لئے کہ ان کے فرزندوں کے اسماء ہی نہیں ملتے، لہذا ان کے زمانوں کی تعیین کیسے کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک مشکل ترین تحقیقی مطالعہ کا موضوع ہے جو کافی گہری، وسیع اور لمبی تحقیقات کا متقاضی ہے۔

۵۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت ہاشمی و ہاشمیان کی بہر حال اب تک کی دستیاب معلومات کے مطابق ایک تقویم تیار کی جاسکتی ہے جو قطعی اور متعین طور پر صحیح نہیں کہلائی جاسکتی، تاہم وہ رضاعت حلیمہ سعدیہ کی ایک جہت تو بتا ہی سکتی ہے۔ اور اس کے دوزمانی پہلو یا زاویے ہیں:

ہاشمی حضرات کی رضاعت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے سے رضاعت حلیمہ کی زمانی تقویم کی تعیین۔ اگر حضرت حمزہؓ کی رضاعت کو اولین معلوم رضاعت حلیمہ سعدیہ تسلیم کر لیا جائے اور حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمیؓ اور رسول اکرم ﷺ کی رضاعت حلیمہ کو متحدہ آخری رضاعت تو اس کا زمانہ ہمارے پہلے سے تسلیم شدہ زمانے کے مطابق ۵۶۷ء سے ۵۷۳ء تک چھ سال کا ٹھہرتا ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے فرزند حضرت عبداللہ سعدیؓ کی شرکت نظر آتی ہے۔ مگر کسی دوسری ہاشمی کی رضاعت حلیمہ میں کسی دوسری اولاد حلیمہ کے ساتھ شرکت کا ذکر نہیں ملتا۔ نہ حضرت حمزہ کے حوالے سے اور نہ ہی حضرت ابوسفیان بن حارث کے حوالے سے۔

بہر حال اس چھ سالہ مدت معلوم اور اس سے قبل اور بعد کی نامعلوم مدت کے دوران حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے کم از کم تین بچے ضرور تھے۔ ان بچوں۔ حضرات

شیماء، ایسہ، عبداللہ۔ میں سے اول الذکر دونوں دخترانِ حلیمہؓ کے ساتھ ان میں سے کسی کی شرکت رہی ہوگی۔ اگر حضرت حلیمہ کو ایک پیشہ ور مرضعہ مان لیا جائے، جیسا کہ رضاعات کی روایات متعددہ بتاتی ہیں، تو یہ طے ہے کہ ان تینوں بچوں کے ساتھ کسی نہ کسی اور بچے کی رضاعت انہوں نے ضرور کی تھی۔ غالباً ان میں سے حضرت شیماء کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی رضاعت رہی ہو۔ مگر وقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث سعدی کے علاوہ حضرت شیماء اور حضرت ایسہؓ کی عمروں کا ذکر نہیں ملتا۔ (۱)

خانہ حلیمہ میں قیام نبوی کے واقعات

رسول اکرم ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں جتنی مدت بھی قیام فرمایا اس کے واقعات و امور دو طرح کے ہیں۔ ایک نوع کے واقعات تو خالص انسانی و بشری دنیا کے ہیں جہاں مختلف امور و معاملات اسباب و علل کے سبب جنم لیتے ہیں۔ ان میں رسول اکرم ﷺ کی پرورش و پرداخت، کھیل کود، بچوں کے اعمالِ معصومانہ اور دوسرے امور و معاملات شامل ہیں۔ دوسری نوع کے واقعات وہ ہیں جن کو تکوینی امور کہا جاتا ہے اور ان کے ظہور و بروز میں عالمِ ظاہری سے زیادہ عالمِ حکوینی کے عناصر کار فرمائی کرتے ہیں۔ ان کو ظاہری حواس اور انسانی عقل اور بشری تعقل سے سمجھا جاسکتا ہے اور نہ سمجھایا جاسکتا ہے۔ یہ وہ پوشیدہ اسرار الہی ہیں جن کی کنہ کو بقول مولانا مودودیؒ انسان نہیں پہنچ سکتا۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسے عجیب و غریب واقعات بے شمار پیش آئے ہیں جن کی توجیہ نہیں کی جاسکتی، لیکن توجیہ کا ممکن نہ ہونا اس کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ ان کا انکار کر دیا جائے۔“ (۲)

(۱) مذکورہ بالا حوالوں کے علاوہ اسد الغابہ ۲/۳۸۹، ۵/۱۷۱ میں صرف حضرت شیماء کا ذکر ہے اور وہی جو اوپر آچکا۔ حضرت ایسہ کا ذکر ان کے ساتھ ہی آیا ہے جیسے دوسری روایات سیرت و نسب میں آیا ہے۔ نیز ترجمہ خاکہ حضرت عبداللہ بن حارث سعدی۔

(۲) ۹۷/۲۲ حاشیہ مولف بابت شق صدر

قدیم اور بنیادی مآخذ سیرت میں بہت سی روایات ان دونوں طرح کے واقعات کو بیان کرتی ہیں لیکن ہمارے قدیم و جدید مولفین سیرت نے ان کو اپنے اپنے طریقے کے مطابق یا تو اختصار و انتخاب کے طریقے سے بیان کیا کہ کچھ کو اپنی کتب میں بار دیا تو کچھ کو چھوڑ دیا۔ دوسروں نے دوسری روایات بیان کیں۔ یہ دراصل ان کے علم و اطلاع اور آگہی کے ساتھ ان کے مواد سیرت کے انتخاب کے طریقہ پر بھی مبنی ہے۔ جدید مولفین سیرت نے بھی یہی طریقہ انتخاب و اخذ اختیار کیا کہ وہ اپنے پیشروؤں کے پابند تھے۔ مزید یہ بھی بات ہے کہ وہ کامل کتاب سیرت لکھنے جارہے تھے اور اس میں تمام روایات کو سمو بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر میں رسول اکرم ﷺ کے قیام کے تمام واقعات و کوائف اور حالات بیان کرنے بیٹھتے تو پوری ایک کتاب بن جاتی۔ لیکن اس کتاب میں تو حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے تمام سیر نبوی کے بیان کا بیڑا اٹھایا گیا ہے، لہذا اپنی بساط بشری بھر تمام دستیاب مواد کو ممکنہ حد تک پیش کرنا فرض منصبی بن جاتا ہے۔ لہذا دونوں طرح کے واقعات الگ الگ عناوین کے تحت پیش ہیں۔

واقعاتِ مبشرات

سیرت نبوی کا ایک خاص باب مبشرات کا ہے۔ متعدد قدیم و جدید علماء سیرت نے ان پر پورے پورے دفاتر لکھے ہیں۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے ان کے گھر میں رسول اکرم ﷺ کے قیام کے زمانے کی بھی بہت سی بشارتیں ملتی ہیں۔ ان مبشرات خاص یا بشارت ہائے عام پر نقد و استدراک بھی کیا گیا ہے اور بہت سوں کو روایتی و درایتی وجوہ سے مسترد بھی کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں ایک اصولی موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام مبشرات جن کا ذکر قرآن مجید میں یا حدیث صحیح میں یا روایت معتبر میں ہے صحیح ہیں۔ دوسرا اصولی معیار صحیح یہ بھی ہے کہ

وہ تمام مبشرات جو رسول آخر الزماں اور خاتم النبیین کی آمد و ظہور کے بارے میں عمومی انداز سے آتی ہیں قابل اعتبار ہیں، لیکن رسول اکرم ﷺ کی بعثت واقعی سے قبل کاہنوں، یہودیوں، احبار اور ستارہ شناسوں کی وہ تمام روایات و مبشرات جو حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی ذات مبارک کی شخصی طور سے بشارت دیتی ہیں نہ صرف مشکوک ہیں بلکہ قطعی طور سے غیر صحیح ہیں۔ ان کے مسترد کرنے کے متعدد دلائل اور وجوہ ہیں، لیکن ان میں سے سب سے اہم یہ دلیل قرآنی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اپنی بعثت سے قبل خود بھی اپنے نبی بننے کا گمان تک نہ تھا اور دوسروں کو بھی نہ تھا۔ لہذا آپ ﷺ کی ولادت کی شب کی مبشرات یہودی ہوں یا آپ ﷺ کے بچپن اور لڑکپن اور جوانی کی یہودی، نصرانی اور کھانی بشارتوں کا معاملہ ہو وہ پایہ استناد نہیں رکھتیں۔ وہ ضعیف ہی نہیں موضوع ہیں۔ البتہ بعض روایت پرست علماء و صلحاء نے تمام روایتی و درایتی نقد و تنقید کے باوجود ان کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ ان کی تصحیح بھی کی ہے۔ (۱)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے سے ایسی کئی روایات بشارت کا ذکر مختلف کتابوں میں ملتا ہے جو قابل نقد ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق رسول اکرم ﷺ کے تعلق و ارتباط حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے سے ملتا ہے لہذا ان کو ایک ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔ دونوں اصولی موافق اور نظری معیارات کے تناظر میں ان کو جانچنے پر کھنے کی ضرورت ہے تاکہ سیرت نبویؐ کو دیو مالائی ہونے سے بچایا جاسکے۔ اور محض خوش عقیدتی کے لئے ان کو زیب داستان نہ بنایا جائے۔ یہ حقیقت بہر حال اپنی جگہ مسلم

(۱) امام شامی ۳۸۶/۹۹ نے ان تمام واقعات۔ مبشرات اور فطری واقعات۔ دونوں کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جدید سیرت نگاروں نے مولانا اور لیس کا ندھلوی نے سیرۃ المصطفیٰ کی تینوں جلدوں میں بالخصوص تیسری جلد کے اواخر میں ان کو جمع کر دیا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی سوم کے دو ابواب میں صحیح اور موضوع روایات پر بحث کی ہے اور محدثانہ نقطہ نظر سے ان کے بارے میں نقد و تبصرہ سے کام لیا ہے۔

ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی شان و عظمت اور جلالت و مرتبت اور نبوی تقدس و مقام ان ضعیف و منکر روایات کا محتاج نہیں ہے۔ (۱)

دورانِ رضاعت حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے مکہ مکرمہ آمد سے متعلق بعض روایات عجیب میں سے ایک وہ ہے جو امام کلاعی نے امام واقدی کے حوالے سے بیان کی ہے اور دوسری بعض اہل علم کے حوالے سے بیان کی ہے۔ دودھ چھڑانے کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ جب رسول اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ لارہی تھیں تو راستے میں حبشہ کے کچھ نصاریٰ نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا قریب آ کر آپ ﷺ کو خوب الٹ پلٹ کر جانچا پر کھا اور پھر آپس میں کہا کہ ہم اس بچے کو ضرور اپنے ملک لے کر جائیں گے کیونکہ اس بچے کی ایک بڑی شان ہونے والی ہے۔ اور ہم آپ ﷺ کے معاملے سے خوب واقف ہیں۔ حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو ان سے بچا کر کسی طرح مکہ بھاگیں ”أَنْ نَفْرَا مِنَ الْحَبَشَةِ نَصَارِي رَأَوْهُ مَعَهَا حِينَ رَجَعْتَ بِهِ بَعْدَ فِطَامِهِ فَنظَرُوا إِلَيْهِ وَسَأَلُوهُا عَنْهُ وَقَلْبُوهُ ثُمَّ قَالُوا لَهَا: لِنَأْخِذَنَّ هَذَا الْغُلَامَ فَلِنُذْهِبَنَّ بِهِ إِلَىٰ مَلِكِنَا وَبَلَدِنَا فَإِنَّ هَذَا الْغُلَامَ كَاتِنٌ لَهُ شَانٌ نَحْنُ نَعْرِفُ أَمْرَهُ..... الخ“ (کلاعی ۱/۲۳۷)

امام واقدی کی روایت سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ جب آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس سے لے کر چلیں تو ذوالحجاز کے بازار گئیں اور آپ ﷺ ان کی گود میں تھے۔ اس زمانے میں ہوازن کا ایک قیافہ شناس (عرف) وہاں تھا جس کے پاس بچے لائے جاتے تھے اور وہ ان کو دیکھ کر ان کا حال بتاتا تھا۔ جب اس نے رسول ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ کی آنکھوں کی سرخی ملاحظہ

(۱) مثلاً ولادت نبوی کے ضمن میں بہت سی روایات و بیہوشیاں کو اور لیس کا تذکرہ حلوئی نے قبول کر لیا ہے جن میں محمد بن عبداللہ ﷺ کے نبی ہونے کی بشارت قبل ولادت ایک یہودی نے دی تھی۔ محمد نام رکھے، عقیدہ اور عقنہ کے باب میں بھی ایسی روایات ہیں جن پر نقد کیا گیا ہے۔ ۶۲۱-۷۸ وغیرہ

کی اور خاتم نبوت کو ملاحظہ کیا تو چیخ پڑا: اے عرب کے لوگو! اور وہاں کے لوگ اس کے پاس اکٹھا ہو گئے۔ تب اس نے کہا کہ اس بچے کو قتل کر ڈالو۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ یہ سن کر آپ کو لے کر چپکے سے کھسک گئیں۔ لوگوں نے پوچھنا شروع کیا: کس بچے کو کس بچے کو۔ تو وہ یہی چیختا رہا کہ اس بچے کو اس بچے کو۔ لوگوں کو کچھ نہ دکھائی دیا کیونکہ آپ ﷺ کی ماں آپ ﷺ کو لے کر جا چکی تھیں۔ بہر حال اس قیافہ شناس نے پیشگوئی کی کہ دیوتاؤں کی قسم! میں نے ایک لڑکے کو دیکھا جو تمہارے دین والوں پر غالب ہو جائے گا، تمہارے بتوں کو توڑ ڈالے گا اور اس کا پورا تسلط تم سب لوگوں پر ہو جائے گا۔ آپ ﷺ کی تلاش عکاظ تک کی گئی مگر آپ کا سراغ نہ ملا کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیرے واپس جا چکی تھیں۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو کسی شخص کے سامنے نہیں جانے دیتی تھیں۔ لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ ان کے علاقے میں ایک قیافہ شناس (عراف) وارد ہوا اور مقامی لوگ اپنے بچوں کو اس کے ملاحظہ کے لئے لے گئے، لیکن حضرت حلیمہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اسی دوران وہ آپ ﷺ کی طرف سے ذرا غافل ہوئی تھیں کہ آپ ﷺ خیمہ گاہ (المظلة) سے باہر تشریف لے آئے اور قیافہ شناس نے آپ ﷺ کو دیکھ کر اپنے پاس بلایا مگر آپ ﷺ نے انکار فرمایا اور خیمہ میں واپس تشریف لے گئے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ آپ ﷺ کو اس کے ملاحظہ کے لئے پیش کیا جائے مگر حضرت حلیمہ نے انکار ہی کیا۔ بہر حال اس نے کہا یہ تو نبی ہیں“۔ (۱)

امام کلاعی نے ایک بعد کے واقعہ کو بیان کر کے پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کا قصہ بیان کیا ہے جو بمشرات ہی کی نوعیت کا ہے۔ مکہ مکرمہ سے واپسی کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ رسول اکرم ﷺ کو زیادہ دور نہیں جانے دیتی تھیں اور ہر دم اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتی تھیں۔ ایک دن دوپہر کے وقت وہ ذرا غافل ہوئی تھیں کہ آپ ﷺ اپنی

رضاعی بہن کے پاس باہر پہنچ گئے۔ جیسے ہی حضرت حلیمہ کو احساس ہوا وہ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں تو بہن کے پاس دیکھا جو دھوپ سے تپ رہی تھیں۔ رضاعی بہن نے اپنی ماں سے کہا کہ میرے پاس تو سایہ نہ تھا مگر میرے بھائی پر دھوپ نہ تھی۔ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھا کہ وہ آپ پر سایہ لگن تھا۔ آپ رک جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا اور آپ چل پڑتے تو وہ بھی چلنے لگتا، یہاں تک کہ وہ اس جگہ تک آ گیا۔ ماں نے پوچھا: کیا یہ سچ ہے بیٹی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم بالکل سچ ہے۔ تب حلیمہ سعدیہؓ نے فرمایا: میں اپنے بیٹے پر کسی بھی شر کے سایہ لگن ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔“ (۱)

مختلف سیرت نگاروں نے بالخصوص امام حلبیؒ نے خانہ حلیمہ سعدیہؓ کے قیام کے زمانے کے اور دوسرے واقعات بیان کئے ہیں:

والدہ حضرت حلیمہؓ کی گود میں تشریف فرما تھے کہ ان کی بکریوں کا ریوڑ سامنے سے گزرا تو ایک بکری الگ ہو کر سامنے آئی اور اس نے آپ ﷺ کے سامنے سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے سر اقدس کو چوما اور پھر اپنی ساتھیوں سے جاملی۔ بعد کی زندگی کے ایسے اور واقعات بیان کئے ہیں۔

رضاعی ماں کا ایک اور بیان ہے کہ آپ ﷺ پر روزانہ نور آفتاب کی مانند ایک نور اترتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔

صاحب قصیدہ ہمزنیہ کے حوالے سے ان کے اشعار میں اور اپنی نثر میں امام حلبیؒ نے زمانہ رضاعت کے دوسرے معجزات رونما ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (۲)

فطری واقعات

رسول اکرم ﷺ نے اپنی اولین عمر شریف کے پانچ سال حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں گزارے۔ اس دوران آپ ﷺ کی جسمانی نشوونما ہوئی۔

آپ ﷺ نے چلنا بولنا سیکھا، مادری عربی زبان کی سیکھ پائی، بچوں کے کھیل کود کھیلے، بعض ہنر اور کام پچھانے اور سیکھے، اور رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ انسانی حسن معاشرت کے پہلے اسباق پڑھے۔ یہ تمام فطری واقعات اور نشوونما کے احوال ہیں جو تمام بچوں کے ساتھ قدرت کے قوانین فطری کے تحت پیش آتے ہیں لیکن انھیں خاص فطری الہی قوانین کے تحت انبیائے کرام کی سبت نشوونما کے مطابق آپ ﷺ کے احوال و کوائف اور حالات و واقعات نرالی شان والے تھے۔

اولین برکات نبوی سے متعلق ابن اسحاق وغیرہ کی روایت میں حضرت حلیمہ سعدیہ کا ایک مختصر بیان آپ ﷺ کی غیر معمولی اٹھان کے متعلق ہے۔ فرماتی تھیں کہ آپ ﷺ کی نشوونما عام بچوں کی نشوونما کی مانند نہ تھی۔ آپ ﷺ دو سال کے نہ ہوئے تھے مگر خوب تندرست و توانا اور بڑے لگتے تھے۔ مولانا مودودی وغیرہ نے اس کی ایک تعبیر یہ کی ہے کہ ایسا لگتا تھا کہ جیسے چار برس کا ہو یعنی اپنی عمر طبعی سے دو گنے لگتے تھے۔ مگر ابن اسحاق وغیرہ کی روایات میں صرف آپ کی غیر معمولی اٹھان اور صحت و تندرستی کا ذکر ہے: ”وکان یشب شبابا لاشبہ الغلمان، فلم یبلغ سنتیہ حتی کان غلاما جفرا“ (۱)

غیر معمولی نشوونما اور دوسروں سے زیادہ عمدہ اٹھان کا واقعہ بالکل فطری ہے۔ بالعموم بعض بچوں میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ ان کی خاندانی غزارت، جسمانی طبعی نشوونما، دودھ و خونِ صالح کی کارفرمائی، عناصر کا اعتدال اور ان جیسے دوسرے اسباب ان کو یہ غیر معمولی ساخت و صلاحیت اور ارتقاء بخش دیتے ہیں۔ دوسرے انبیاء کرام کی نشوونما بالعموم غیر معمولی ہوتی ہے جیسا کہ حضرات موسیٰ و یوسف

(۱) ابن ہشام ۱۶۲/۱؛ سبکی ۱۲/۱۲۷؛ کلاعی ۲۳/۲۳؛ ابن سید الناس ۹۴/۱؛ حلبی ۹۰/۱۰؛ مودودی ۷۲۲؛ مبارکپوری۔ ۸۶: ”یہ بچہ دوسرے بچوں کے مقابلے میں اس طرح بڑھ رہا تھا کہ دو سال پورے ہوتے وہ کڑ اور گھٹلا ہو چلا۔“

وغیرہ علیہم السلام کی نشوونما کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے اور تیسرے رسول اکرم ﷺ کی احادیث صحیحہ اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ کو دوسروں - دوسرے انسانوں - کے مقابلے میں غیر معمولی قوت عطا فرمائی گئی تھی اور خاتم الانبیاء ہونے کے ناطے دوسرے انبیاء پر بھی فضیلت رکھتے تھے۔

امام حلبیؒ نے متعدد مآخذ کی روایات رسول اکرم ﷺ کی اٹھان اور نشوونما کے بارے میں جمع کر دی ہیں جیسا کہ ان کا دستور ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حوالے سے اور ان کے گھر میں قیام و پرورش نبوی کے متعلق جو روایات و واقعات بیان کئے ہیں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

● رسول اکرم ﷺ جب دو ماہ کے ہو گئے تو جس جانب سے چاہتے تھے دودھ پی لیتے تھے۔

● جب عمر شریف آٹھ ماہ کی ہوئی تو بولنے لگے اور آپ ﷺ کا بول سنا جاتا تھا "کان یتکلم بحیث یسمع کلامہ"۔

● نو ماہ کی عمر تک پہنچتے پہنچتے کلام فصیح بولنے لگے تھے: "ولما بلغ تسعة أشهر کان یتکلم بالکلام الفصیح"۔

● دس ماہ کی عمر مبارک میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی کرنے لگے: "لما بلغ عشرة أشهر کان یرمی السہام مع الصبیان"۔

● حضرت ابن عباسؓ کی سند پر یہ روایت بیان کی ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جو اولین کلام فرمایا اس کے الفاظ تھے: "اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرة واصیلا"۔

● ایک روایت کے مطابق بعض راتوں میں رسول اکرم ﷺ کے اولین کلام کے الفاظ تھے: "لا الہ الا اللہ قدوسا قدوسا، نامت العیون والرحمن

لاتأخذہ سنة ولا نوم

- اسی طرح رسول اکرم ﷺ جب کوئی چیز چھوتے تو بسم اللہ ضرور کہتے تھے۔
- حضرت حلیمہ سعدیہ کا یہ بھی بیان ہے کہ جب میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے مکان پر پہنچی تو تمام مکاناتِ نبی سعد میں مشک کی خوشبو پھیل گئی اور اس سے رسول اکرم ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی برکت کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا۔
- نوٹ یہ ہوئی کہ کسی شخص کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچتی تو رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ مقام تکلیف پر رکھ لیتا اور وہ تکلیف جاتی رہتی۔ اسی طرح ان کی بکریاں اور اونٹ بھی لمسِ نبوی سے شفا یاب ہو جاتے تھے۔ (۱)

چرواہی

سنت انبیاء کرام کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے بھی بکریوں/مویشیوں کی چرواہی (رعی الغنم) کا کام کیا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ بالعموم ان میں مکی دور کے لڑکپن کا زمانہ بیان کیا جاتا ہے اور اس کے آغاز کا ذکر ذرا کم ہی ملتا ہے۔ روایات سیرت اور تشریحات محدثین بتاتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے خانہ مبارک کے قیام و پرورش کے زمانے میں ہی اوائل عمر سے یہ قومی کام سیکھا تھا۔ عرب شہری ہوں یا بدوی، وہ دودھاری مویشی اور دوسرے جانور ضرور پالتے تھے۔ کیونکہ ان کی غذا کا ایک بڑا حصہ دودھ پر مشتمل ہوتا تھا۔ وہ بکری، بھیڑ اور اونٹنی کے دودھ پر زیادہ تر مشتمل ہوتا تھا اور گائے کے دودھ پر بھی۔ (۲)

(۱) طبری ۹۰۱/۹۳۴: رضاعی بھائی بہنوں اور دوسرے بچوں بچوں کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے کھیلنے کا بھی ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے۔ اگرچہ بسا اوقات ان کے کھیلوں سے آپ ﷺ اپنے بھائی بہنوں کی عدم موجودگی میں دور در دور رہتے تھے۔

(۲) ابن اسحاق ۱/۱۶۷: نماطل وما بعد؛ کتبلی ۱۸۰۲: بخاری اور فتح الباری کے ابواب رعی الغنم کی مختلف احادیث جن کا زمانہ بعد کا مکی دور کا ہے، لیکن بعض تشریحات میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر میں قیام کے زمانے کا حوالہ بھی آ جاتا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رولیتِ برکات نبوی میں ان کی اور ان کے شوہر نامدار کی دودھاری اونٹنی کا ذکر آچکا ہے اور منازل بنی سعد بن بکر میں ان کے موسیٰ کے ریوڑ کا بھی اور دوسرے سعدی اور ہوا زنی خواتین و حضرات کے موسیٰوں کا بھی ذکر آچکا ہے اور اسی کے ساتھ ان کی چرواہی اور ان کے چرواہوں کا۔ اور اس کے علاوہ چرواہی کے صبح و شام کے روزانہ معمولات کا بھی۔ اس چرواہی کے ماحول میں رسول اکرم ﷺ نے آنکھ کھولی تو سب سے پہلے اپنے بڑے رضاعی بھائی بہنوں کو چرواہی اور گلہ بانی کرتے دیکھا اور عمر شریف کو پہونچے تو بنفس نفیس آپ ﷺ نے انھیں رضاعی برادروں اور ہمیشروں کے ساتھ بلکہ ان سے چرواہی سیکھی۔

امام حلبیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ ایک دن جب آپ ﷺ بڑے ہو چکے تھے۔ (تسع عشر ع) تو باہر نکلے اور بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا اور وہاں اپنے رضاعی بھائی بہنوں کو نہ پایا تو ماں سے ان کی غیر موجودگی کا سبب پوچھا۔ حضرت حلیمہ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ آپ اپنے رضاعی بھائی بہنوں۔ عبداللہ اور ایسہ و شیماء کو دن میں اس لئے نہیں دیکھتے کہ وہ دن بھر اپنے موسیٰوں کو چرانے لے جاتے ہیں اور شام ہی کو آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ماں سے کہا کہ مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجا کیجئے، لہذا آپ ﷺ ان کے ساتھ خوش خوش جاتے تھے اور خوش خوش واپس آتے تھے۔ رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ آپ کے چرواہی کے کام کا ذکر دوسرے مواقع پر بھی ملتا ہے۔ بعض متاخر اور متقدم سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی چرواہی کے آغاز کا زمانہ دودھ چھڑانے کی مدت کے چند ماہ بعد کا یعنی ڈھائی سال کی عمر کا قرار دیا ہے۔ (۱)

(۱) حلبی ۹۳۱-۹۳۲؛ کاہنہ حلوی ۲۳۱: "حلیمہ آپ کو لے کر بنی سعد واپس آگئیں۔ چند ماہ گزرنے کے بعد آپ بھی اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے گئے" مولانا موصوف نے مارے احتیاط کے بہنوں کا ذکر نہیں کیا۔

زبان دانی

بلاشبہ رسول اکرم ﷺ نے چلنے دوڑنے پھرنے کے ساتھ بولنے کی صلاحیت اول اول حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر میں ہی پائی۔ لیکن اس ضمن میں یہ فطری اصول اور قاعدہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ بچپن سے لڑکپن تک کی کچی عمر میں ایک بچہ صرف مادری زبان ہی سیکھتا ہے۔ اس کی زبان و بیان میں طلاقت بھی آجاتی ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کا محاورہ اس پر بالکل صحیح طور سے صادق آتا ہے۔ مگر اس کھیل زبان و بیان اور صلاحیت اظہار مافی الضمیر کے زمانے میں وہ زبان کے اسرار و رموز، قواعد و اصول سے ہرگز واقف نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے کہ ان کی تحصیل و تعلم کا زمانہ شعور و ادراک کی پختگی کا زمانہ ہوتا ہے جو عمر کے اقبال کے بعد ہی اسے نصیب ہوتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی فصاحت و بلاغت غیر معمولی کے لئے بالعموم ہمارے بیشتر ماخذ اور دوسرے مؤلفین سیرت ایک حدیث نبوی کو بلا نقد و تجزیہ نقل کر دیتے ہیں۔ اس کے مطابق رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک تھا کہ میں افسح العرب ہوں کیونکہ میں ایک قریشی ہوں اور میری رضاعت بنو سعد بن بکر میں ہوئی تھی ”أنا أعر بکم، أنا قرشی، واسترضعت فی بنی سعد بن بکر“ اس حدیث صحیح کی دوسری اطراف بھی ملتی ہیں۔ اور ان سب کا مفہوم یہی ہے۔ بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے ہر لحاظ سے، روایتی طور سے بھی اور درایتی لحاظ سے بھی، مگر عام سیرت نگار جس طرح اس حدیث صحیح کو اس کے صحیح تناظر کے باہر نقل کرتے ہیں اس سے تاثر ہوتا ہے کہ نبوی زبان دانی کا سارا شرف رضاعت سعدی کو جاتا ہے یا بنو سعد بن بکر کی زبان عربی کو، جس کے اولین نقش رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر ثبت ہوئے تھے۔ (۱)

(۱) ابن اسحاق، ابن ہشام، ۱۶۷/۱: پہلی ۱۸۰/۲: محققین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے؛ ابن سید الناس ۵۳/۱: صرف رضاعت کا حوالہ کلاہی ۲۳۶/۱: صرف رضاعت؛ حلبی ۸۹/۱: شبلی ۱۷۱/۱: حاشیہ ۲: بحوالہ شبلی ۱۷۱/۱: کا نہ حلوٰی ۱۷۱: بحوالہ روض الانف ۱۰۹/۱: مودودی ۹۸/۲۔

دراصل اس فرمان نبوی کے دو پہلو یا دو جہات ہیں: اور ان میں سے اول جہت یعنی آپ ﷺ کا قریشی ہونا زیادہ اہم ہے بلکہ اسی کو شرف اکبر حاصل ہے۔ قریش کی زبان پورے عرب میں فصیح ترین سمجھی جاتی تھی اور اسی وجہ سے قرآن مجید یعنی کلام الہی قریشی زبان میں اتر ا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا اصل سرچشمہ وہی قومی زبان عربی بسین ہی تھی البتہ بنو سعد بن بکر کی زبان فصیح و بلیغ نے آپ ﷺ کی زبان دانی میں چار چاند لگا دئے تھے جیسے سونے پر سہاگہ اس کی چمک بڑھا دیتا ہے۔ فصاحت و بلاغت نبوی کی ان دونوں جہات کو ان کے صحیح تاریخی و لسانی تناظر میں پیش کرنا اور ان سے صحیح نتیجہ اخذ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

رضاعی بھائی بہنوں سے تعلق خاطر

رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی محبت و شفقت اور مادرانہ پرورش نے ان کی اولاد کو بھی آپ ﷺ سے ایک خاص تعلق خاطر پیدا کر دیا۔ رضاعی ہم عمر اور ہم شیر بھائی حضرت عبداللہ بن حارث سعدیؓ کو یہ محبت و تعلق خاطر ماں کے دودھ سے اشتراک اور ماں کی آغوش میں ساتھ ساتھ بیٹھنے کی سعادت سے ملا تھا، لیکن وہ کمسن ہونے کے سبب بعد میں رسول اکرم ﷺ کے حبیب بنے تھے۔ آپ ﷺ کی بڑی بہنوں۔ ایسہ اور شیماء رضی اللہ عنہما۔ اور غالباً دوسرے بھائی کی محبت و شفقت اول روز سے مل گئی تھی اور یہ ان کی خوش بختی تھی کہ انھوں نے رسول آخر الزماں ﷺ کی خدمت و محبت کی دولت پائی اور محبت نبوی کے صحیح طور سے مصداق بنے تھے۔

ان تمام رضاعی بھائی بہنوں میں حضرت شیماء / خدامہ بنت حارث سعدی رضی اللہ عنہا کا کردار محبت و خدمت گزاری نمایاں ترین ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ راویوں نے ان کے بارے میں بعض روایات زیادہ محفوظ رکھی ہیں اور دوسروں کے بارے میں بھلا دی ہیں یا نظر انداز کر دیں۔ ظاہر ہے کہ تمام بڑے اور عمر دراز بھائی بہن

آپ ﷺ کا لاڈ پیار کرتے تھے اور آپ ﷺ کو گودوں کھلاتے اور پیار کے جھولے جھلاتے تھے۔ لیکن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں بڑی قطعیت کے ساتھ روایات آتی ہیں کہ وہ آپ ﷺ کو اکثر و بیشتر گود میں کھلایا کرتی تھیں۔

”ویذکرون أن الشیماء کانت تهننه مع أمها، إذا کان عندهم“ یہ ابن اسحاق/ ابن ہشام کی بنیادی روایت ہے جسے دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے۔ بلاذری کے الفاظ ہیں: ”کانت الشیماء تحمل النبی ﷺ وتقوم علیه مع أمها حلیمة“ انھیں الفاظ میں دوسری روایات بھی ہیں۔ (۱)

ان ہی حضرت شیماء کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار وہ رسول اکرم ﷺ کو گود میں لئے کھلا رہی تھیں اور برابر گدگی کرتی جا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے زچ ہو کر ان کے شانے پر دانتوں سے کاٹ لیا جس کا نشانِ محبت رہ گیا تھا۔ اس کا ذکر بالعموم مؤلفین سیرت واقعہ/ غزوہ حنین کے حوالے سے وہاں کرتے ہیں۔ جب کہ اس کا صحیح تاریخی تناظر حضرت حلیمہ سعدیہ کی پرورش کا زمانہ بچپن ہے۔ البتہ بلاذری نے اسی جگہ صحیح جگہ ذکر کیا ہے: ”..... وسبیت یوم حنین قالت: إني أختک وکنت عضضتی وأنا أهنک مع أمی“ (۲)

معجزہ شق صدر

حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت و پرورش کے پانچ سالہ زمانے کے دوران بہت سے معجزات و خوارق کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے متعدد روایات بلاسند ہیں یا ان

(۱) ابن ہشام ۱۶۱/۱؛ اسبغی ۱۶۲/۱۳۵-۱۶۳-۱۶۴؛ مودودی ۹۸/۲؛ ان میں حلیمہ کی وہ لڑکی شیماء بھی شامل تھی جو بچپن میں حضور کو گود میں لئے پھرتی تھی.....“؛ مبارکپوری ۸۳؛ نیز بلاذری ۹۳/۱

(۲) مبارکپوری، ۶۵۲، نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا، صرف حوالہ دیا ہے، شبلی ۵۳۶/۱-۵۳۱ نے بڑی خوبصورتی سے یہ واقعہ بحوالہ ابن سعد، اصابع وطبری ۱۶۲۸/۳ بیان کیا ہے؛ کاغذ حلوی ۲۵۸/۳ نے اگرچہ حوالہ اصابع کا دیا ہے لیکن پوری عبارت و تفسیر شبلی سے مستعار ہے جو ان کا عام دستور بھی ہے؛ بلاذری ۹۳/۱ نے ابن الکلبی کے حوالہ سے نشانِ محبت دکھانے کا دوسرا واقعہ بھی نقل کیا ہے۔

کو روایت و درایت کے لحاظ سے کمزور و ضعیف اور مشتبہ و غیر معتبر بھی سمجھا گیا ہے۔ لیکن ان میں سے سب سے بڑا معجزہ شق صدر کا ہے جو تمام علماء اسلام اور مولفین سیرت کے نزدیک انتہائی معتبر و صحیح ہے۔ اس کی صحت و معتبریت کی سب سے بڑی دلیل صحیح احادیث میں اس کی روایت اور محدثین کرام اور علماء اسلام کی توثیق و تائید ہے۔ اس کی روایات بھی کافی ہیں اور ان کے تعدد نے بھی اس کو استحکام و تقویت بخشی ہے جو حدیث کی تقویت کا ایک محدثانہ اصول ہے۔

روایات حدیث و سیرت کا بہر حال اس امر پر اختلاف ہے کہ اس معجزہ الہی کے وقت رسول اکرم ﷺ کی عمر کیا تھی؟ بعض نے چار سال اور بعض نے پانچ برس کہی ہے، اور بعض نے چھ برس کے سن کا واقعہ قرار دیا ہے۔ عمروں کے اختلاف کا اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ معجزہ الہی حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے خانہ مبارک میں قیام نبوی کے بالکل اواخر میں پیش آیا تھا اور اسی نے آپ ﷺ کو مادر شفقت کی گود میں واپس بہو نچایا تھا۔ اب جس راوی اور مولف کا جو خیال آپ کی واپسی مکہ کے سنہ اور وقت کے بارے میں ہے وہی اس واقعہ کی تاریخ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک بہر حال اس معجزہ نبوی والہی کے ظہور کے وقت رسول اکرم ﷺ کی عمر شریف پانچ سال کی تھی۔

بنیادی اور قدیم ترین روایت تو امام ابن اسحاق کی ہے، لیکن اس میں سیدہ آمنہ کے پاس سے واپسی کے صرف چند ماہ کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے چھوٹی چھوٹی بھیڑ بکریوں کے باڑے میں کھیل رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے اس قریشی بھائی کو دو مردوں نے جو سفید پوش ہیں پکڑ لیا ہے۔ اور اسے لٹا کر اس کا پیٹ چیر دیا ہے اور اب وہ دونوں اس کو سوت رہے ہیں۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ میں اور آپ ﷺ کے باپ آپ کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو کھڑے ہوئے پایا اور آپ کا چہرہ متغیر تھا۔ ہمارے استفسار

پر آپ ﷺ نے پورا واقعہ بیان کیا کہ دوسفید پوش مرد میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چیرا اور اس میں کچھ تلاش کرتے رہے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی! حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ ہم آپ ﷺ کو لے کر اپنے خیموں میں آ گئے: ”..... قال ﷺ: جاء نى رجلاں، عليهما ثياب بيض فأضجعاني، وشقباطنى، فالتمسا (فيه) شيئا لا أدرى ما هو.....“ امام ابن اسحاق/ابن ہشام کی روایت کی بہت مفصل شرح امام سیہلی نے کی ہے۔ اس میں متعدد مآخذ سیرت وحدیث سے کئی احادیث و روایات نقل کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔

سر دست شق صدر کے معجزہ کی حقیقت اور اس کی تفصیلات سے بحث نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق رسالت کی قبل بعثت زندگی میں اللہ تعالیٰ کے اسرار نظام تزکیہ و تطہیر سے ہے۔ امام سیہلی اور دیگر محدثین ومولفین سیرت کے ہاں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ (۱)

(۱) ابن ہشام ۱۶۳/۱۶۵: سہلی ۱۶۸/۱۷۸: تمام واقعات شق صدر کا ذکر اور ان کی حکمتوں پر بحث شامل ہے؛ کاندھلوی ۳۱۶/۸۵ اور دوسرے علماء کرام نے چار بار شق صدر کی روایات کو تسلیم کیا ہے اور ان کی حکمتوں کا سراغ لگایا ہے؛ ان کی اصل بحث کا ماخذ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری ہے؛ فتح الباری کے علاوہ دوسرے مآخذ ہیں: مجمع الزوائد ۲۱۸/۲۲۱: تہذیب ۳۱۶/۳۷۵-۳۷۶: زرقانی ۱۶۱/۱۶۱: ابن سعد ۱۹۷: انحصار نفس الکبریٰ، ۵۵/۱: ابن کثیر، البیہق، ابن طقس کی شرح بخاری منظومہ، قسطلانی، بحوالہ زرقانی؛ فتح الباری ۶۶/۶۸۶ وما بعد؛ بخاری کی کتاب المناقب کا باب خاتم النبوة، حدیث: ۳۵۳۱ کے تحت بحث شق صدر، نیز باب المعراج، فتح الباری ۲۵۲/۲۵۷ وما بعد: اصل اور اولین شق صدر کا واقعہ، جو سعد میں آپ ﷺ کی پرورش کے زمانے میں آپ کے بچپن میں پیش آیا: ”انما كان ذلك وهو صغير في بني سعد“۔ نیز دوسرے مباحث: طبری ۲/۱۶۳-۱۶۴: طہلی ۹۶/۹۹: مبارکپوری ۸۷، میں مسلم کے باب الاسراء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے۔ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت جبرئیل نے آپ کو پکڑ کر پٹھا اور سینہ چاک کر کے دل نکالا، پھر دل سے ایک لوتھرا نکال کر فرمایا: یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل کو ایک طشت میں مزمن کے پانی سے دھویا اور پھر اسے جوڑ کر اس کی جگہ نوادیا۔ ادھر پتے دوڑ کر آپ کی ماں یعنی دایہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: محمد کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے گھر کے لوگ جھٹ پٹ پٹے۔ دیکھا تو آپ کا رنگ اتر ا ہوا تھا۔“

زمانہ رضاعت میں مکہ آمد

دو سالہ مدت رضاعت سے متعلق روایات ہوں یا خانہ حلیمہ سعدیہ میں پانچ سالہ قیام کی روایات، ان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ان دنوں عرصوں میں بنو سعد بن بکر کے علاقے میں ہی سکونت پذیر رہے اور مکہ مکرمہ تشریف ہی نہیں لائے۔ ماخذ و مصادر کی ان روایات سے پیدا ہونے والے اس غیر حقیقی تاثر کو پختہ کرنے میں جدید مؤلفین سیرت نے اپنے غیر تجزیاتی بیانات سے اور بھی حصہ لیا اور چند ایک بلکہ ایک آدھ کے سوا کسی نے یہ نہ بتایا کہ اس دوران رسول اکرم ﷺ کو ماں، دادا اور دوسرے عزیزوں سے ملانے اور ان کی زیارت کرانے کے لئے حضرت حلیمہ سعدیہؓ ان کو پابندی سے مکہ مکرمہ لایا کرتی تھیں۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے بہر حال بڑے دثوق و جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ ”وہ ہر چھ مہینے لاکران کی والدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں“ (۲۱۷) لیکن قاضی موصوف نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ یہ بہر حال قطعی ہے کہ ان کی معلومات کا کوئی نہ کوئی ماخذ ضرور ہے جو تحقیق طلب ہے۔ بہر حال یہ تبصرہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ رسول اکرم ﷺ کو دادا، ماں اور دوسرے اعزہ سے ملانے کے لئے کچھ ماہ بعد مکہ ضرور لاتی تھیں۔ اس طرح دوران رضاعت اور پانچ سالہ قیام کے زمانے میں آپ ﷺ دس بارہ مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ اور یہ خاصا فطری معاملہ ہے۔ اگرچہ روایات میں مذکور نہیں ہے تاہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ کے دادا، اور دوسرے اعزہ کبھی کبھی آپ ﷺ کو دیکھنے کے لئے بنو سعد میں بھی جاتے تھے۔

انہیں علاقہ بنی سعد اور مکہ مکرمہ کے درمیان آمد و رفت سے متعلق بعض روایات بڑی دلچسپ قسم کی ملتی ہیں ان میں مبشرات کی بعض روایات بھی ہیں اور بعض تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں جو واقعی اور فطری معلوم ہوتے ہیں اگرچہ ان کا پایہ

استناد کمزور ہے۔ قدیم مؤلفین سیرت میں امام حلبیؒ کے بقول امام واقدی نے رسول اکرم ﷺ کی مکہ آمد کے بارے میں بحث کی ہے اور امام حلبیؒ نے بھی اس کی بحث میں اپنی تفتیح پیش یا شامل کی ہے۔ مؤخر الذکر کی بحث و تفتیح کا خلاصہ ذیل میں بطور نکات حاضر ہے:

● بار اول حضرت حلیمہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو آپ کی ماں کے پاس دودھ چھڑانے کے بعد دو سال کی عمر میں پہنچایا۔

● واقدی کے بقول حضرت حلیمہؓ نے آپ ﷺ کو ماں کے پاس اس وقت پہنچایا جب آپ ﷺ کے سر اقدس پر بادل کو سایہ لگن پانے کا واقعہ ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو سال میں دودھ چھڑانے کے بعد کا دوسرا معاملہ ہے اور شق صدر سے قبل کا کہ یہ دوسرا قدم تھا اور اس وقت عمر شریف دو سال اور چند ماہ کی تھی۔ اسی کی بنا پر چند ماہ، دو ماہ یا تین ماہ بعد واپس کرنے کی روایات ابن اثیر صحیح ہو جاتی ہیں۔

● تیسری بار رسول اکرم ﷺ کی مکہ آمد کا واقعہ شق صدر کے مجزہ کے بعد ہوا جب کہ آپ ﷺ کی عمر چار، پانچ یا چھ سال کی تھی۔ امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ بعض اہل علم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا لہذا انھوں نے تیسری قدم کو دوسرا سمجھ لیا، لہذا اس پر غور کر کے قبول کرو محض تقلید میں قبول نہ کر لو۔ (حلبی ۱۰۳)

حضرت حلیمہؓ کے گھر سے واپسی

واقعہ شق صدر نے حضرت حلیمہؓ اور ان کے شوہر حضرت حارثؓ کو آپ ﷺ کے بارے میں سخت تشویش میں مبتلا کر دیا۔ دونوں نے باہمی مشاورت سے طے کر دیا کہ رسول اکرم ﷺ کو ان کے گھر والوں کے سپرد کر دیا جائے قبل اس کے کہ کوئی ناشدنی ہو جائے۔ ابن اسحاق / ابن ہشام اور دوسرے تمام مؤلفین سیرت نے بہ اتفاق بیان کیا ہے کہ دونوں رسول اکرم ﷺ کو لے کر مکہ آئے اور ماں

حضرت آمنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت آمنہ کو حیرت بھی ہوئی اور اس کا اظہار فرمایا کہ حلیمہ تم تو بچے کو اپنے پاس رکھنے کی بڑی حریص تھیں پھر ایسا کیا ہوا کہ بغیر طلب آپ کو واپس لے آئیں۔ حضرت حلیمہ نے جواب میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے میرے بچے کو بڑا کر دیا اور میں نے اپنی ذمہ داری نبھادی۔ اب مجھے کچھ خدشات لاحق ہو گئے لہذا آپ کو میں آپ کے پاس لے آئی، جیسا کہ آپ بھی چاہتی تھیں۔ حضرت آمنہ نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ سچ کچھ کہو کہ کیا ماجرا ہے۔ ان کا اتنا اصرار بڑھا کہ مجھے خبر دینی ہی پڑی۔ حضرت آمنہ نے دریافت فرمایا کیا تم کو آپ کے خلاف شیطان کا خوف ہے؟ حضرت حلیمہ نے جب ہاں کہا تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! شیطان کے لئے آپ کے باب میں کوئی راستہ نہیں، میرے فرزند کی تو شان ہی نزالی ہے۔ کیا میں تم کو ان کی خبر نہ سناؤں اور پھر ولادت نبوی کے وقت ارضِ شام کے مقام بصری کے محلات کا نور نبوی میں روشن ہونے اور حمل نبوی کی خفت اور ولادت کے وقت وجود وغیرہ کے معجزات ان کو سنائے اور ان کو براطمینان رخصت ہونے کو کہا۔ (۱)

ابن اسحاق نے بعض اہل علم کی ایک مبینہ روایت اور اس باب میں نقل کی ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ کی سعدی ماں آپ کو لے کر مکہ آئیں تو جب وہ آپ ﷺ کے اہل و خاندان والوں کے پاس آ رہی تھیں تو راستے میں آپ ﷺ کو کھو دیا۔ بہت تلاش کیا مگر آپ ﷺ نہ ملے تو جناب عبدالمطلب ہاشمی کو آ کر پورا قصہ سنایا کہ رات میں محمد (ﷺ) کو لے کر پہنچی اور جب بالائی مکہ (اعلیٰ مکہ) پہنچی تو ان کو کھو دیا اور اب نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں۔ عبدالمطلب ہاشمی کعبہ کے پاس کھڑے

(۱) ۱۶۵/۱؛ نیز دیگر اہل سیر: مودودی ۹۷-۹۸؛ اور لیس کا ندھلوی ۸۵/۱؛ صفی الرحمن مبارکپوری۔ ۸۷؛ شبلی نے شوق صدر کا مجزہ لکھا ہے اور نہ آپ ﷺ کی گھر واپسی کی وجہ لکھی ہے۔ یہی قاضی سلیمان منصور پوری کے بیانہ میں بھی ہے۔ اہل سیر میں سے جس نے شوق صدر کا یہ واقعہ لکھا ہے اس نے وجہ بھی لکھی ہے۔

ہو کر اللہ تعالیٰ سے آپ کو واپس کرنے کی دعا کرنے لگے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت ورقہ بن نوفل نے اور ایک دوسرے شخص نے ڈھونڈھ نکالا اور عبدالمطلب کے پاس لا کر سپرد کر دیا۔ بہر حال ابن اسحاق کے شارح سہیلی کے مطابق حضرت حلیمہ نے رسول اکرم ﷺ کو آپ کی والدہ کے سپرد جب کیا تو آپ کی عمر شریف پانچ سال اور ایک ماہ تھی جیسا کہ ابو عمر کا خیال و بیان ہے۔ (۱)

بنو سعد میں پرورشِ نبوی کی مدت

دینِ حنیفی اور شریعتِ اسلامی دونوں کے مطابق نومولود بچے کی رضاعت کی مدت ولادت کے بعد صرف دو سال تک رہتی ہے۔ عرب جاہلی روایات اور رضاعتِ جاہلی کے واقعات بلاشبہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ دو سال کی مدت پوری ہوتے ہی بچوں کا دودھ چھڑا دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد کی رضاعت کا کوئی دینی، قانونی اور اسلامی اعتبار نہ تھا۔ جاہلی عرب اس قانونِ رضاعت پر عمل پیرا تھے۔ عہدِ نبوی کی رضاعت کے تمام واقعات سے بالعموم اور رسول اکرم ﷺ کی رضاعتِ حلیمہ سعدیہ سے بالخصوص یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ امامانِ حدیث و فقہ بالخصوص امام بخاری نے اسی معنی و مفہوم کے ابواب و کتب میں جاہلی رضاعتوں کا ذکر کیا ہے اور ان سے استنباط کیا ہے۔ (۲)

برکاتِ نبوی سے متعلق حدیثِ حضرت حلیمہ سعدیہ کے آخر میں رسول اکرم ﷺ کے دودھ چھڑانے کے بیان میں خود رضاعی ماں کی صراحت ملتی ہے کہ جب دو سال گزر گئے تو میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا..... حتیٰ مضت سننتاہ و فصلتہ.....“ اور یہ صرف ابن اسحاق و ابن ہشام کی روایت نہیں ہے بلکہ تمام دوسرے رواۃ سیرت اور مولفینِ حیات اور علماء و فقہاء کی تصریح ہے۔ دوسری باتوں

(۱) ابن اسحاق / ابن ہشام ۱۶۷/۱: کیلی ۹۱۷ او غیرہ نیز بحثِ بر مدتِ گزشتہ۔

(۲) مضمونِ رضاعتِ عہدِ نبوی مذکورہ بالا: بخاری، کتاب النکاح، نیز روایاتِ سیرت بابت رضاعتِ حلیمہ سعدیہ، متعدد جزیئل۔

کے علاوہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان یہ بھی ہے کہ دودھ چھڑانے کی مدت پوری ہوتے ہی ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائے اور قاعدہ سے ان کے سپرد کر دینا تھا مگر چونکہ ہم نے اس دوران ان کی برکات دیکھی تھیں لہذا آپ کو اپنے پاس رکھنے کے سبب سے زیادہ حریص تھے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کی ماں سے اس بارے میں بات کی اور دلیل یہ دی کہ آپ کو میرے پاس اس وقت تک رہنے دیں جب تک کہ آپ مضبوط و توانا نہ ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ مجھے آپ پر وہاء مکہ کا اثر بد ہو جانے کا خدشہ ہے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ ہم ان سے برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کو انھوں نے ہمارے ساتھ بھیج دیا: ”قالت: فقد منابہ علی أمہ، ونحن أحرص شئ علی مکثہ فینا، لما کنا نری من برکتہ، فکلما أمہ، وقلت لها: لو ترکت بنی عندی حتی یغلظ، فإنی أخشی علیہ وباء مکة، قالت: فلم نزل بها، حتی ردتہ معنا (۱)“

شبلی گرامیؒ کا بیان ہے کہ ”اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ حضرت حلیمہؓ کے یہاں کے برس تک رہے، ابن اسحاق نے وثوق کے ساتھ ۶ برس لکھا ہے“ (۱۷۳۱-۱۷۴۱)۔ مولانا مرحوم نے دوسری اختلافی روایات بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مولانا مودودیؒ نے لکھا ہے کہ ”ابن سعد کا بیان ہے کہ اس طرح حضور ﷺ دو سال اور حلیمہؓ کے ہاں رہے، مگر ابن اسحاق کی روایت اس سے مختلف ہے جو ہم آگے نقل کرتے ہیں“۔ اور وہ چھ سال کی روایت ہے (۲/۹۷-۹۹) لیکن مشہور روایات میں ہے کہ آپ ﷺ پانچ سال کی عمر تک حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے

(۱) ابن ہشام ۱۶۲/۱؛ شبلی ۱۳۷۲/۲؛ بلاذری ۹۴۱/۱؛ ثم أن رسول الله ﷺ فطم لسننتین، وردته حلیمة إلی أمہ وجدہ.....: طبلی ۹۲۱/۱؛ طبری ۱۵۳۷/۲ کی روایت ابن اسحاق داموی دونوں میں ہی بیان ہے۔ شبلی ۱۷۳۱:..... ”دو برس بعد حلیمہ آپ کو مکہ لائیں اور آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کیا، لیکن چونکہ اس زمانہ میں مکہ میں وہاء پھیلی ہوئی تھی آپ کی والدہ نے فرمایا کہ واپس لے جاؤ، چنانچہ دوبارہ مکہ میں لائیں.....“؛ کارہلوی ۷۳۱/۲؛ مودودی ۹۷۲/۲؛ مبارکپوری ۸۷-۸۷

ساتھ بنو سعد بن بکر میں مقیم رہے اور پانچ سال پورے ہوتے ہی آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ نے خاص وجہ سے جس کا ذکر واقعات تکوینی کے ضمن میں آتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔ یہ متفقہ یا اجتماعی موقف ہے۔ (۱)

ان تمام روایات و بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر رسول اکرم ﷺ جب حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر سے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس واپس تشریف لائے تو پانچ سال کی عمر پوری کر کے چھٹے سال میں قدم رکھ چکے تھے۔ امام ابن عبدالبر اور ان کے بعض ہمنوا مولفین سیرت نے پانچ سال اور دو یوم کی عمر کی قطعی صراحت کر دی ہے لہذا یہی صحیح اور معتبر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ چھ سال کی عمر اور پانچ سال کے فرزند کی روایات میں بقول امامان تطبیق ایسا کوئی تافرن بھی نہیں ہے۔ صرف لفظی فرق ہے۔ پانچ سال کی کامل عمر کو جنھوں نے اپنے اعتبار میں لیا انھوں نے پانچ سالہ قرار دیا اور جنھوں نے ایام اضافہ کو جوڑ لیا انھوں نے چھ سالہ سمجھا۔ بہر حال روایات کی تنقیح و تحلیل اور تنقید و تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا خانہ حلیمہ سعدیہ میں قیام مبارک پنج سالہ تھا یعنی ۵۷۱ء کے اپریل سے ۵۷۶ء کے اپریل تک۔ قطعی تاریخیں اواخر اپریل کی بنتی ہیں، رضاعت والدہ و حضرت ثویبہ کے زمانہ کو منہا کر کے۔

(۱) بلاذری ۹۳/۱: "..... وردتہ حلیمۃ الی أمہ وجدہ، وهو ابن خمس سنین --" نیز بعض دیگر کتب سیرت قدیمہ میں یہی بیان ہے؛ کلائی ۲۳۹/۱: "..... وکان ابن عباس یقول: رجع الی أمہ وهو ابن خمس سنین، وکان غیرہ یقول: رد الیہا وهو ابن اربع سنین۔ هذا کله من الواقدي؛ ابن سید الناس ۵۲/۱ نے کلائی کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد اضافہ کیا ہے: وقال أبو عمر: ردتہ ظفرہ حلیمۃ الی أمہ بعد خمس سنین ویومین من مولدہ وذلك سنة ست من عام الفیل؛ طبری ۹۳/۱ نے حضرت ابن عباس وغیرہ اور استیعاب کے بیانات کے علاوہ اموی کی روایت بھی دی ہے جس کے مطابق آپ ﷺ چھ سال کے تھے۔ رجع الی أمہ وهو ابن ست سنین --" کا عند ہلوی ۱۲/۱: مبارک پوری، ۸۷ وغیرہ کے مطابق آپ کی عمر پانچ سال ہی کی تھی۔ طبری ۱۰۳/۱ وغیرہ میں رسول اکرم ﷺ کی پرورش حلیمہ سعدیہ کی مدت میں چار، پانچ اور چھ برسوں کی روایات کا بیان مبہم ملتا ہے لیکن ترجیح چار سال کو دی ہے۔

رضاعی ماں سے ارتباطِ نبوی

اولین رضاعی ماں حضرت ثویبہؓ کی طرح اصل رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ کے ساتھ حسن ارتباطِ نبوی کا ذکر خیر ملتا ہے۔ مزید حسن اتفاق یہ ہے کہ بیشتر قدیم و جدید مؤلفین سیرت ان دونوں رضاعی ماؤں کے ساتھ حسن سلوکِ نبوی کی روایات ایک ساتھ دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک حسین و جمیل اتفاق ہے یا کارکنانِ قدر و قضا کی دلچسپ و دلآویز کار فرمائی کہ دونوں ماؤں کا ارتباطِ ذاتِ نبوی سے زندگی بھر رہتا ہے۔ اسی طرح خاندانِ نبوی اور رسول اکرم ﷺ کی زوجہٗ خیر حضرت خدیجہؓ سے بھی دونوں کے تعلقات قائم و دائم نظر آتے ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے خاندانِ گرامی قدر کے دوسرے اکابر و اصغر نے بھی ان دونوں کا تا عمر خیال و لحاظ رکھا تھا۔ مگر ہمارے بعض قدیم و جدید مؤلفین سیرت حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے رسول اکرم ﷺ کی ملاقات و زیارت کو بالعموم اتفاقی بتاتے ہیں اور روایات پر بھروسہ کر کے یہ فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے رضاعت و پرورش کے زمانے کے بعد رسول اکرم ﷺ کو صرف دو بار دیکھا، جیسا کہ امام سیہلیؒ نے ابن اسحاق/ ابن ہشام کی روایات پر بحث کرتے ہوئے اپنی شرح میں بڑی قطعیت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی یہی روش اپنائی ہے۔ اور بعض دوسروں نے تو حضرت حلیمہؓ کے ساتھ بعد کے تعلق خاطر کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ (۱)

واقعاتِ سیرت اور احوالِ تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور ثقیف کے درمیان مستقل ارتباط رہتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے مکارمِ اخلاق اور متواتر سنتِ مطہرہ سے بعید تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی اصل رضاعی ماں سے کوئی تعلق نہ رکھا ہو، جب کہ اس تعلقِ محبت اور رشتہٗ الفت کو یاد دلانے کے لئے حضرت ثویبہؓ سے

(۱) پہلی، ۱۷۹، ۱۸۰؛ نیز کاغذ حلوی، مبارکپوری مذکورہ بالا نے ان کا ذکر نہیں کیا

مستقل تعلق و حسن سلوک کا فی بڑا عامل تھا۔ بعثت نبوی سے قبل حضرت خدیجہؓ سے بھی حضرت حلیمہؓ کے روابط کا ذکر ملتا ہے اور رسول اکرم ﷺ سے ملاقات و زیارت کا بھی، پھر بعثت کے بعد رسالتِ محمدی ﷺ کا واقعہ ایسا مہتمم بالشان تھا کہ اہل تعلق و محبت اس سے بے خبر و لاپرواہ نہیں رہ سکتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ضمن میں بعثت نبوی کی یہ اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ ان کے شوہر حضرت حارثؓ نے مکہ آ کر نہ صرف ملاقات کی، پرش احوال کی اور جستجوئے حق کی، بلکہ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور روایات کے مطابق دفاعِ نبوی کا حق ادا کیا۔

اس تاریخی تناظر کا تقاضا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا بھی تعلق خاطر تا عمر جاری رہتا۔ اور صحیح یہی لگتا ہے کہ تازندگی طرفین نے اپنے حقوق و واجباتِ محبت و الفت اور فرائضِ مودتِ باہمی پوری جاں نثاری کے ساتھ ادا کئے تھے۔ جدید سیرت نگاروں میں سے بعض نے اس نکتہ کو پالیا ہے اگرچہ وہ تحقیق و جستجوئے احوال کے بحرِ بیکراں میں نہیں اترے۔ ان میں سے ایک مولانا موردیؒ بھی ہیں۔ ان کا یہ تجزیہ یا بیان بالکل صحیح لگتا ہے کہ ”حلیمہؓ کے ساتھ بھی ثویبہؓ کی طرح رسول اکرم ﷺ ہمیشہ نہایت محبت اور احسان کا برتاؤ فرماتے رہے۔“ مولانا شبلیؒ نے تو حضرت حلیمہؓ کے ساتھ مستقل تعلقات کی بات کہی ہے۔ (۱)

کئی دور میں رسول اکرم ﷺ سے حضرت حلیمہؓ کی صرف ایک ملاقات کی خبر ہمارے روادِ سیرت کو مل سکی تھی۔ اس کے مطابق حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد وہ رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے آئیں تو آپ ﷺ نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ انھوں نے آپ ﷺ سے اپنے علاقے کی خشک سالی اور قحط کے حالات اور جانوروں اور مویشیوں کے ہلاک ہونے کا ذکر کیا اور بقول سبیلی اپنی قوم کی بد حالی کا شکوہ کیا، تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے مشورہ کر کے ان کو چالیس بکریاں اور

سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ عطا فرمایا۔ سہیلی اور بلاذری وغیرہ کی روایت میں حضرت خدیجہؓ کے عطایا مرحمت فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ پیکرِ حسنا و مبرات نے جس طرح حضرت ثویبہؓ کے ساتھ سلسلہ خیر و عطا قائم کر رکھا تھا اسی طرح حضرت حلیمہ کو بھی نوازا۔ ان کے جذبہ عطا و احسان کے علاوہ رسول اکرم ﷺ سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے تعلق خاطر کا بھی اس میں عنصر شامل تھا۔ بقول بلاذری پھر رسول اکرم ﷺ نے ان کو ان کے خاندان والوں کے ساتھ خیر و عافیت کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ یہ سلوک زوجین کا معاملہ تھا۔ ان دونوں کے بیانات میں عطاء خدیجہؓ و رسول ﷺ کی مقدار کا فرق ملتا ہے۔ وہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ خالص عطا و انعام کا عطا کیا جاتا۔ (۱)

مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی ملاقات و زیارت کا دوسرا واقعہ حنین کے زمانے کا بتایا گیا ہے۔ امام سہیلیؒ نے حافظ اموی کی مغازی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حلیمہؓ اس موقع پر تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان کا اعزاز و اکرام کیا۔ غالباً یہی روایت ابن سعد نے محمد بن منکدر سے نقل کی ہے کہ ایک عورت نے رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضری دی جس نے بچپن میں آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، تو آپ ﷺ نے ”میری ماں“ ”میری ماں“ کہتے ہوئے ان کا

(۱) بلاذری ۹۵/۱: ”قالوا: قدمت حلیمة على رسول الله ﷺ بعد تزوجه خديجة بنت خويلد، فأنزلها وأكرمها، فشكت جذب البلاد وهلاك الماشية، فكلم خديجة فيها، فأعطتها أربعين شاةً وبعيرا للظعنة، وصرفها إلى أهلها بخير.....“؛ سہیلی ۱۷۹/۲: ”..... جاءته تشكو اليه السنة، وأن قومها قد استنوا، فكلم لها خديجة فأعطتها عشرين رأساً من غنم وبيكات“؛ نیز موردی ۹۸/۲: ”طی ۱۰۳/۱: ”کا یہ اضافہ دلچسپ ہے کہ اس بار اول کی زیارت میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ اپنے شوہر اور اولاد کے ساتھ آئی تھیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان سب کو اپنی چادر پر بٹھایا تھا: ”..... تكون هذه المرة هي التي قدمت فيها مع زوجها وولدها وأجلسهم على رداقه أي ثوبه الذي كان جالساً عليه.....“

محبت و انس و بھرا استقبال کیا اور فرط محبت و احسان شناسی سے اپنی ردائے مبارک بچھادی اور اس پر ان کو بٹھایا۔ یہ محبت نبوی کی عظیم الشان دلیل ہے۔ مولانا مودودیؒ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں رسول اکرم ﷺ کی اس رضاعی ماں کے نام کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ اس سے شارحین نے بالعموم حضرت حلیمہ سعدیہؓ ہی کو مراد لیا ہے۔ بعض لوگوں کو البتہ ان کی وفات کی تاریخ کے سبب اس پر شبہ ہوا ہے۔ (۱)

حافظ امام حلبیؒ نے حضرت حلیمہؓ کے واقعہ حنین کے بعد آنے کی روایت کو حافظ دمیاطی کے حوالے سے صحیح نہیں بتایا ہے۔ حافظ دمیاطی کا خیال ہے کہ وہ آنے والی شخصیت آپ ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء تھیں: ”..... إنما هي أخته من الرضاعة وهي الشيماء“ امام حلبیؒ نے حافظ دمیاطی کے قول پر بحث کی ہے کہ حافظ دمیاطی کا خیال صحیح ہے کہ وہ حضرت شیماء ہی تھیں، لیکن ان کی آمد پر رسول اکرم ﷺ نے ماں ماں کہہ کر پکارا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت شیماء ہی کو رسول اکرم ﷺ کی ماں کہا جاتا تھا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی دیکھ بھال (حضانت) کرتی تھیں۔ اور بعض صحابہ کرام نے جو یہ کہا تھا کہ آپ ﷺ کی وہ ماں جو آپ ﷺ کی رضاعت کرتی تھیں اس سے یہ مراد لینا کہ وہ رضاعی ماں تھیں صحیح نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں کے ساتھ آپ ﷺ کی کفالت کرتی تھیں، کیونکہ لوگوں کو آپ ﷺ کی نسی ماں کی موت کا

(۱) کیلی ۱۹۷۲ء مختصراً؛ حلبی ۱۰۳۱ء نے اس باب میں کئی متضاد روایات اور نئی معلومات بیان کی ہیں: قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ حنین کے دن تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان کا اکرام کیا اور پھر جب وہ حضرات شیخین کے زمانے میں تشریف لائیں تو ان کا ویسا ہی اکرام دونوں خلفاء راشدین نے فرمایا۔ حضرت حلیمہؓ کی عمر مبارک اور ان کی مختلف زیارتوں کے سلسلہ میں حضرت ابوالطفیلؓ کی روایت بیان کی ہے جو مولانا مودودی ۹۸۲ء نے بھی بیان کیا ہے۔ مگر ان دونوں میں حضرت حلیمہؓ کے نام کی تصریح نہیں ہے، صرف ان کی ایک رضاعی ماں کا ذکر خیر ہے۔ حافظ ابن حجر اور امام ابن کثیر وغیرہ نے غزوہ حنین کے زمانے میں حضرت حلیمہؓ کی خدمت گرامی میں آنے کی روایت کو غریب قرار دیا ہے۔

تیقن ہو چکا تھا اور حنین میں آنے والی کے آپ ﷺ کے بہن ہونے کا بھی تیقن ہو چکا تھا۔ اسی پر امام شامی نے اپنی کتاب ”الہدیٰ“ میں اکتفا کیا ہے۔ حافظ حلبی نے اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ کے اس خیال پر کہ حنین کے زمانے میں آنے والی شخصیت کے بارے میں متعدد طرق سے جو روایت آتی ہے وہ حضرت حلیمہؓ کی شخصیت ہی کو ثابت کرتی ہے، نقد کیا ہے اور ان تمام روایات سے مراد حضرت شیماؓ ہی کو قرار دیا ہے، اگرچہ ”موابہ“ کے حوالہ سے یہ بتایا ہے کہ یہ دو قسم کی روایات ہیں: ایک میں ماں آئی تھیں اور دوسری میں حضرت شیماؓ۔ بہر حال یہ ساری بحث کافی تاؤء، ابہام اور تاویل و توجیہ کا شکار نظر آتی ہے۔ (طہلی ۱۰۲۱-۱۰۲۲)

جاہلی روایات عرب، حنفی اقدار ابراہیمی اور اسلامی اصول مروت و محبت نے رضاعی رشتہ داروں کو بھی اپنے رضاعی بچوں/بچیوں کے ساتھ محبت کے رشتہ میں باندھ رکھا تھا۔ حضرت ثویبہؓ کے باب محبت میں اس کا خاص مفصل ذکر خیر آچکا ہے۔ خوش قسمتی سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ضمن میں ایک انتہائی حسین و جمیل اور دلآویز و دلنشین واقعہ ملتا ہے جو اس کی تائید کرتا ہے۔ بلاذری وغیرہ قدیم ترین مؤلفین سیرت نے بیان کیا ہے کہ خاص فتح مکہ کے دن رسول اکرم ﷺ اٹح نامی مقام پر تشریف فرماتے تھے کہ حضرت حلیمہؓ کی بہن آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے آئیں اور ان کے ساتھ ان کے گننام شوہر کی بہن بھی تھیں۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت گرامی میں پیہر اور خالص گھی کی ایک تھیلی یا کچی پیش کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمشیرہ حلیمہؓ سے حضرت حلیمہؓ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے آپ ﷺ کو ان کی وفات کی خبر دی۔ یہ خبر بدن کر آپ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، پھر ان کے اخلاف کے بارے میں سوالات فرمائے، انھوں نے اپنی حاجت و ضرورت سے رسول اکرم ﷺ کو آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو کپڑے عطا فرمائے اور ایک سامان

سے لدا ہوا اونٹ دیا اور پورے دو سو درہم بھی عطا فرمائے۔ جب وہ واپس جانے لگیں تو فرماتی تھیں کہ آپ بچپن میں بھی اور بڑے ہو کر بھی نہایت عمدہ زیر کفالت بچے رہے ہیں: ”وقدمت علی رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکة، وهو بالابطح، أخت حلیمة ومعها أخت زوجها وأهدت الیہ جرابا فیہ أقط ونحیی سمن، فسأل أخت حلیمة عن حلیمة، فأخبرته بموتها فذرفت عیناه، وسألها عن خلفت، وأخبرته نجلة وحاجة، فأمرها بکسوة، وحمل ظعینة، وأعطاه مائتی درهم وافیة، وانصرفت وهی تقول: نعم المكفول أنت صغیرا وکبیرا“۔ (۱)

یہ خبر یا روایت اکلوتی قسم کی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ اصلاً ایسی ہے نہیں۔ وہ اس زمانہ خیر القرون کے مستقل سماجی رجحان اور مسلمہ معاشرتی روایت کی نمائندگی کرتی ہے۔ رضاعی رشتہ دار اور ان میں سے رضاعی مائیں بالخصوص اپنے زیر کفالت رہے بچوں اور بچیوں کے ساتھ ہمیشہ سماجی تعلقات استوار رکھتے تھے۔ عہد نبوی کی رضاعت کے واقعات ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان میں سے ذوا مہات المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے رضاعی رشتہ داروں کے تعلقات کا ایک حوالہ مختصر اوپر بھی آچکا ہے۔ حضرت حلیمہؓ کی بہن کی آمد و ملاقات اور ہدیہ و عطا کا واقعہ اس کی مزید توثیق کرتا ہے۔

بنو سعد بن بکر سے روابطِ نبوی

رضاعی روابطِ محبت و مودت کی ایک وسیع تر جہت غزوہ حنین ۶۳۰ء کے سعدی اسیروں کے باب میں ملتی ہے۔ مختلف روایات سیرت و حدیث کے مطابق کئی

(۱) بلاذری ۹۵/۱؛ مسودوی ۹۸/۲ نے خیر مختصر کر دی ہے۔

ہزار مردوزن اور بچے میدان جنگ میں اسلامی لشکر کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اسیر و گرفتار ہوئے تھے، کیونکہ ہوازن کے ماہرین جنگ اور قائدانہ لشکر نے پوری قبائلی آبادی کو میدان قتال میں لاکھڑا کیا تھا۔ ان کی یہ حکمت عملی دراصل عرب روایات کے مطابق تھی کہ عورتوں اور بچوں کی موجودگی جنگجوؤں کو لڑ مرنے اور فتح حاصل کرنے پر برا بھینتہ کرے گی، مگر ان کی حکمت اور پالیسی اسلامی مجاہدین کے جذبہ جہاد سے پیش نہ پاسکی اور جنگجوؤں کے ساتھ شہری لوگ بھی گرفتار بلا ہوئے۔ (۱)

ہوازن وثقیف کے ہارے ہوئے اکابر اور قائدین نے اپنے اسیروں کی رہائی کے لئے بڑی جذباتی دلیل دی تھی۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر عرض کیا تھا ”بقول مولانا شبلی“: ”جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں انھی میں تیری پھوپھیوں اور تیری خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں۔ اور تجھ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خاندانِ عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب جمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست جمع کے سامنے پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمان سے ان کے لئے سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار بول اٹھے۔ ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ اس طرح چھ ہزار دفعہ آزاد تھے.....“ اس طرح جدید اصطلاحات کے مطابق کہا جاسکتا ہے کہ اکابر ہوازن نے

(۱) ابن اسحاق/ ابن ہشام ۹۰۳ و مابعد؛ سہلی ۲۸۲: اسیران حنین کی تعداد چھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی: ”وکان سبسی حنین ستة آلاف رامس۔“ نیز ۱۶۱/۱۶۳ ہوازن کی حکمت عملی کے لئے: نیز بخاری غزوہ حنین، فتح الباری ۳۸۸ و مابعد؛ نیز کتب دیگر۔

رضاعتِ نبوی کا کارڈ اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے کھیلاتا تھا جو صحیح بھی تھا۔ (۱)

حضرت شیماء کا واقعہ الفت

رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف تمام ہوازنی اسیرانِ حنین کو ان کی جذباتی اپیل پر اور اپنی رضاعتِ سعدی کی رعایت میں رہا کر دیا بلکہ خاص بنو سعد بن بکر کے ساتھ بھی اپنی محبت والفت، جذبہ احسان شناسی اور حسن اخلاق کا ثبوت بھی دیا۔ اس کی ایک انتہائی دلآویز اور جذبات کو چھو لینے والا واقعہ حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے جو آپ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ ابن اسحاق وغیرہ کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے مجاہدینِ اسلام کو جنگ سے پہلے ہدایت دی تھی کہ بنو سعد بن بکر کے ایک شخص سردار بجاوہ پر قابو پا جانا تو اس کو اور اس کے اہل و عیال کو پکڑ لانا۔ مجاہدینِ اسلام نے حکم کی تعمیل کی تو اس کے ساتھ حضرت شیماء بھی پکڑی گئیں اور مجرم کے ساتھ ساتھ ان پر بھی کچھ سختی ہو گئی۔ حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کو جلال آ گیا اور انھوں نے گرفتار کرنے والوں سے فرمایا: ”تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے سردار کی رضاعی بہن ہوں، لیکن انھوں نے ان کی بات کی صداقت نہیں سمجھی اور ان کو رسول اکرم ﷺ کے پاس لے کر پہنچے۔ خدمتِ گرامی میں پہنچتے ہی حضرت شیماء بول اٹھیں: یا رسول اللہ! میں آپ کی رضاعی بہن ہوں، آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا

(۱) شبلی، ۵۳۶۱، بحوالہ طبری؛ کاغذ ہلوی ۶۵/۳، بحوالہ فتح الباری ۲۶/۸؛ شبلی کے بیان کا اثر ہے؛ فتح الباری ۴۲۸-۴۳۳؛ وما بعد؛ ابن سعد کے حوالے سے ہوازن کے خطیب و نمائندہ زہیر بن صرد کے کلمات نقل کئے ہیں: ”یا رسول اللہ ان اللاتی فی الحظائر من السبایا خالاتک و عماتک و حواضنک اللاتی کن یکفلنک و انت خیر مکفول، ثم اُتشدہ الأبیات المشہورۃ أولہا؛ یقول فیہا:

فانک المرءہ نرجوہ و نلدخر

امنن علینا رسول اللہ فی کرم

یقول فیہا

اذ فؤک تغلظہ من محضہا الدرر

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعہا

نشانی ہے۔ عرض کیا: جب میں آپ ﷺ کو بچپن میں کھلا رہی تھی تو آپ ﷺ نے میری پیٹھ پر دانت سے کاٹ کھایا تھا۔ انھوں نے وہ علامتِ محبتِ رسول دکھائی تو آپ ﷺ رو پڑے، ان کے لئے اپنی چادر بچھائی، اس پر ان کو بٹھایا اور پھر ان کو اختیار دیا کہ ”آپ چاہیں تو میرے پاس محبت و تکریم کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو میں آپ کو انجام و اکرام دے کر رخصت کر دوں اور آپ اپنی قوم کے پاس چلی جائیں۔ عرض کیا: آپ مجھے عطایا سے نوازیں اور میرے لوگوں کے پاس بھیج دیں۔ لہذا رسول اکرم ﷺ نے ان کو عطایا دئے اور ان کو ان کی قوم کے پاس بھیج دیا۔ بنو سعد کا خیال ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو ایک غلام مکحول نامی اور ایک کنیز عطا کی تھی اور ان دونوں کی شادی حضرت شیماءؓ نے کر دی تھی جس سے ان کی نسل چلی۔ حضرت شیماءؓ دو سرے عطایا نے نبوی بھی ملے تھے جن کی تفصیل ملتی ہے: اصحابہ کے مطابق کچھ اونٹ کچھ بکریاں اور دو مزید غلام دئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو اتنا دیا تھا کہ ان کو نئی بنا دیا تھا۔ (۱)

اسلام حضرت حلیمہ سعدیہؓ

حضرت ثویبہؓ کی مانند حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں

(۱) ابن اسحاق/ ابن ہشام ۹۱/۳؛ ۹۲؛ سبلی ۱۸۲/۱۸۳؛ بلاذری ۹۳/۱: نے واقعہ کے علاوہ عطایا نے نبوی کے بارے میں لکھا کہ آپ ﷺ نے ان کو اتنا عطا فرمایا جس نے ان کو مالدار بنا دیا؛“ و اعطاها ما اغناها“؛ سبلی ۵۳۰/۵۳۱؛ کاندھلوی ۶۵/۳؛ مورودی ۹۸/۲-۹۹ نے یہ خوبصورت اضافہ کیا ہے کہ ”حضور کے بعد حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی اس خاندان کا خاص لحاظ رکھتے اور اس سے حسن سلوک اور تکریم کے ساتھ پیش آتے رہے۔“ حضرت شیماءؓ کے خدمت گرامی میں الفاظ یہ تھے: ”یا رسول اللہ! انی أختک من الرضاعة، قال: وما علامۃ ذلك؟ قالت: عضۃ عضضتها فی ظہری وانا متورکتک قال: فعرف رسول اللہ ﷺ العلامۃ، فبسط لها رداءہ، فأجلسها علیہ وخبیرها.....“ (بیرجلی ۱۰۴/۱: بحث طویل اس سے مولانا مودودی کا خیال موید ہوتا ہے کہ حضرات شیخین کے زمانے میں حضرت شیماءؓ زندہ تھیں اور محترم و مکرم تھیں۔

مختلف سیرت نگاروں کا اختلاف ملتا ہے اور ان کی اولاد کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف سے زیادہ ابہام ملتا ہے، جب کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شوہر حضرت حارثؓ بن عبد العزیٰ کے بارے میں اتنا اختلاف نہیں ہے۔ بہر حال روایات کے تضاد و اختلاف نے خاصی دلچسپی کا سامان پیدا کر دیا ہے اور مولفین سیرت کو دو مختلف خانوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک طبقہ ان کے اسلام لانے کا نہ صرف قائل ہے بلکہ اس کا اثبات کرتا اور اس کے دلائل دیتا ہے۔ جب کہ دوسرا طبقہ ان کے اسلام نہ لانے کے دلائل دیتا ہے اور اس کا قطعی انکار کرتا ہے۔ شبلیؒ جیسے بعض محققین نے اس کی خوب وضاحت کی ہے۔ ان دونوں طبقات مولفین کے بیانات کے تجزیے سے اصل حقیقت کا پتہ چلانے میں آسانی ہوگی، لہذا ان کے بیانات پہلے پیش کئے جاتے ہیں اور تجزیہ ان کے بعد آئے گا۔

مولانا شبلیؒ نے اسلام حضرت حلیمہؓ کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ ”ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہؓ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے وفات کر گئیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن ابی عمیر نے تاریخ میں، ابن جوزیؒ نے حداء میں، منذریؒ نے مختصر سنن ابی داؤد میں، ابن حجرؒ نے اصابہ میں ان کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے۔ حافظ مغلطائی نے ان کے اسلام پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ”التحفة الجسیمۃ فی إثبات اسلام حلیمۃ“ ہے۔ (۱۷۴/۱۷۵ بحوالہ زرقانی اور اصابہ فی احوال الصحابہ مطبوعہ مصر مطبع سعادت جلد ۱/۲۸۳) شبلی گرامیؒ نے اسی طرح حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کے رضاعی باپ حارثؓ بن عبد العزیٰ کے بعثت کے بعد مکہ آنے اور ان کے اسلام لانے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور ان کی اولاد حضرت عبد اللہ اور شیماء کا اسلام لانا ثابت بتایا ہے اور لکھا ہے کہ باقیوں کا حال معلوم نہیں، لیکن اس کا حوالہ کوئی بھی نہیں دیا۔ قدیم و جدید دونوں قسم کے مولفین

سیرت وتاریخ نے اسی موقف کو اپنایا ہے۔ (۱)

امام حلبی نے حسب دستور حضرت حلیمہ سعدیہ کے اسلام لانے کے بارے میں لگ بھگ تمام آراء و اقوال کا احاطہ کیا ہے۔ ان میں نقد و استدراک بھی کیا ہے اور پھر اپنی اور دوسرے اہل علم کی راجح رائے بھی دی ہے۔ اس کو ذیل میں بطور نکات پیش کیا جاتا ہے۔

• ابن حجر کی شرح قصیدہ ہمزیہ کے حوالے سے ان کا بیان گزر چکا ہے کہ حضرت حلیمہؓ کی یہ سعادت کی بات تھی کہ ان کو اسلام کی توفیق ملی اور نہ صرف ان کو بلکہ ان کے شوہر اور ان کی اولاد کو بھی یہ توفیق الہی ارزانی ہوئی۔ شیخ الاسلام نے اپنے متن میں جو یہ لکھا ہے کہ بعض لوگ ان کے اسلام لانے کے منکر ہیں اس سے اشارہ انھوں نے اپنے شیخ حافظ ومیاطی کی طرف کی ہے۔ کیونکہ حافظ ومیاطی ”جملہ منکرین“ میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے لئے نہ شرف صحبت معروف ہے نہ اسلام اور بہت سے لوگوں کو وہم ہو گیا ہے، لہذا انھوں نے ان کا ذکر صحابہ میں کر دیا ہے۔ یہ اعتراض و نقد ومیاطی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ان کے لئے مناسب تھا کہ وہ یہ کہتے کہ بعض لوگوں نے ان کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے اور وہ کچھ نہیں ہے۔ ان کے قول سے حافظ ابن کثیر کا قول بھی موافق ہے جو یہ ہے کہ حضرت حلیمہ کو بعثت نبوی کا زمانہ نہیں ملا۔ لہذا بعض لوگوں نے ان کے قول کا رد لکھا ہے اور وضاحت کی ہے کہ ان کے اسلام میں کوئی شک نہیں۔ یہ جمابہر علماء کا قول اور موقف

(۱) سیرۃ النبی ۱۷۲/۱: حلبی کی روایت میں رسالہ مغلطائی میں لفظ ”اثبات“ نہیں ہے) (اسد الغابۃ ۲۳۶/۵-۵۲۸: ذکر در صحابیات، واقعہ رضاعت و جنین آمد، حارث کے لئے۔ اسد الغابۃ ۳۳۸/۱: اصابہ نمبر ۱۳۳۸: موردی ۹۹/۲ حاشیہ: بحوالہ ابن کثیر، ابن عبد البر، ابن حجر، ابن سعد اور اصابہ وغیرہ، شامی ۳۸۲/۲ نے ایک خاص باب رضاعت ”حضرت حلیمہؓ کے قبول اسلام کے واقعہ کو ثابت کرنے کے لئے قائم کیا ہے۔“

ہے اور بعض متاخرین کے قول کی بنا پر اس کی تاویل نہیں کی جائے گی کہ ان کا اسلام لانا ثابت نہیں۔

• حافظ ابن حبانؒ نے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جو ان کے اسلام پر دلالت کرتی ہے۔ (طبری ۱۰۳۱-۱۰۳۲) امام حلیؒ نے ”مواہب“ کی روایت تطبیق کے مطابق یہ بحث بھی کی ہے کہ ایک روایت کے مطابق غزوہ حنین کے بعد حضرت حلیمہؓ کی تھیں اور وہ قیدیوں میں شامل نہ تھیں اور حضرت شیماء کی آمد کا دوسرا واقعہ ہے اور وہ قیدیوں میں شامل ہو کر آئی تھیں۔ لہذا یہ دونوں صحیح ہیں۔ حلیؒ نے اس پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اصلاً اس باب میں قسطلانیؒ نے امام ابن عبدالبر کی روایت کی پیروی کی ہے جو اس خیال کے پیش کرنے والے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یوم حنین میں آنے والی حضرت شیماء تھیں جیسا کہ اوپر خاصی طویل بحث میں کہا گیا ہے۔ انھوں نے حضرت امام ذہبیؒ کے اس خیال کو غلط بتایا ہے کہ اس موقع پر آنے والی رضاعی ماں حضرت ثویبہ ہوں گی کیونکہ ان کا غزوہ خیبر کے بعد انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہؓ کے اسلام نہ لانے کے خیال و قول امام ابن جوزی پر سخت نقد کیا ہے اور ان کا اسلام لانا ثابت کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ ”النور“ میں یہ مذکور ہے کہ حافظ مغلطائی نے اسلام حضرت حلیمہ کے بارے میں ایک تالیف کی ہے جس کا انھوں نے نام رکھا تھا: ”التحفة العسیمیة فی اسلام حلیمة“ اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے والی ہر مرضعہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اس مولف ”بعض“ نے کہا ہے کہ آپ کی مرضعات چار تھیں: آپ ﷺ کی والدہ، حلیمہ سعدیہ، ثویبہ اور ام ایمن۔ اس کی تائید حافظ ابن مندہ کے قول سے ہوتی ہے جو انھوں نے اسلام حضرت ثویبہ کے اثبات میں کہا ہے اور حضرت ام ایمن کی رضاعت و اسلام ثابت ہے اور آپ ﷺ کی والدہ کے اسلام لانے پر ہم پھر بحث کریں گے۔ (طبری ۱۰۳۱-۱۰۵)

وفاتِ حضرت حلیمہ سعدیہؓ

حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے وابستہ متعدد واقعات و امور کی مانند ان کی وفات کے زمانہ و تاریخ پر بھی اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ بعض واقعات پرورشِ نبوی کے ضمن میں مذکور روایات و اقوال سے معلوم ہوتا ہے اور وہ روایات و رواۃ کے تصور اطلاع سے زیادہ محققین سیرت اور تاریخی تجزیہ نگاروں کی علمی و فنی کوتاہی کا معاملہ بن جاتا ہے کہ کم از کم ان کو روایات کی تنقیح کرنی لازمی تھی۔ ان کی وفات کے بارے میں سب سے مشکل چیز کسی تاریخ و سنہ کے عدم ذکر کی ہے جب کہ حضرت ثویبہؓ کے بارے میں ایسی دقت نہیں پیش آتی۔ دوسری دقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے ان کا ارتباط و تعلق خاطر کی روایات میں تقویٰ متاخر و تضاد نظر آتا ہے جس کا حل نہیں نکالا گیا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ عام سیرت نگاروں نے ان کی وفات کے بارے میں کوئی بحث نہیں کی اور صرف روایات کا اختلاف بیان کر کے بعض پر نقد و تنقید کر کے اپنا فریضہ ختم سمجھ لیا۔

امام سیہمیؒ اور ان کے بعض ہمنوا موفین سیرت نے رسول اکرم ﷺ کی بعد کی حیات طیبہ میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے زیارت و ملاقات کے حوالے سے لکھا ہے کہ پہلی بار وہ حضرت خدیجہؓ سے نکاحِ نبوی کے بعد ملنے آئیں اور دوسری بار غزوہٴ حنین کے دن جس کا ذکر انھوں نے موقعِ محل پر کرنے کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اور بعض دوسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ حنین کے دن حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ ماں ماں کہہ کر ان سے لپٹ گئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ وہ ۶۳۰ء ۸/۲۳۰ء کے غزوہٴ حنین تک بہر حال زندہ و باحیات تھیں۔ (۱)

دوسری طرف بلاذری نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی بہن کی زیارتِ نبوی بر فتح

(۱) سیہمیؒ ۱۷۹۲ء: ۷۷..... ذکرِ حلیمہ نہیں مل سکا، محقق سیہمیؒ کا حاشیہ اسے حافظ اموی کا بیان بتاتا ہے: حلبی

مکہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات اس عظیم واقعہ سے قبل ہو چکی تھی لیکن اس کی حتمی تاریخ یا سنہ اس میں نہیں بیان کیا گیا ہے۔ بعض قدیم و جدید سیرت نگاروں نے اسی کو قبول کیا ہے۔ اور حنین کے دن آنے والی خاتون کو حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی بجائے ان کی دختر اور رسول اکرم ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء کو مراد لیا ہے۔ ان تاریخوں۔ یا سنین میں سے کسی کو ترجیح دینے کی بہت مضبوط وجہ نہیں ملتی تاہم بلاذری کی روایت ہی زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ (۱)

متاخر سیرت نگاروں اور اہل قلم نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی وفات کی تاریخ عہد نبوی کے بعد کسی زمانے میں بیان کی ہے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ تاریخ وفات نہیں بیان کی بلکہ ان کے باحیث رہنے اور خلافتِ شیخین میں زیارتیں کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ امام حلبیؒ نے قاضی عیاضؒ کی روایت پر کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے خلافتِ شیخین میں بھی ورود مدینہ فرمایا تھا کوئی کلام و نقد نہیں کیا۔ البتہ امام ابن کثیرؒ کے حنین کے زمانے میں ان کی آمد کی روایت پر ان کے نقد کے بعد لکھا ہے کہ اگر یہ غریب روایت محفوظ سمجھی جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو ایک دہر طویل کی عمر ملی: "..... وإن كان محفوظا فقد عمرت دهرًا طويلاً۔ اور اس کی وضاحت میں مزید لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت اور حنین کے بعد جہانہ کے زمانے تک ساٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کے وقت اگر ان کی عمر تیس سال مان لی جائے اور پھر حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ان کی زیارت کو حساب میں لیا جائے تو ان کی عمر سو سال سے زیادہ بن جاتی ہے۔ امام حلبیؒ نے اس پر اپنی بحث ختم کر دی ہے۔ (حلبی ۱۰۳۱)

ان تمام روایات کے اختلاف و تضاد کی بنا پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کی وفات کا سنہ کیا تھا؟ لیکن بہر حال امام بلاذری کی روایت کی ترجیح اب بھی

قابلِ لحاظ لگتی ہے اور وہی صحیح روایت ان کی وفات کی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں پوری صراحت ملتی ہے اور وہ صراحت کسی اور کی زبان سے نہیں بلکہ حضرت حلیمہؓ کی بہن کی زبان سے ملتی ہے۔ دوسری تمام روایات جو ان کو غزوہ حنین کے بعد تک زندہ بتاتی ہیں یا خلافتِ شیخین کے زمانے میں ان کی زیارت ہائے مدینہ کا ذکر کرتی ہیں ان کے بارے میں یہی توجیہ صحیح لگتی ہے کہ وہ حضرت حلیمہ سعدیہ نہیں تھیں بلکہ ان کی دختر حضرت شیماء رضی اللہ عنہا تھیں اور غلطی سے ان کو رضاعی ماں بنایا گیا حالانکہ وہاں زواۃ کی مراد یقیناً رضاعی ماں کی دختر سے تھی۔ یہ توجیہ بعض دوسرے اہل علم و قلم نے بھی کی ہے۔

مختصر تجزیہ

حضرت حلیمہ سعدیہؓ رسول اکرم ﷺ کی اصل رضاعی ماں تھیں۔ ان کا انتخاب جناب عبدالمطلب ہاشمی، رسول اکرم ﷺ کے دادا نے باقاعدہ تلاشِ بسیار کے بعد کیا تھا۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام کی مشہور و مقبول ترین روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس مشہور ترین روایت کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہؓ سمیت تمام مرضعات بنی سعد بن بکر نے رسول اکرم ﷺ کو یتیم جان کر اپنی رضاعت کے قابل نہیں سمجھا تھا، محض اس لئے کہ رضاعت کے حسن معاوضہ اور احسانِ خیر کی توقع ان کو صرف بچے کے باپ سے تھی۔ روایتی اور درایتی دونوں اعتبار سے یہ روایت مشہور خاصی مشتبہ ہے اور اس میں مبالغہ و غلوئے عقیدت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

درایتی لحاظ سے دوسری روایت جو امام حلبیؒ اور دوسرے غیر ابن اسحاقی سلسلہ سے بیان کی گئی ہے، زیادہ معتبر ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی سہیلیوں نے بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کی یتیمی سے متاثر ہو کر رضاعتِ نبوی سے پہلو تہی کی تھی۔ ان کے انکار و کفرانِ نعمت کے بعد جناب عبدالمطلب ہاشمی تلاشِ مرضعات میں نکلے اور

حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے جا کر ملاقات کی۔ ان کو اپنے پوتے کی قیمتی سے آگاہ کیا اور فضلِ خداوندی کی امید دلائی اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے اپنے شوہر حضرت حارث کے مشورے پر رضاعتِ نبوی کی ذمہ داری اٹھائی اور جناب عبدالمطلب ہاشمی کو جا کر اپنے فیصلے سے آگاہ کیا اور دادانے فرحت و انبساط کا اظہار کیا۔

شفیق دادا حضرت حلیمہ سعدیہ کو پہلے پہل اپنے گھرائے اور ان کی ملاقات حضرت آمنہ سے اولین مرتبہ کرائی۔ والدہ ماجدہ نے بی بی حلیمہ کو رسول اکرم ﷺ کا پہلا دیدار کرایا۔ وہ حسن و جمالِ نبوی اور طہارت و پاکیزگی محمدی سے متاثر ہوئیں اور آپ ﷺ کو رضاعت کے لئے لے گئیں۔ اپنے ڈیرے پر پہنچنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کو اپنے شیرخوار بچے عبداللہ سے بھی پہلے دودھ پلانے کے لئے گود میں لٹایا۔ فضلِ الہی اور برکتِ نبوی کا ظہور ہوا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ جوئے رواں بن کر بہہ نکلا اور دونوں شیرخوار بچے شکم سیر ہو گئے اور آرام سے سو گئے۔ برکاتِ الہی نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا گھر دیکھ لیا۔ ان کی دودھاری اونٹنی نے دونوں رضاعی ماں باپ کو شکم سیر و شاداب بنایا اور اس نے ان کو میٹھی نیند کا تحفہ عطا کیا جو دودھ کی قلت کے سبب عنقا تھی۔ وطن بنو سعد کے علاقے کے لئے روانہ ہوئیں تو ان کی مریل سواری میں جان پڑ گئی اور صبار قمار بن گئی اور سعدی قافلے کی تمام سوار یوں کو پیچھے چھوڑ گئی۔

رضاعتِ حلیمہ سعدیہ کے اولین لمحے سے پرورش و کفالتِ نبوی کی آخری گھڑی تک برکاتِ الہی کا مسلسل ظہور ہوتا رہا۔ ان برکات کا ایک تعلق حضرت حلیمہ سعدیہ کی ذات مبارک سے تھا اور دوسرا ان سے وابستہ افراد و اشیاء سے تھا۔ بنو سعد کے خانہ حلیمہ سعدیہ میں پوری مدت قیامِ نبوی کے دوران ان کی اپنی ذات میں برکات نظر آئیں جن سے گھر والے مستفید ہوئے، ان کی دودھاری اونٹنیاں، بکریاں اور بھیڑیں وغیرہ سرشام چرائی کے بعد لوٹتیں تو ان کے تھنوں میں دودھ جوش مارتا ہوا

ہوتا اور وہ سب کو سیراب کرتا، مگر ان کی رضاعی سہیلیوں اور بنو سعد کی دوسری مرضعات کو ان برکات سے ذرا بھی بہرہ نہیں ملا کہ انھوں نے خود نعمت کا انکار کیا تھا۔

حضرت ثویبہؓ کے برعکس ماہر بن انساب اور مؤلفین سیرت نے نام و نسب حلیمہ سعدیہؓ پر زیادہ توجہ دی ہے۔ لہذا ہم جانتے ہیں کہ ان کے والد ماجد کا نام حارث بن عبداللہ تھا اور ان کی مشہور کنیت ابو ذؤیب تھی اور دوسری کنیت ابو بکبہ بھی تھی۔ ان کے نسب کی بعض پیڑھیوں پر ماہرین علماء کے اختلاف بھی ملتے ہیں اور ان کی تصحیح محققین نے کی ہے اور اپنی تصحیح کے دلائل بھی دئے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت حلیمہؓ کے والد کا نام عبداللہ صحیح نہیں سمجھا گیا اور ابن اسحاق وغیرہ پر امام بلاذری اور کلبی وغیرہ نے خاصاً نقد کیا ہے۔ طبری، ابن حزم، بلاذری، اور متعدد دوسرے محققین نے بھی اوپر کے ناموں کی صحیح قراءت و تلفظ پر خاصاً زور دے کر غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔

بائیں ہمہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے نسب خاص اور خاندان بنی سعد بن بکرا ہوازن کا نسب عام تمام کتابوں میں ناقص ہی ملتا ہے۔ جمہور انساب عرب کے جامع کا تب امام ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶/۱۰۶۴) نے پورے خاندان بنی سعد کے صرف تین چار کا ذکر کیا ہے اور وہ بھی ناقص ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے بھائی بہنوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جب کہ بعض روایات سیرت میں کم از کم ان کی ایک بہن کا حوالہ آتا ہے۔ حضرت حارث بن عبدالعزیٰ سعدیؓ کا ذکر بطور مرضعۃ نبوی کے شوہر کے کیا گیا ہے اور ان کے صرف تین بچوں کا ذکر ہے: عبداللہ جو فرزند تھے اور شریک رضاعت نبوی۔ ان کی دو بہنیں شیماء (اصل نام جذامہ) اور ایسہ تھیں۔ موخر الذکر کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ ذکر نہیں ملتا۔ یہی بے خبری حضرت عبداللہ بن حارث سعدیؓ کے بارے میں ہے۔ شیخ نے ان کے ایک اور بھائی حذافہ کا ذکر کیا ہے لیکن وہ بلا حوالہ ہے۔ اور اس کا ذکر کہیں دوسری جگہ نہیں مل سکا۔ غالباً ان کو حضرت

شیماء کے مختلف ناموں کے بیان سے کچھ تسامح ہو گیا۔ اسی طرح ان کے جامع سید سلیمان ندوی نے بیان استاد بلاحوالہ چھوڑ دیا۔ حضرت شیماء کی بعض خدمات سے ان کے بڑی بہن ہونے کا البتہ پکا ثبوت ملتا ہے کہ وہ دوران پرورش نبوی رسول اکرم ﷺ کو گود میں کھلاتی تھیں اور ان کی حضانت کیا کرتی تھیں جیسا کہ عام طور سے بڑی بہنیں کرتی ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں رسول اکرم ﷺ کی پرورش و کفالت کی مدت کے بارے میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ بعض نے چار سال، بعض نے پانچ برس اور دو ایک نے چھ سال کی مدت بتائی ہے اور متعدد متاخرین نے ان کے اس اختلاف کو نقل کر دیا ہے۔ محققین سیرت نے البتہ تمام روایات و اختلاف کی تضحیح کر کے پانچ سال دو ماہ / ایک ماہ کی مدت امام ابن عبد البر قرطبی کے حوالے سے متعین کی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس پوری مدت پرورش - پنج سالہ - میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں پیش آنے والے واقعات کافی ہیں اور ان کی نوعیت کے لحاظ سے دو طرح کے واقعات میں منقسم کر کے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ان میں سے ایک مبشرات اور خوارقِ قسم کے واقعات ہیں جن میں تکوینی عناصر اور یدِ الہی کی بنیادی کارفرمائی کے علاوہ بعض قیافہ شناسوں، کاہنوں اور یہودی عیسائی عالموں کی پیشگوئی نما ”صدما ت“ اور اخبار ہیں جو عظمتِ استقبال کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کئی قیافہ شناسوں (عزاف) کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کے جسمِ اطہر بالخصوص مہرِ نبوت دیکھ کر آپ ﷺ کے نبی موعود ہونے کی پیش گوئی کی تھی اور آپ ﷺ کو قتل کرنے پر لوگوں کو اکسایا تھا یا نصاریٰ حبشہ کی مانند خود آپ ﷺ کو اغوا کر کے لے جانا چاہا تھا۔ ان مبشرات اور پیشگوئیوں کو محققین علماء نے اس بنا پر قبول نہیں کیا کہ وہ روایتی، درایتی دونوں اعتبار سے بلا اعتبار اور غیر ثقہ

تو ہیں ہی وہ اس بنا پر بھی قابلِ لحاظ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل کسی کو حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ تک کو متعین طور سے اس کا علم نہ تھا۔ لہذا وہ تمام مبشرات اور پیشگوئیاں صرف زینب داستان بن کر رہ جاتی ہیں۔ سید سلیمان ندویؒ نے سیرۃ النبی جلد سوم میں ان پر نقد کیا ہے۔

معجزات اور خوارق میں بعض بالکل صحیح اور معتبر ہیں کہ روایتی طور سے وہ درست ہیں اور روایت بھی ان کی تائید کرتی ہے۔ ان میں تمام برکات نبوی شامل ہیں جن کے سبب حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے اہل خاندان اور ان کے مویشیوں کو بہرہ وافر ملا تھا۔ تمام معجزات و برکات میں شق صدر کا معجزہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اول بار وہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں ظہور پذیر ہوا تھا، جب رسول اکرم ﷺ کی عمر شریف پانچ سال تھی۔ عمر نبوی پر بعض اختلافات کے باوجود واقعہ شق صدر پر کسی کو کوئی شبہ نہیں۔ معجزہ کا ظاہر یہ ہے کہ دو فرشتوں بالخصوص حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک طشتِ آسمانی میں آب زمزم لا کر رسول اکرم ﷺ کے سینہ کو چیرنے کے بعد قلب مبارک کو اس سے دھویا اور اس میں سے شیطانی پھسکی نکال پھینکی اور صدر مبارک پھر سے سی دیا۔ اس کا نشان تا زندگی رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر صحابہ کرام نے ملاحظہ کیا۔ جیسا کہ متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ بقول مولانا مودودیؒ اس معجزہ کی کہہ کو انسانی عقل نہیں پاسکتی۔ البتہ متعدد قدیم و جدید سیرت نگاروں نے تطہیر و تزکیہ الہی کے اس نکوینی نظام کی برکات، مقاصد اور فوائد بیان کئے ہیں۔

دوسرے واقعات فطری نوعیت کے ہیں جو اس عالم اسباب و نتائج کے اصولوں کے مطابق ہر سماج میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان میں رسول اکرم ﷺ کی اٹھان، نشوونما اور پرورش و کفالت کے واقعات خاص ہیں اور وہی رضاعت نبوی کے اصل مقاصد تھے۔ بدوی رضاعت کا ایک مقصد جسمانی قوت اور بدنی طاقت کا

حصول ہوتا تھا کیونکہ بدوی علاقوں کی آب و ہوا نسبتاً صاف ستھری ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اٹھان غیر معمولی تھی۔ آپ ﷺ اپنے کچے سن اور ابتدائی عمر میں ہی خاصے تو مند، صحت مند اور تندرست و توانا لگتے تھے۔ اس میں فطری عناصر کے ساتھ تکوینی اقدار کی بھی کارفرمائی تھی کہ انبیاء اور رسولوں کو عام بشر کے مقابلے میں دوگنی طاقت عطا ہوتی ہے۔

اسی زمانہ رضاعت و پرورش میں رسول اکرم ﷺ نے عربی زبان بولنی سیکھی، ابتدا بھی شاندار تھی اور کچھ دنوں بعد فصاحت نے نطق نبوی کی صورت اختیار کر لی۔ رضاعتِ بنی سعد کے ساتھ ساتھ خون قریش کا بھی اس نطق و فصاحت میں پورا پورا حصہ تھا۔ جیسا کہ حدیثِ فصاحت نبوی میں آتا ہے۔ اس کا سارا شرف بالعموم رضاعتِ سعدی کو دے دیا جاتا ہے جو جزوی طور سے صحیح ہے۔ فصاحت و بلاغت کا وہ ابتدائی اظہار تھا لیکن اصل نشوونما بعد کی زندگی میں ہوا جب خون قریش کے ساتھ پرورش کا ہر نبوی نے اپنا رنگ دکھایا تھا۔ اس فصاحتِ نبوی کا تیسرا مرحلہ وہ تھا جب کلامِ الہی وحی قرآن و حدیثی بن کر زبانِ محمدی سے وجود پذیر ہوتا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کے فرزند اور دختروں سے رسول اکرم ﷺ کا والہانہ تعلق اور محبت آمیز ارتباط تھا۔ پنجسالہ مدت کفالت کے زمانے میں حضرت شیماء اور دوسرے بھائی بہنوں نے اپنی ماں کی طرح رسول اکرم ﷺ کو اپنی محبت کا مرکز بنائے رکھا۔ وہ آپ ﷺ کو گودوں کھلاتے، آپ ﷺ کے ساتھ بچپن کے کھیل کھیلتے، تیر اندازی سکھاتے، کشتی اور دوڑ کے مقابلے رہتے، ہویٹھوں کو چرانے جاتے کہ ”رعی غنم“ ایک نبوی سنت ہے اور تمام انبیاء کرام نے اپنے بچپن اور لڑکپن میں اس کے تجربات کئے تھے، رسول اکرم ﷺ کے منویشی چرانے کے اولین تجربات اسی زمانہ کفالتِ حلیمہ کے تھے۔ رسول اکرم ﷺ بھی اپنے رضاعی بھائی بہنوں سے پیار

کرتے تھے۔

دورانِ کفالت حضرت حلیمہؓ روایات کے مطابق رسول اکرم ﷺ کو تین بار کم از کم ملاقات و زیارت کے لئے مکہ مکرمہ لائیں۔ ایک موقع دو سال کی رضاعت اسلامی کے پورے ہونے کے بعد کا ہے، حضرت حلیمہؓ سعدیہؓ فرض منصبی کی ادائیگی کے بعد بھی آپ کے برکات اور ان سے زیادہ آپ ﷺ کی بیکراں محبت کی بنا پر آپ ﷺ کو اپنے پاس رکھنے کی حریص تھیں اور اسی لئے والدہ حضرت آمنہؓ سے اصرار کر کے پھر ساتھ لے آئی تھیں۔ اس میں اس زمانے کی وبائے مکہ نے بھی مدد کی تھی۔ اس کے کچھ دنوں بعد ہی پھر واپس لے گئیں کہ آسمانی بادلوں کے مستقل سایہ فگن ہونے کے واقعہ نے خوفزدہ کر دیا تھا، اور پھر ان کو لے آئیں کہ ماں کی محبت خوف پر غالب آگئی تھی۔ اور تیسری زیارت و آمد شق صدر کے معجزہ کے بعد رسول اکرم ﷺ کی دادا اور ماں کے حوالے کرنے کی مستقل رخصت و رسم محبت بن گئی تھی۔ مختلف راویوں نے ان ”آمدوں“ اور زیارتوں کا ذکر کر کے ان میں اختلاف بھی کیا ہے اور ابہام و الجھن بھی اپنی طرف سے پیدا کی ہے۔ لیکن ایک جدید سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کا بیان خاصا دلچسپ اور فطری اور معتبر لگتا ہے کہ حضرت حلیمہؓ سعدیہؓ رسول اکرم ﷺ کو ہر چھ ماہ کے عرصے کے بعد آپ ﷺ کے اقرباء و اکابر سے ملانے مکہ مکرمہ لے جایا کرتی تھیں۔ لہذا پانچ سالہ مدت قیام کے دوران آپ ﷺ اپنے دادا اور ماں وغیرہ سے ملاقات کے لئے کم از کم دس بار مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے اور ممکن ہے کہ زیارتوں کی تعداد اس سے زیادہ ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ دادا عبدالمطلب ہاشمی اور دوسرے اقرباء نے دورانِ رضاعت خانہ حلیمہؓ میں جا کر خود بھی زیارت کی ہو۔

واقعہ شق صدر کے بعد ۶۷ء کے اوائل میں رسول اکرم ﷺ کی مکہ واپسی

کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی حیاتِ نبوی میں صرف دو بار زیارت و ملاقات کی روایات آتی ہیں: ایک بار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد جب رسول اکرم ﷺ نے ان کا اور ان کے شوہر نامہ از اور بعض اولادوں کا اعزاز و اکرام کیا اور ان کو عطایائے نبوی سے مالا مال کیا۔ بعض رواۃ نے ان کو عطائے خدیجہؓ بیان کیا ہے لیکن اصلاً وہ رضاعی فرزند ﷺ کے تحفہٴ محبت کے ساتھ ان کی شکر گزار اور مخیر بیوی کے مشرکہ ہدایا اور خدماتِ جلیلہ تھے۔ دوسری بار کی زیارتِ نبوی کا زمانہ واقعہ حنین کے بعد قیامِ حعرانہ ۶۳۰/۸ء کا بتایا جاتا ہے جس پر متعدد محققین نے صحیح نقد کیا ہے اور غلط بتایا ہے۔

رضاعتِ نبوی کے بعد کی زندگی میں رسول اکرم ﷺ سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ارتباط اور اکابرِ بنی ہاشم سے تعلقات کو ان دو زیارتوں بلکہ حقیقتاً ایک ہی زیارت تک محض روایتِ پرستی میں محدود کر دیا گیا، حالانکہ وہ مسلسل ربطِ محبت و تعلق کی کہانی سناتا ہے۔ روایتی طور سے اس کی تائید میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شوہر حضرت حارث بن عبد العزیٰ سعدیؓ نے آپ سے ملاقاتیں کی تھیں اور ان دونوں میں ان کے ساتھ ان کے خاندان والے موجود تھے۔ ان دونوں رضاعی والدین کے اسلام کے واقعہٴ زیارت و بیعت کے علاوہ رضاعی بھائی بہنوں کے ملاقات اسلام اور بیعت کرنے کے مواقع بھی ان کے علاوہ تھے۔ فتح مکہ کے عین موقع پر حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی بہن نے اپنے نندوئی کی بہن کے ساتھ رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کی تھی اور ہدایا پیش کئے تھے اور بدلے میں عطایائے نبوی سے بہرہ مند ہوئی تھیں۔ حضرت شیماء رضی اللہ عنہا نے مدتوں بعد غزوہ حنین کے بعد ملاقات و زیارت کے مزے لوٹے تھے۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعی ماں، رضاعی باپ

اور رضاعی بہنوں کے علاوہ دوسرے سعدی رشتہ داروں نے ملاقات نبوی کا شرف اور عطایائے نبوی کا صلہ بار بار حاصل کیا تھا۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے معیارِ عدل اور حسن سلوک کے مطابق بھی ہے۔ پھر مکہ اور طائف اور قریش و ہوازن کے مختلف الجہات روابط، مکہ اور خانہ کعبہ کی مرکزیت، رسول اکرم ﷺ کی بعثت اور اسلامی تحریک اور دوسرے واقعات ایسے نہیں تھے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے خاندان والے اتنے بے بہرہ رہتے کہ اپنے مکفول کی خبر نہ لیتے۔

ابن حزم اندلسی نے خاندان بنو سعد بن بکر کو رضاع نبوی کا خاندان کہا ہے اور متعدد قدیم راویوں نے ان سے رضاعی رشتوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت نبوی سے قبل حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ کی رضاعت سعدی کا ذکر ملتا ہے اور خاص ایک اور ہاشمی رضاعت حلیمہ سعدیہؓ میں حضرت ابوسفیان بن حارث ہاشمی رضی اللہ عنہ کا۔ ان تین ہاشمی رضاعتوں کا زمانہ ۵۶۷ء سے ۵۷۳ء تک وسیع ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بہر حال اپنے رضاعی فرزندوں کو لینے کے لئے مکہ مکرمہ آئی تھیں اور وہ ان کے مسلسل آنے کو بتاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ دوسری سعدی خواتین اور بدوی عورتیں رضاعت کے لئے بچوں کو ہر سال آ کر لے جایا کرتی تھیں۔ یہ سالانہ زیارت تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے بہر حال اپنے تین بچوں کے ساتھ تین مختلف زمانوں میں قریشی اور کی بچوں کی رضاعت کا کام کیا تھا۔ اس لئے ان تمام رضاعتوں کے زمانے میں ان کی آمد۔ مسلسل آمد۔ بلا ثبوت نہیں رہ جاتی۔

رسول اکرم ﷺ سے بالخصوص اور دوسرے اکابر بنی ہاشم و قریش سے بالعموم حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سماجی تعلقات اور محبت بھرے روابط تا زندگی قائم و دائم رہے۔ مولانا مودودیؒ کا یہ تبصرہ قطعی درست اور واقعی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس خاندان ذمی شان سے ہمیشہ احسان و صلہ رحمی کا سلوک فرمایا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے

رضاعی تعلق بعد کی معاشرتی زندگی میں رنگ لایا۔ وہ خاندان رسالت اور دوسرے کی اکابر سے برابر ملتی رہیں اور غالباً ان کے رضاعی فرزندوں نے بھی ان سے ہمیشہ تعلق خاطر رکھا تھا۔ اگرچہ روایات میں تسلسل ربط و محبت کا توڑا ہے مگر فطری قوانین محبت، رسول اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق اور عرب روایات کا تقاضا ہے کہ ان دو طرفہ تعلقات کی تازگی اور تابندگی ہمیشہ قائم رہتی۔ غزوہ حنین تک حضرت شیماء کا خاص ربط و تعلق اور بنو سعد کے خاندان کی وجہ سے تمام ہوا زنی اسیروں کی رہائی کا واقعہ اسی قدیم رضاعی تعلق خاطر کا شاخسانہ اور اسی کا ثمرہ محبت تھا۔ حیات نبوی میں اس کا دورانیہ ساٹھ سال کے طویل عرصے کو محیط ہے، جو حضرت ثویبہؓ سے تعلق والفت کا دورانیہ بھی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے خاندان عالی شان سے یہ تعلق و ربط حیات نبوی کے بعد بھی خلافت راشدہ کے اولین دور میں بھی جاری ساری رہا۔ اور حضرات شیخین اسی رضاعت نبوی کی رعایت میں ان سے احسان و خیر اور صلہ رحمی اور حسن سلوک کا معاملہ ہمیشہ فرماتے رہے۔ ظاہر ہے کہ دوسرے فرزندان رضاعی نے اپنی رضاعی ماں اور ان کے عزیزوں اور قرابت والوں کے ساتھ احسان شناسی کا تقاضا پورا کیا تھا۔ خالص تقویٰ لحاظ سے ۵۶۷ء سے لے کر ۶۳۲ء تک تقریباً نصف صدی کا یہ ربط و محبت کا عنوان بن جاتا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے خاندان عالی کے اسلام لانے کے سلسلے میں بلاشبہ علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف علماء دراصل اختلاف روایات کا شاخسانہ ہے اور اختلاف روایات معلومات کی کمی بیشی اور عدم تجزیہ کا ثمرہ۔ ان دونوں طبقات علماء و محققین کے اپنے اپنے دلائل و شواہد ہیں۔ اور ان کے تنقیدی تجزیے سے ان کے اسلام کے قائل علماء کا نقطہ نظر صحیح لگتا ہے۔ عدم اسلام اور اثبات اسلام میں یوں بھی موخر الذکر کو منطقی طور سے ترجیح حاصل ہوتی ہے کہ بہر حال ایک بڑا طبقہ متقدمین اس

کا قائل ہے۔ پھر قدیم و جدید علماء و محققین نے ان کے اسلام لانے کے دلائل و شواہد پیش کئے ہیں جو عدم اسلام کے قائلین کی دلیلوں کی تردید کرتے ہیں۔ مولانا شبلی نے ان تمام علماء کا مختصر ترین اور جامع ترین ذکر کر دیا ہے۔ ان میں ابن ابی خثیمہ، ابن جوزی، منذری، ابن حجر اور مغلطائی کو شامل کیا ہے۔ موخر الذکر کا ایک خاص رسالہ ان کے اسلام لانے کے اثبات میں ہے: ”الصحفة الجسيمة فسی اسلام حلیمة“۔ ان کے علاوہ بہت سے سیرت نگاروں اور جامعین سیرت و سوانح کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جیسے قسطلانی، زرقانی، شامی، حلبی اور دوسرے متاخرین۔ منقذ میں میں بھی ان کے اسلام کے قائلین کی تعداد کم نہیں ہے۔ بلکہ امام حلبی کا یہ تبصرہ اور نقد جو حافظ ابن کثیر کے عدم اثبات کے حوالے سے ہے بڑا معنی خیز ہے کہ بعض متاخرین کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ متقدمین ان کے اسلام کے قائل ہیں اور محققین کا بھی یہی خیال ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی تمام رضاعی ماؤں میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ ان کا منفرد و ممتاز مقام ہے۔ اپنی اصل اور بنیادی رضاعت کی بنا پر وہ ام الامہات کی منزلت رکھتی ہیں اور اس کی وجہ سے سب پر فضیلت بھی رکھتی ہیں۔ بعض دوسرے اکابر بنی ہاشم کی رضاعتوں نے ان کو حضرت ثویبہؓ کی مانند خاندان رسالت کی ایک مستقل رضاعی ماں کا درجہ عطا کر دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اگرچہ صحیح احادیث کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا نام نامی اور ان کی رضاعت کا ذکر نہیں ملتا تاہم صحیح راویان حدیث و سیرت نے ان کے فضل و احسان کی ان گنت روایات جمع کر کے ان کو حیات نبوی کا ایک دلائل ویز باب بنا دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بہر حال ان کی رضاعی احسان کا ذکر فرمایا اور ان کو ہمیشہ ماں کی طرح یاد رکھا اور ان کا سدا اعزاز و اکرام فرمایا۔ اپنی عظیم و جلیل خدمات اور محبت نبوی کی بنا پر

حضرت حلیمہ سعدیہؓ حیاتِ نبوی اور سیرتِ طیبہ کا ایک درخشاں اور جلی عنوان ہیں۔ یہ ان ہی کے دودھ کے قطراتِ مبارکہ تھے جو رسول اکرم ﷺ کے جسم و جاں کی قوت اور ذہن و دماغ کی طاقت بن گئے تھے اور ان ہی نے آپ ﷺ کو صحت و جلالت، ہمت و شجاعت، فصاحت و بلاغت اور اولین جسمانی و روحانی طہارت کے بنیادی اسباق پڑھائے تھے۔



دیگر رضاعی مائیں

رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کرنا حقیقت میں ایک شرف تھا جس سے اول اول حضرت ثویبہ مشرف ہوئیں۔ ان کے بعد مستقل رضاعت کا شرف و افتخار حضرت حلیمہ سعدیہ کو حاصل ہوا کہ انھوں نے پوری مدت رضاعت بھر دودھ پلایا۔ ان کو یہ بھی افتخار حاصل رہا کہ رضاعت کے دو سالہ اسلامی اور حنفی دور رضاعت کے خاتمہ کے بعد بھی پرورش و پرداخت کا موقع ملا اور وہ مزید تین سال کو محیط تھا۔ اس پانچ سالہ زمانے میں رسول اکرم ﷺ کو ان کے علاقہ میں قیام و قوطن کا موقع ملا۔ اس عرصہ میں جہاں دوسرے واقعات و احوال کا ظہور و وجود ہوا وہاں آپ ﷺ کی بعض دوسری رضاعتوں کا بھی واقعہ پیش آیا۔

حافظ ابن قیم اور بعض دوسرے علماء اسلام اور اہل سیرت کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ایک اور سعدی رضاعی ماں تھیں جنھوں نے آپ ﷺ کو ایک آدھ بار دودھ پلایا تھا۔ وہ اصلاً حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی رضاعی ماں تھیں اس لحاظ سے رسول اکرم ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ کے دوہرے رضاعی بھائی تھے: ایک حضرت ثویبہ کی نسبت سے اور دوسرے اس نامعلوم رضاعی سعدی ماں کے حوالہ سے۔ بعض متاخرین نے ان کے بیان و روایت کو جوں کا توں نقل کر دیا ہے اور ان گننام سعدی مرضعہ کی تعیین کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، جب کہ دوسرے اصحاب تحقیق نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے۔

گننام سعدی مرضعہ یا حضرت حمزہ ہاشمی کی سعدی مرضعہ کی تعیین کی کوشش میں دو طبقات علماء بن گئے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو حضرت حلیمہ سعدیہ کو ہی حضرت حمزہ ہاشمی کا دودھ پلانا ثابت کرتا ہے کہ ایک بار انھوں نے ایسا کیا تھا۔ دوسرا طبقہ یہ

اصرار کرتا ہے کہ حضرت حمزہ ہاشمیؓ کی گننام سعدی مرضعہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے ملاقات کے لئے آئیں اور اس دوران انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو کسی وجہ سے دودھ پلا دیا اور اس طرح دونوں چچا بھتیجے کو شریک رضاعت بنا دیا۔ بعض علماء نے توجیہ کی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ اس وقت موجود نہ تھیں اور رسول اکرم ﷺ بھوک سے بیتاب تھے۔ یہ واقعہ صحیح بھی ہو سکتا ہے۔

اس دوسری سعدی رضاعت نبوی کے سلسلے میں کئی سوال اٹھتے ہیں جن کا جواب پانا ضروری ہے۔ اول یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کی رضاعت سعدی میں رسول اکرم ﷺ کی شراکت کا زمانہ ایک تھا یا مختلف تھا۔ اس سوال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت حمزہ ہاشمیؓ کی عمر رسول اکرم ﷺ سے دو سال یا چار سال زیادہ تھی۔ دو سال عمر زیادہ ماننے والے علماء نسب و تاریخ و سیرت نے دونوں کے زمانہ رضاعت کو ایک مانا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی رضاعت کا زمانہ آخر تھا اور رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کا آغاز تھا اور دونوں ایک ہی دودھ میں شریک تھے۔ درایتی لحاظ سے اور حضرت ثویبہؓ کے شرف و فرض رضاعت سے اس توجیہ پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ حضرت ثویبہؓ کی رضاعت میں دونوں۔ حضرت حمزہؓ اور رسول اکرم ﷺ۔ کی ایک زمانہ رضاعت میں شراکت کی یہی توجیہ کی جاتی ہے۔ اس پر سوالیہ نشان یہ لگتا ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ نے حضرت ثویبہؓ کی رضاعت حضرت حمزہؓ کے اواخر میں شرکت فرمائی تھی تو حضرت حمزہؓ کی رضاعت ثویبہ کے وقت عم مکرم مکہ میں تھے اور غالباً وہ ان کی مستقل رضاعت ثویبہ تھی۔ پھر سعدی خاتون کی رضاعت حمزہؓ اور اس میں رسول اکرم ﷺ کی شراکت کیونکر ممکن ہے؟ سعدی خاتون کی رضاعت حمزہؓ کی روایت بتاتی ہے کہ یہ واقعہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت حلیمہ سعدیہؓ کے زمانے میں پیش آیا تھا، اس لئے ان دونوں چچا بھتیجے کا بیک وقت بنو سعد بن بکر میں موجود ہونا

لازم آتا ہے لیکن رضاعت حضرت ثویبہؓ میں دونوں کے اشتراک کا واقعہ یا توجیہ ایک زمانے کی رضاعت کی نفی کرتی ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں ہاشمی فرزندوں کی سعدی رضاعتیں دو الگ الگ زمانے کی تھیں۔ اسی بنا پر حضرت حمزہؓ کی چار سال عمر زیادہ ہونے کی روایت قوی معلوم ہوتی ہے۔ اور مشہور اور محقق صاحبان علم نے اسی کو ترجیح دی ہے اگرچہ ان کی وجہ ترجیح دوسری ہے۔ بہر حال اس روایت کے قبول کرنے کی صورت میں واقعہ کی نوعیت یہ ہوگی کہ حضرت حمزہؓ کی سعدی رضاعت کے ختم ہونے کے دو سال بعد جب رسول اکرم ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس رضاعت کے لئے گئے تو آپ ﷺ کے چچا کی مرضعہ نے موقع پا کر آپ ﷺ کو دودھ پلا دیا اور اس طرح رضاعت نبوی کا شرف پایا اور حضرت حمزہؓ کو دودھ پلایا اور شرف بخشا۔

حضرت حمزہؓ کی کسی سعدی رضاعت کا واقعہ دوسری روایات اور درایتی اصول پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اب تک کسی روایت سیرت و تاریخ میں رسول اکرم ﷺ کی رضاعت میں شراکت کے حوالے کے علاوہ حضرت حمزہؓ کی سعدی رضاعت کا ذکر نہیں مل سکا۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت نبوی کے ضمن میں بھی یہ حوالہ نہیں آسکا کہ کسی اور سعدی خاتون نے کسی اور ہاشمی کی رضاعت کا شرف آپ ﷺ سے پایا تھا اور نہ ہی بعد میں حضرت حمزہؓ کا ذکر آتا ہے۔ حضرت ثویبہؓ کی رضاعت نبوی کے ضمن میں جو صراحت آتی ہے وہ بڑی معنی خیز ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے حضرت حمزہؓ کی رضاعت انہوں نے کی تھی اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوسلمہ مخزومیؓ کی۔ ایسی کسی سعدی رضاعت حمزہؓ کی صراحت نہیں ملتی ہے۔ اس لئے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کی سعدی رضاعت کا واقعہ مزید تحقیق طلب بن جاتا ہے جو ابھی کرنا باقی ہے۔ البتہ اس کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضرت حلیمہؓ کے

رضاعتِ نبوی کے واقعہ و روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سعدی خواتین رضاعتِ ہاشمیان و اہل مکہ کے لئے ہر سال شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آیا کرتی تھیں۔ لہذا عین ممکن ہے کہ چار سال قبل کسی سعدی خاتون نے حضرت ثویبہؓ کی رضاعتِ حضرت حمزہؓ کے بعد حضرت حمزہؓ کو رضاعتِ مستقل کے لئے بنو سعد میں لے گئی ہوں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ راویوں نے ان رضاعتوں میں سے کسی بھی شخص کی متعین رضاعت کی بات نہیں کہی۔ حضرت ابوسفیان بن حارثؓ کی سعدی رضاعت کے بارے میں بالعموم اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت کے بارے میں بالخصوص تصریحات ملتی ہیں لیکن ان میں بھی چند روزہ اور مستقل رضاعت کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان تمام احوال و ظروف اور روایتی و درایتی خلاؤں کے سبب حضرت حمزہؓ کی کوئی سعدی رضاعت محض کہانی بن کر رہ جاتی ہے۔

سعدی رضاعت میں شرکت کی روایت ابن قیم وغیرہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں اصل نکتہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت میں شرکت کا شرف ہے۔ اسی ”شرف“ کے اثبات کے لئے حضرت حمزہؓ کی رضاعتِ نبوی میں شرکت کی بات کہی گئی ہے۔ اور حضرت ثویبہؓ کی رضاعتِ نبوی میں شرکت کے شرف کا عنصر دوسرے ہاشمی اکابر کی رضاعتوں میں نظر آتا ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ حضرت ثویبہؓ کی رضاعت میں شرکت کا واقعہ سچا اور کھرا ہے کہ زبان رسالت مآب ﷺ سے اس کا اثبات ملتا ہے۔ دوسرے یہ بھی اہم بات ہے کہ محدثین کرام اور اصحاب سیرت دونوں نے رضاعت کے احکام حرمت کے حوالے سے اس مشترکہ رضاعت کو بیان کیا ہے۔ جب کہ حضرت حمزہؓ کی سعدی رضاعت کے ضمن میں یہ فقہی زاویہ مفقود ہے۔ بہر حال رضاعتِ نبوی میں شرکت کی سعادت کے خیال نے راویوں کو فکری جولانیاں دکھانے کا موقعہ دیا اور انہوں نے دوسری متعدد رضاعتِ نبوی کو بیان کر دیا۔ پہلے ان دیگر

رضاعات نبوی کی روایات کا بیان پھر ان کا تجزیہ آئے گا۔

امام حلبی اور بعض دوسرے متاخر اور جامع روایات سیرت نگاروں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے:

”کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے آٹھ عورتوں سے رضاعت پائی اور حضرت خولہ بنت المنذر اور حضرت ام ایمن عزیزہ کو شامل کر کے کہا گیا ہے کہ دس خواتین سے رضاعت حاصل کی: ”یقال إنه ﷺ ارتضع من ثمانية من النساء، وقيل من عشرة، بزيادة خولة بن المنذر وأم أيمن عزيزة.....“ (1)

امام حلبی نے رضاعت نبوی کا باب ہی اس بیان سے شروع کیا ہے۔ پھر حضرت ثویبہ اور حضرت حلیمہ سعدیہ کی دو رضاعتوں اور ان کے متعلقہ واقعات کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اور فصل کے خاتمہ پر لکھا ہے کہ بعض کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی مرضعات چار ہیں: آپ ﷺ کی والدہ، اور حلیمہ سعدیہ اور ثویبہ اور ام ایمن ”ولكن هذا البعض قال ومرضعاته ﷺ أربع: أمه وحليمة السعدية، وثويبة وأم أيمن.....“ (105/1) بقیہ چھ یا چار مرضعات کی تفصیل ان کے ہاں نہیں مل سکی۔

شیخ احمد شہینجی اور ان کے خوشہ چیں مولانا نواب سید صدیق حسن خاں نے ان مرضعات کے بارے میں کافی تفصیل یا ضروری صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ نواب موصوف نے ایک خاص فصل مرضعات نبوت پر قائم کر کے لکھا ہے کہ ”حضرت کو آٹھ بیبیوں نے دودھ پلایا: آپ کی ماں نے تین دن یا سات دن، پھر ثویبہ اسمیہ جاریہ ابولہب نے..... یہ شیر خوارگی چند روز قبل قدم حلیمہ سعدیہ کے تھی، پھر خولہ بنت المنذر اور ام ایمن کے ذکر ہما الیعمری۔ پھر ایک زین سعدیہ نے علاوہ حلیمہ کے ذکر ہا ابن القیم، پھر تین عورتوں نے ان میں ہر ایک کا نام عاتکہ تھانقلہ السہیلی عن بعضهم فی الکلام عن قوله ﷺ أنا ابن العواتک - حیاة (1) حلبی ۸۴/۱: باب ذکر رضاعہ ﷺ وما اتصل بہ

الحیوان میں کہا ہے: عواتک تین عورتیں ہیں امہات آنحضرت ﷺ میں: ایک عاتکہ بنت ہلال بن قانج، مادر عبدمناف بن قصی، دوم عاتکہ بنت مرہ بن ہلال مذکور مادر ہاشم بن عبدمناف۔ سوم عاتکہ بنت الاوقص، مادر وہب پدر آمنہ مادر آنحضرت ﷺ۔ عاتکہ اس کو کہتے ہیں جو خوشبودار ہو۔ اتھلی“ (۱)

نواب موصوف کا اردو ترجمہ شیخ شہینچی کی عربی عبارت کا بالکل صحیح ترجمہ ہے البتہ بعض الفاظ کا نسب نامہ میں ذکر نہیں کیا ہے جیسے مادر عبدمناف بن قصی کے دادا کا پورا نام قانج بن ذکوان لکھا ہے اور وہی مادر ہاشم کے نسب نامہ میں ہے۔ اسی طرح مادر وہب زہری کا پورا نسب شہینچی یہ ہے: عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ہلال۔ اور اس کے آخر میں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ عواتک عاتکہ کی جمع ہے۔ بقیہ تفصیلات اور ترجمہ کی عبارت واصل کی عبارت میں فرق نہیں ہے۔

اس روایت یا بیان میں کئی نکات قابل غور ہیں:

- اول اس میں آٹھ مرضعات کا ذکر ہے، دس کا نہیں۔
- دوم حضرت آمنہ اور حضرت ثویبہؓ کی دو رضاعتوں کا ثبوت ملتا ہے جو بہت کافی ہے۔
- سوم حضرت خولہ بنت المذر اور حضرت ام ایمنؓ کی دو مزید رضاعتوں کا حوالہ صرف پھمری کے حوالے سے لیا گیا۔ ان کا ماخذ کیا تھا اور ان رضاعتوں کا حال کیا تھا۔ اس پر کوئی بحث نہیں ہے۔
- چہارم ابن قیمؒ نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سوا ایک اور سعدی مرضعہ کی رضاعت کا ذکر کیا ہے مگر ماخذ وہاں بھی مفقود ہے۔
- پنجم تین عاتکہ نامی خواتین کو بھی مرضعات نبویؐ میں شمار کیا گیا ہے اور وہ بھی بلا حوالہ ہے۔

• ششم امام سیوطی کے بیان عواتک سے ان کی امہات نبویؐ کے ساتھ ساتھ

مرضعات سمجھ لیا گیا ہے۔

● ہفتم حیاء الحيوان کا حوالہ عواتک کی وضاحت کر کے بتایا ہے کہ وہ مرضعات نہیں، رسول اکرم ﷺ کی امہات تھیں یعنی آپ ﷺ کی دادیاں اور پردادیاں اور پرنائیاں وغیرہ۔

دیگر مرضعات کے اس بیان کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

● پھری کی بیان کردہ دو دیگر مرضعات۔ حضرت خولہ بنت الہنذ اور حضرت ام ایمن۔ کا ذکر بلا حوالہ و ماخذ تو ہے ہی محض روایتی بیان خوش گمان ہے۔ درایتی لحاظ سے ان دونوں کی رضاعت نبوی ثابت نہیں ہوتا اور قدیم ترین ماخذ بھی اس کی تائید و تصدیق میں نہیں ملتے۔ حضرت ام ایمن کو اتا (حاضہ) کی بجائے مرضعہ سمجھ لیا گیا۔ بلاشبہ وہ رسول اکرم ﷺ کی اتا اور کھلائی اور دایہ تھیں مگر آپ ﷺ کی رضاعت کرنے کا شرف ان کو نہیں ملا۔ کیونکہ حضرت ام ایمن کی رضاعت نبوی کے زمانے سے قبل شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ ان کی شادی خود رسول اکرم ﷺ نے اپنی جوانی میں کی تھی تب رضاعت کا زمانہ کہاں تھا۔ حضرت خولہ بنت الہنذ کا معاملہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ ان کا ذکر خیر کسی قابل ذکر ماخذ سیرت و سوانح میں نہیں ملتا۔

عاتکہ نامی خواتین کا ذکر خیر ضرور ملتا ہے اور وہ رسول اکرم ﷺ کی امہات کے بطور ملتا ہے جیسا کہ ”حیاء الحيوان“ نے باقاعدہ صراحت کر دی ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے جد امجد جناب ہاشم بن عبدمناف اور عبدمناف بن قصی کی ماؤں کے نام ہیں۔ تیسری رسول اکرم ﷺ کے نانا جناب وہب بن عبدمناف زہری کی ماں تھیں۔ یہ تینوں عواتک ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی مرضعات نہ تھیں۔ امام سہیلی نے رسول اکرم ﷺ کی حدیث: ”أنا ابن العواتك“ کے ضمن میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی جدات تھیں نہ کہ مرضعات، اور فرمان نبوی کا

واضح مطلب بھی یہی ہے۔ اس سے مرضعات نبوی مراد لینا خاصا تعجب انگیز ہے۔

مرضعات نبوی کی تعداد بڑھانے کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت کا شرف متعدد خواتین کی جھولی میں ڈالا جائے خواہ اس کی کوئی تاریخی سند اور واقعاتی روایت ہو یا نہ ہو۔ متاخر جامعین روایات کا یہی وطیرہ ہے دوسری وجہ ان جامعین روایات کا زیادہ سے زیادہ روایات، خواہ بے سروپا ہوں، کا ہونا ہے، وہ ہر باب میں اور ہر موضوع سے متعلق بہت سی روایات جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ طرفہ ستم یہ ہے ان کے مآخذ و مصادر کی نشاندہی بھی ٹھیک سے نہیں کرتے اور اگر کسی نے کردی تو اس فقرہ پر اکتفا کرتے ہیں کہ فلاں نے ذکر کیا جیسا کہ خولہ بنت منذر اور حضرت ام ایمن کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ ان دونوں کا یعمری نے اور ایک گننام سعدی مرضعہ کے بارے میں حافظ ابن قیمؒ کے ذکر کرنے کا حوالہ دے دیا ہے۔ یہ سب متاخر حوالے ہیں ان کے اعتبار و ثقاہت کے لئے ضروری ہے کہ قدیم رواۃ سیرت اور امامان تاریخ سے سند لائی جائے جو بالعموم نہیں ملتی۔ دوسرے یہ جامعین روایات یا انفرادی رواۃ روایات کا تجزیہ نہیں کرتے۔ درایتی تجزیہ اور تنقید دراصل ان کے فرض منصبی میں شامل نہیں۔

بہر حال ان تمام دیگر رضاعات نبوی کا تاریخی تجزیہ اور تنقیدی تحلیل کی جاتی ہے تو واضح ہوتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعت حضرت ثویبہ اور حضرت حلیمہ سعدیہ کے زمانہ رضاعت میں ممکن نظر نہیں آتیں۔ بلاشبہ بعض عارضی اور لحاظی رضاعتوں کا امکان ضرور ہے کہ ان دو ثابت شدہ رضاعتوں کے درمیان ہی کسی مرضعہ نے کسی فوری سبب سے آپ ﷺ کی رضاعت کا شرف پالیا ہو، لیکن یہ بہر حال خاصا بعید امکان ہے اور اسی کے سبب گننام سعدی خاتون کی رضاعت نبوی کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کا معاملہ بھی خاصا عجیب ہے۔ ان کا نام و نسب ہی نہیں

بیان کیا جاتا۔ رضاعتِ حمزہ ہو یا رضاعتِ نبوی ﷺ دونوں ایسے واقعات نہ تھے کہ ان کے بارے میں کوئی تفصیل نہ ملتی۔ کم از کم ان کا نام تو ملتا جیسا حضرت ثویبہؓ کی رضاعت کے بارے میں احادیث شریفہ میں یا روایات سیرت میں ملتا ہے۔ اس بحث کا خلاصہ ایک مختصر تبصرہ میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی مرضعات صرف دو تھیں والدہ ماجدہ کے سوا: اول حضرت ثویبہ اور دوم حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہما) باقی صرف روایت پرستی کے شاخسانے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

☆☆☆

رسوماتِ محرم الحرام اور سانحہ کربلا

صفحات: 120 قیمت: -/40

اسلام میں محرم الحرام کی فضیلت و اہمیت اور کربلا کے حادثاتی واقعہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے حضرت یزید کی سیرت و شخصیت پر تحقیقی اور علمی راستے کا اظہار کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر بے نظیر اور محقق کتاب ہے۔

عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین

صفحات: 320 قیمت: -/130

اس کتاب میں عورت خانگی امور اور پرورشِ اولاد کی ذمہ دار، پردے کے احکام و آداب، عورت اور تعلیم، عورت اور ملازمت، عورت اور سیاست، عورت اور اس کی سربراہی، عورت اور مسئلہ ولایت نکاح، تعدد ازدواج اور اس کی حکمتیں، مرد کا حق طلاق اور اس کے آداب، مسئلہ طلاق ثلاثہ، عورت کا حق خلع اور اس کے مسائل، عورت اور مسئلہ شہادت، عورت اور مسئلہ حطلاق کی دیت، عورت اور مسئلہ وراثت، عورت اور مرد کی نماز کا فرق جیسے اہم اور حساس مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں جامع اور علمی بحث کی گئی ہے، اپنے موضوع پر شاندار اور تحقیقی کتاب ہے۔

زکوٰۃ عشر اور صدقۃ الفطر کے احکام و مسائل

صفحات: 144 قیمت: -/58

زکوٰۃ کی اہمیت و افادیت، زکوٰۃ کے احکام و مسائل، مضارف زکوٰۃ، زری پیداوار کا نصاب اور اس کی تفصیل، مال تجارت کی زکوٰۃ جیسے بے شمار مسائل اور اس کی جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے، ساتھ ہی ساتھ زکوٰۃ کے سلسلہ میں ”مجتہدین“ کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

اسلامی معاشرت

صفحات: 178 قیمت: 60/-

۱ لای معاشرت کے خدوخال کو احادیث نبویہ صحیحہ کی روشنی میں جاننے اور متعارف کرانے کی شاندار علمی کوشش۔

اس کتاب میں خشیت الہی اور اتباع رسول، حقیقت اسلام، فضیلت قرآن، حسن معاشرت اخلاق حسنہ، صفات المؤمنین، فضائل اعمال، اعمال بد سے اجتناب، برے اور بھلے کی پہچان، آداب طعام و قیام، آداب گفتگو، حسن نفاست وغیرہ موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مختصر حدیث نقل کر کے اس کی شاندار تشریح کی گئی ہے، درس حدیث دینے کے لئے ایک اہم اور علمی کتاب ہے۔

یا اللہ مدد (توحید اور شرک کی حقیقت)

صفحات: 128 قیمت: 50/-

لا الہ الا اللہ کا معنی و مطلب اور مقام و فضیلت، توحید کی حقیقت، تمیز اور تقاضے، شرک کیا ہے اور مشرک کون؟ وغیرہ موضوعات پر شاندار اور سنجیدہ علمی کتاب ہے۔ کلمہ گو مشرکوں کے اعتراضات کا علمی تعاقب اور احتساب بھی کتاب کی زینت ہے۔

کیا عورتوں کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف ہے؟

صفحات: 64 قیمت: 30/-

کیا عورتوں کا مردوں سے مختلف طریقے سے نماز پڑھنا احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ دلائل کا جائزہ اور مسئلے کی اصل حقیقت واضح کی گئی ہے، ہر مسلمان کو فوراً فکّر اور فیصلہ کرنے کی دعوت۔

سنہرے فیصلے

اس کتاب میں نبی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نامور مسلم حکمرانوں اور قاضیان کرام کے وہ فیصلے شامل کئے گئے ہیں جن سے دنیا میں عدل و انصاف کی سنہری روایات قائم ہوتی ہیں اور آنے والے حکمرانوں، قاضیوں اور ججوں کو ان سے گراں قدر رہنمائی ملتی ہے، ان تابندہ روایات اور واقعات کو اس لئے بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے میں صالح اقدار پھر سے فروغ پائیں اور عوام اسلام کے انفرادی و اجتماعی عدل کی برکتوں سے مستفید ہونے لگیں۔

صفحہ: 304 | قیمت: 140/-

سنہرے حروف

اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین، ائمہ و عظام، فقہائے کرام، سلف صالحین، نیک طینت خلفاء و سلاطین، صلحاء امت، سپہ سالاران اسلام اور مجاہدین صف شکن کی سیرت اور کردار جو مسلمانان عالم کے لئے راہ ہیں کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات دلکش پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

صفحہ: 400 | قیمت: 150/-

ملنے کا پتہ

Maktaba Al-Faheem

Raïhan Market 1st Floor Dhoibia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bharjan (U.P.) 275101

Phone: 0547-722201351 75201971(R) Mob. No. 9899123129/9236761926

مکتبۃ الفہیم میونسٹیپل کالج روڈ، دھوبیا، بھرجن (اوپر)

ریحان مارکیٹ، پہلی منزل، دھوبیا، بھرجن (اوپر)

سنہری گرہیں

عورت کی شخصیت کے ایسے تمام پہلو جن میں اس کی ذہانت، شجاعت، تقویٰ، پرہیزگاری اور بہادری ظاہر ہوتی ہو، اس کتاب کی زینت ہیں، جن کے مطالعے سے نہ صرف تمام خواتین اور بچیوں میں بہتری کا ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا ہوگا بلکہ مطالعہ کرنے والے مردوں کو بھی اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ شجاعت، ذہانت اور صبر و تحمل کی صفات کس طرح بھرپور انداز میں عورتوں میں بھی موجود رہتی ہیں۔

صفحات: 360 | قیمت: 150/=

سنہری نقوش

درحقیقت ایک پکچر گیلری ہے۔ اس میں اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگوں کی زندگی کے سچے واقعات کی تصویر کشی کی گئی ہے جس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نیکی کا لازمی نتیجہ کامیابی اور فتح مندی ہے جب کہ گناہ چاہے کتنا ہی چھپ کر کیا جائے وہ ہمارا پیچھا کرتا ہے، اپنا تانا واں لیتا ہے اور ندامت کے ساتھ کچی تو بہ نہ کی جائے تو ہمیشہ خون کے آنسو رلاتا ہے۔

صفحات: 384 | قیمت: 150/=

ملنے کا پتہ

Maktaba Al-Faheem

Raihan Market 1st Floor Dhubia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101

Phone: 0547-2222013(5) 2520197(A) Mob. No. 9889123125, 9236761926

مکتبۃ الفہیم میونسٹیٹو لائبریری
سازان مارکیٹ، پہلی منزل، روضہ عالی روڈ، صدر چوک، موٹا توپن، (و.پ.)

ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

مترجم: مولانا محمد الاعظمی صاحب حفظہ اللہ

ائمہ اربعہ کے اجتہادات سے استفادہ کا معنی: مفہوم کیا ائمہ اربعہ نے اپنی آراء و اجتہادات کو واجب اور ضروری قرار دیا تھا۔ حدیث ہوی اور امت کے اجتہادات کے مابین تناقض کی صورت میں کیا ائمہ کی تقلید ہی واجب رہے گی۔

ترک احادیث کے اسباب، ائمہ عظام کی جانب منسوب غلط فہمیوں کا ازالہ، اتباع سنت کے وجوب کا دفاع اور اندھی تقلید کی تردید، جامع اور مستند کتاب۔ فارسی سے

اردو ترجمہ

صفحات: 176

قیمت: = 75/

آفتاب نبوت کی سنہری شعاعیں

سیرت سرور عالم کے درخشاں پہلو

رسول اکرم ﷺ کی بابرکت سیرت سے نمائندہ واقعات کا حسین و جمیل انتخاب، حرفِ محسن انسانیت اور رحمۃ للعالمین کی محبت سے لبریز واقعات سیرت کے اصول موتی۔

صفحات: 400

قیمت: = 160/

ملنے کا پتہ

Maktaba Al-Faheem

Raihan Market 1st Floor Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101

Phone: 0547-2227013/51 2520197/91 Mob. No. 9889123129/9238761926

مکتبہ الفہیم مولانا محمد سعید صاحب مدظلہ العالی

رعان مارکیٹ، پہلی منزل، دو دروازے، چوک، منوہار پور، (روہی)

سنہرے اوراق

اس کتاب میں روشن ماضی کے زندہ اور چمکتے دکتے واقعات پر مشتمل ہماری سنہری تاریخ کے گمشدہ اوراق ہیں جو ہر چھوٹے بڑے کے لئے یکساں دلچسپی رکھتے ہیں۔
ذہن کو جلا دینے والے اور سوچنے سمجھنے پر مجبور کرنے والے یہ حیران کن مشاہدات اور سبق آموز قصے ہماری کردار سازی اور شخصیت کی تعمیر میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

صفحات: 304 | قیمت: 140/=

ہندی جاننے والے حضرات کے لئے خوشخبری
ترجمہ قرآن مجید مع مختصر تفسیر
احسن البیان (ہندی)
अहसनुल बलयान (हिन्दी)

چھپ کر منظر عام پر آ گیا ہے

ہندی ترجمہ

مولانا محمد طاہر حنیف

تفسیر

حافظ صلاح الدین یوسف

اردو ترجمہ

مولانا محمد جونا گدھی

روشن طباعت، عمدہ کاغذ، نفیس اور دیدہ زیب جلد۔

زیادہ تعداد میں لینے اور مفت تقسیم کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت، رابطہ قائم کریں۔

صفحات: 1200 | قیمت: 350/=

طے کا پتہ

Maktaba Al-Faheem

Raihan Market 1st Floor Dhobia Imli Road

Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101

Phone: 0547-2222013(S) 2520197(R) Mob. No. 9889123129/9236761926

مکتبۃ الفہیم
Raihan Market 1st Floor Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101

چالیس احادیث کا انمول تحفہ

شرح اربعین نووی

تالیف: امام نووی
ترجمہ: سعید مجتبیٰ سعیدی

امام نووی کی معروف و مقبول کتاب اربعین کا شاندار با محاورہ اردو ترجمہ۔ شرح الفاظ، تشریح و فوائد۔ تخریج احادیث استنباط مسائل، علماء طلباء اور عام اہل علم کے لئے یکساں مفید۔

خطباء و دعاۃ اور مبلغین حضرات کے لئے ایک علمی تحفہ

زاد الخطیب

اول دوم

تالیف: ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد کویت

تقاریظ: ڈاکٹر حافظ مقتدی حسن ازہری ☆ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف

عرصہ دراز سے اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ:

(۱) ایک تو خطیب حضرات کے لئے خطبات کا ایک ایسا مجموعہ مرتب ہو جس میں خالص اسلام کی صحیح تعبیر و تشریح ہو۔

(۲) دوسرے نمبر پر ایسے بدعی اعمال پر تنبیہ ہو جنہوں نے دین اسلام کو مسخ کر دیا ہے۔

(۳) تیسرے ہر موضوع کی تفصیلات صرف صحیح روایات پر مشتمل ہوں، ضعیف اور بے سرو پار و آیات کا سہارا نہ لیا گیا ہو،

اللہ کے فضل و کرم سے ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد صاحب نے ایسا مجموعہ تیار کر دیا ہے جو مذکورہ خصوصیات ہی کے حامل ہیں، یہ خطبات جامع بھی ہیں اور مفصل بھی ہر موضوع کا مناسب حق ادا کیا گیا ہے کوئی اہم پہلو تشہ نہیں چھوڑا گیا ہے، ایک ایک موضوع پر اتنا علمی مواد مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے کہ اس موضوع کو دو دو تین تین خطبوں تک بھی پھیلایا جاسکتا ہے اس اعتبار سے یہ خطبات علماء کے لئے بلاشبہ ایک نعمت غیر مترقبہ، ایک ارمغان علمی، علوم و معارف کا گنجینہ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا ایک خزینہ ہے۔

جو طرز فکر و عمل ہم نے بنا رکھا ہے کیا وہ عظیم کتاب اور اس کے مقصد نزول کے شانیاں شانیں ہیں؟ ہمیں ہماری غفلت خود ہمارے لئے وبال جان نہ بن جائے اور ہم کتاب الہی کو چھپائے رکھنے کے مجرم نہ قرار پائیں۔ اسی احساس کو مصنف نے قرطاس پہ اتارنے کی کوشش کی ہے،

مولانا ابوالکلام آزاد

مذہبی فکر و عمل کے آئینہ میں

مولانا محمد الاعظمی

صفحات ۲۲۳۔ قیمت ۱۸۰

یہ کتاب مولانا آزاد کے مذہبی افکار و عقائد اور کردار و عمل کی سچی داستان ہے، مذہبی زندگی کے بعض مخفی گوشوں کو مستند ماخذ و مراجع سے اجاگر کیا گیا ہے، کتاب اپنے موضوع پر نادر اور معتبر معلومات فراہم کرتی ہے۔

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی سنہری تحریریں

مرتب: مولانا ساجد اسید ندوی

صفحات ۲۸۸۔ قیمت ۱۲۵

مشہور عالم دین اور الرحیق المنقووم کے مصنف مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی نادر و قیمتی

تحریروں کا علمی مرتب

اہل حدیث کا مذہب

تالیف: علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

تحشیہ: مولانا ضیاء الحسن سلطی

اہل حدیث کے امتیازی مسائل و عقائد کا اجمالی تذکرہ یاروں کے لگائے ہوئے الزامات اور غلط

فہمیوں کا ازالہ، سنجیدہ علمی زبان میں ثابت انداز، تخریج و حواشی نے کتاب کو مزید علمی بنا دیا ہے۔

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں
ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات



PRINT ART Delhi- Ph. 23634222

₹ 75

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email : maktabaalfaheemau@gmail.com

www.faheembooks.com

www.besturdubooks.net